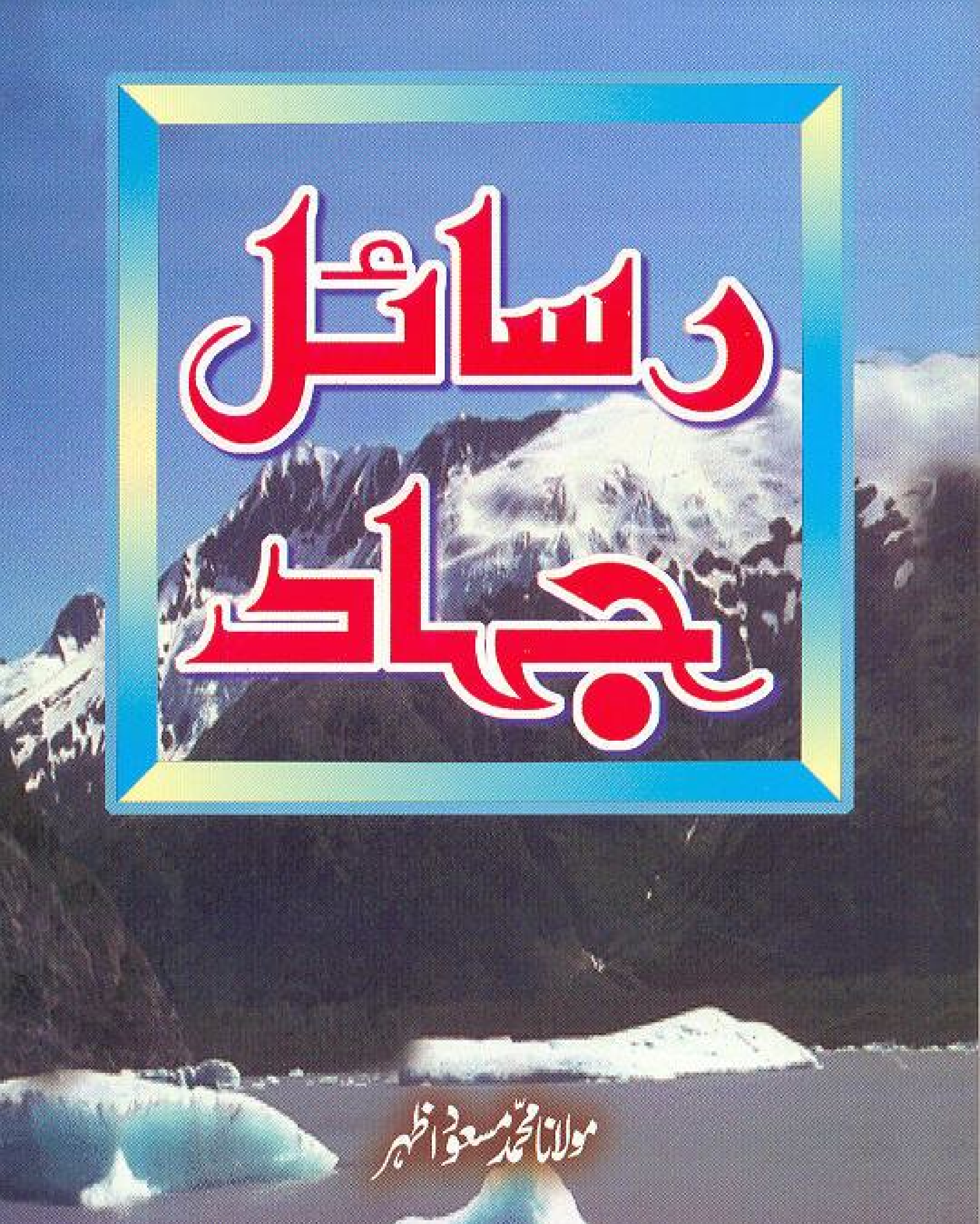
رسائل جہاد



مولانا محمد مسعود اظہر

مکتبہ حسن

رسائلِ جہاد

مجموعہ

مسلمانوں کو ایک چیلنج

اسلام اور جہاد کی تیاری

دُنیا و پرستی

جہاد رحمت یا فساد

فضیلۃ الجہاد

جہاد ایک محکم فریضہ

اللہ والے

بابری مسجد

یہ بھی ایک سوال ہے؟

مصنفہ

حضرت مولانا محمد مسعود اظہر

جمع و ترتیب

مولانا طاہر حمید

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

اسیر کشمیر

مولانا محمد مسعود اظہر ۱۹۶۸ء کو بہاولپور میں جناب ماسٹر اللہ بخش صابر کے گھر پیدا ہوئے۔ اسکول کی ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۸۰ء میں پاکستان کے سب سے بڑے دینی ادارے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں داخل ہوئے۔ ۱۹۸۹ء میں فراغت کے بعد دو سال جامعہ میں تدریسی خدمات انجام دیں اور اسی دوران بارہا جہاد افغانستان میں بھی عملاً" شرکت کی اور دعوت جہاد کے سلسلے میں بے شمار تصانیف کے علاوہ ۱۹۹۰ء میں ماہنامہ "صدائے مجاہد" بھی جاری کیا۔

اور حرکۃ کے مرکزی ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے دعوت جہاد کے لئے سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بنگلہ دیش، برما، افریقہ، برطانیہ، ازبکستان اور دیگر کئی ممالک کے سفر بھی کیے۔

۲۹ جنوری ۱۹۹۴ء کو کشمیر کے مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے ایک صحافی کی حیثیت سے پاکستان سے دہلی اور وہاں سے سری نگر پہنچے مگر ۱۰ فروری کو بھارت نے بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک عظیم صحافی کو اس کے قلم سمیت پابند سلاسل کر کے مسلسل تشدد کا نشانہ بنایا ہوا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

عرض مرتب

حضرت مولانا محمد مسعود اظہر صاحب کی شخصیت جہاد اور دعوت جہاد کی نسبت سے محتاج تعارف نہیں ہے تقریر کے حوالے سے مولانا کو دنیا کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ مولانا نے ایک مختصر مدت میں دنیا کے بہت سے ممالک برطانیہ، افریقہ، ساؤتھ افریقہ، متحدہ عرب امارات، سعودی عرب اور دیگر ممالک میں اپنے اردو اور عربی بیانات کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دلوں کو جذبہ جہاد سے سرشار کیا اور برق جہاد کے شعلوں سے کتنے ہی دلوں کو گرمایا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آج مولانا کی دعوت جہاد کی برکت سے دنیا کے مختلف ممالک سے مسلمان نوجوان جوق در جوق ٹریننگ جہاد کے سلسلے میں حرکۃ الانصار کے پلیٹ فارم پر جمع ہو رہے ہیں اور الحمد للہ ہزاروں مجاہد کشمیر، تاجکستان، بوسنیا، برما کے محاذوں پر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں اور اسلام کے اہم ترین فریضے جہاد کی آبیاری کر رہے ہیں۔

اور مولانا کے بیانات اور وعظوں کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ کیسٹ بابری مسجد ایک محتاط اندازے کے مطابق اب تک ایک لاکھ سے زائد لوگوں تک پہنچ چکی ہے اسی طرح مولانا کے بیانات کے سلسلے میں ایک عجیب بات حضرت اقدس مفتی عبدالرحیم صاحب، زید مجدہ، نے بیان فرمائی کہ حضرت مولانا محمد مسعود اظہر صاحب کی کتابیں اور تقاریر کی کیسٹیں ہم نے امریکہ کے ایک جزیرہ میں بھی لوگوں کے پاس دیکھی ہیں اور بندہ خود اس چیز کا گواہ ہے کہ حضرت مولانا جب برطانیہ کے سفر پر تشریف لے گئے تو صرف ۲۷ دن کے مختصر

دورہ کے دوران ۴۴ بیانات مختلف شہروں میں ہوئے۔

جن تقاریر کا پورا سیٹ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بحرین، انڈیا اور دنیا کے دیگر ممالک میں بندہ نے ازخود اپنے ہاتھ سے تیار کر کے بھیجا ہے اور اس سیٹ کی کاپیاں جو پاکستان میں مختلف شہروں میں بھیجی گئی ان کی تعداد سینکڑوں سے بھی متجاوز ہے حتیٰ کہ بعض ساتھیوں نے بتلایا کہ حضرت مولانا محمد مسعود اظہر صاحب کی بابری مسجد والی کیسٹ انڈیا کے اسمبلی ہال میں بھی سنائی گئی ہے اس سلسلے میں خود حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ میرا عزم صمیم ہے کہ اس دعوت کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچادوں کہ کل کسی کے پاس یہ عذر نہ ہو کہ ہم کو کوئی جہاد کے بارے میں بتلانے والا نہیں آیا۔

آپ کے بیانات سننے کے بعد یہ حال طاری ہوجاتا ہے کہ اسی جگہ سے جہاد کے لئے روانہ ہو جاؤں اور بیان سننے کے بعد یہ کیفیت ہوتی ہے کہ آدمی کو اپنی ذات بری لگنے لگتی ہے کہ آج تک میں نے بے مقصد زندگی گزاری لہٰذا فوراً ٹریننگ سینٹر کا رخ کرتا ہے۔ اور اکثر ساتھی ٹریننگ کے بعد اس انتظار میں بارڈروں پر پڑے رہتے ہیں کہ کب اجازت ملے اور وہ جا کر اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کردیں۔

جہاد میں عملی شرکت

اور عملی طور پر خود بھی جب مولانا پاکستان میں ہوتے زیادہ تر وقت معسکرات اور محاذ پر گزارنا پسند کرتے اور آپ افغانستان کے میدان جنگ میں اس حال میں پہنچے کہ اپنی ملکیت تمام اشیاء تنظیم کو وقف کر کے گئے اور تمنائے شہادت لئے محاذ پر پہنچ گئے اور دوران جنگ آپ شدید زخمی ہوئے اس وقت کے بارے میں خود اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں کہ اس وقت امید ہوگئی کہ ابھی شہادت ملے گی اور پھر ایک عجیب آہ بھر کر فرماتے ہیں کہ مجھ جیسوں کی قسمت میں

شہادت کہاں۔ وہ تو خوش قسمت لوگوں کو ہی ملتی ہے (یہ جملہ مولانا کی تواضع و انکساری پر دلالت کرتا ہے)

قصہ مختصر، اس وقت تو مجھے صرف مولانا کی دعوت جہاد کے سلسلے میں محنت مشقت اور جانفشانی اور لگن اور درد کو بیان کرنا ہے ورنہ مولانا کے واقعات شرکت جہاد اتنے ہیں کہ ان کے لکھنے کے لئے دفتر چاہئیں، اب میں مولانا کی سلسلہ جہاد میں کی گئی تحریری کوششوں پر اپنی استطاعت کے مطابق روشنی ڈالوں گا (کہ چہ پدی اور چہ پدی کا شوربہ) کے مصداق کہ کہاں حضرت مولانا کی تحریرات اور کہاں یہ بندہ خاکسار و نابکار، یہ جسارت ہے تو چھوٹا منہ بڑی بات والی اور آفتاب کو شمع دکھانے کے مترادف مگر محبت میں مجنوں لیلیٰ کے کتوں سے بھی پیار کرتا تھا۔ میں آج سوز قلبی کے ساتھ محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہ سب کچھ لکھ رہا ہوں امید ہے کہ قارئین کرام مجھے اس میں معذور سمجھیں گے۔

مولانا کی تحریری کاوشیں

تحریرات کے سلسلے میں مولانا کی پہلی کاوش ماہنامہ صدائے مجاہد ہے جس کے اجراء کے سلسلے میں خود مولانا تحریر فرماتے ہیں "صدائے مجاہد ایک کچے گھر کے پرانے سے بستر پر ڈبڈباتی آنکھوں اور لرزتے ہاتھوں سے لکھا جاتا اور کسی پریس سے کبھی نقد اور کبھی ادھار چھپ کر آتا تو بنوری ٹاؤن میں زیر تعلیم حرکۃ کے کارکن چھٹی کے اوقات میں آٹے کو پکا کر زرد کاغذ کے ذریعہ اسے پیک کرتے اور ایک مجاہد اسے کندھے پر گٹھڑی بنا کر رکھتا اور دوسرا موٹر سائیکل کو احتیاط سے چلاتا ہوا ڈاک خانے تک پہنچاتا اور یوں ایک خالص فکری، جہادی نظریاتی رسالہ اپنے محبوب قارئین تک پہنچتا۔ رسالہ چلانے والوں کے پاس نہ تو اتنا وقت تھا کہ وہ اس رسالے کو بام عروج تک پہنچانے کی کوشش کرتے اور

نہ ہی اتنے وسائل کہ تنخواہ دے کر تجربہ کار عملہ رکھا جاتا رسالے کا عملہ ایک مدیر اور دو ایک کارکنوں پر مشتمل تھا مدیر ایسا مسافر کہ زیادہ اسفار نے اسے یہ بھلا دیا کہ اس کا وطن اصلی یا وطن اقامت کون سا ہے اور کارکن مدرسے کے طالب علم جنہیں صرف عصر سے مغرب تک کا وقت فارغ ملتا مگر جب رسالہ قارئین کے ہاتھوں میں پہنچا اور خطوط آنا شروع ہوتے تو یوں لگتا کہ مبالغہ آمیز محبت اور رقت آمیز جذبات سے بھرپور یہ نامے ہمارا مذاق اڑانے کے لئے لکھے گئے ہیں ہمارے قارئین نے صدائے مجاہد کو بی بی سی لندن اور وائس آف امریکہ کے جھوٹے پروپیگنڈے کا توڑ اور مرزا قادیانی کے پھیلائے ہوئے وساوس کا علاج قرار دیا یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل اور احسان تھا اور جہاد کے مبارک عمل کی برکت تھی کہ انتہائی بے سروسامانی اور بغیر کسی پیشگی تجربے کے نکلنے والا ماہانہ ”صدائے مجاہد“ اندرون اور بیرون ملک مقبولیت کے اس اعلیٰ مقام تک جا پہنچا کہ اس کی ایک روز کی تاخیر بھی قارئین کو ناگوار گزرنے لگی ہر ماہ سینکڑوں خطوط رسالے کے متعلق و تبریک کے جذبات سے لبریز آتے اور کارکنوں کی ہمت بڑھاتے، جس کے نتیجے میں چند ہی ماہ میں ”صدائے مجاہد“ کی اشاعت اور معیار میں قابل قدر اضافہ ہوا بیرون ممالک میں یہ رسالہ حقائق کی دنیا سے دور مسلمانوں کی رہنمائی کرنے لگا اس کے اداریئے اور تجزیئے فوٹو اسٹیٹ کراکر تقسیم کئے جانے لگے۔

مردوں کے علاوہ خواتین نے رسالے کو بے حد پسند کیا اور سب سے اطمینان افزا اور قابل شکر بات یہ ہے کہ اس رسالے نے مسلمانوں کو جہاد کا بھولا ہوا سبق سکھایا اور نوجوانوں کے نظریات کی صحیح تعمیر کی اور صرف فکری میدان ہی میں نہیں بلکہ عملی میدان میں بھی ان کی رہنمائی فرمائی۔

کتنے خوش قسمت نوجوان تھے جو یہ رسالہ پڑھ کر حرکۃ کے ٹریننگ سینٹر پہنچے

اور جہاد کی تربیت سے مالا مال ہو کر محاذوں پر گئے اور ان میں سے بہت سارے جام شہادت نوش فرما کر زندہ و جاوید ہو گئے۔ ”صدائے مجاہد“ کو یہ اعزاز اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ اس کے ایک ایک مضمون نے نوجوانوں کی زندگیاں بدل کر رکھ دیں اور بے مقصد افراد کو بامقصد زندگی عطا کی۔

”صدائے مجاہد“ کی یہ عظیم مقبولیت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور جہاد کے مبارک عمل کی بدولت ہے اس میں کسی فرد واحد کی محنت یا صلاحیت کا کوئی دخل نہیں کیونکہ اگر یہ کسی کی محنت یا صلاحیت سے ہوتا تو اس قدر مقبولیت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اس کے ساتھ ساتھ مولانا نے جہاد کے عنوان پر مختلف کتابیں اور رسائل بھی لکھے جن کا مختصر تعارف ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

فضائل جہاد

اس میں اسلام کے اہم ترین فریضہ جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت پر صحیح بخاری شریف کی چالیس احادیث اور ان کی تشریح۔ آسان اور علمی انداز میں مسئلہ جہاد کی وضاحت، تشریح میں سینکڑوں احادیث کا مجموعہ، اپنے موضوع پر ایک منفرد تحریر۔ یہ کتاب بحمد اللہ جو کہ ایک سو ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے دو مرتبہ کثیر مقدار میں چھپ چکی ہے اور دنیا کے مختلف خطوں میں تقسیم ہو کر مسلمانوں کو جہاد کا درس دے رہی ہے اور اس پر بھی اللہ کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ اس وقت برطانیہ، افریقہ، متحدہ عرب امارات، بحرین، انڈیا، کینیڈا، امریکہ اور دنیا کے دیگر ممالک کی مساجد میں مستقل اس کتاب کی تعلیم ہوتی ہے۔

مجاہد کی اذان

"صدائے مجاہد" کا چار سالہ دور اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ اس کا ہر اداریہ، ہر تجزیہ، ہر تبصرہ ایک ولولہ انگیز دعوت ہے حضرت مولانا محمد مسعود اظہر کے قلم سے نکلے ہوئے مضامین عوام الناس میں بہت مقبول ہوئے جس کی وجہ سے وقتاً" فوقتاً" اندرون ملک اور بیرون ممالک سے بہت کثرت سے یہ خطوط ملتے تھے اور مجاہدین کا بھی اصرار ہوتا تھا کہ فلاں مضمون بہت اہمیت کا حامل ہے اور فلاں مضمون اس قابل ہے کہ اس کو مستقل کتابی شکل میں آنا چاہیے اور اصرار بہت ہی بڑھتا گیا حتیٰ کہ بعض مرتبہ کسی مضمون کو ہزاروں کی تعداد میں فوٹو اسٹیٹ کروا کر تقسیم کرنا پڑا جس کی وجہ سے یہ اصرار مزید تقویت پکڑ گیا کہ ان اہمیت کے حامل مضامین کو کتابی شکل دی جائے تاکہ علماء اور عوام الناس کو یکجا مسئلہ جہاد پر خزانہ ہاتھ لگ جائے۔ لہٰذا چند مخلص احباب نے ان مضامین پر بڑی جان فشانی سے کام کیا اور الحمدللہ یہ کتاب دو حصوں میں چھپ کر منظر عام پر آنے کے بعد علماء، مجاہدین اور عوام الناس میں قبولیت کی حدوں کو چھو رہی ہے جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مختصر ترین مدت میں یہ کتاب چھپ کر ختم ہونے کو ہے اور دوسرے ایڈیشن کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ **الحمدللہ علی ذلک** اس کتاب کی دو جلدیں ہیں پہلی جلد تین سو گیارہ صفحات پر مشتمل ہے جب کہ دوسری جلد تین سو اٹھائیس صفحات پر مشتمل ہے۔

خطبات مجاہد (جلد اول)

اس کتاب کے متعلق حضرت اقدس ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی صاحب فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے عنوانات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوا کہ فریضہ جہاد

کے متعلق جو مختلف شکوک شبہات آج کل عام زبانوں پر آتے ہیں اس مجموعہ میں دلنشیں طریقے سے ان کے جوابات آگئے ہیں اور **یا ایہا النبی حرض المومنین علی القتال** کا فریضہ احسن طریقے سے ادا کیا گیا ہے اس کتاب کے بارے میں خود مرتب لکھتے ہیں کہ یہ کتاب نظریہ انقلاب ہے دعوت کردار ہے، جہاد اور شہادت کے موضوع پر ایک علمی مقالہ ہے جذبہ جہاد اور شوق شہادت کے لئے سنگ میل ہے اس میں شہداء کے حیرت انگیز واقعات ہیں یہ کتاب حضرت مولانا محمد مسعود اظہر دامت برکاتہم کے چھ اہم بیانات کا مجموعہ ہے جو الحمدللہ بہت ہی مقبول ہوا ہے۔ اس کی پہلی جلد جو کہ دو سو بائیس صفحات پر مشتمل ہے چھپ کر **قریب الختم** ہے جب کہ دوسری جلد بھی تیاری کے مراحل میں ہے۔ **اللھمّ لک الحمد کلہ ولک الشکر کلہ۔**

جہاد رحمت یا فساد

اس میں جہاد کے رحمت اور موجب امن ہونے پر قرآن و حدیث کی روشنی میں دس دلائل کو بالترتیب جمع کیا گیا ہے اور جہاد پر اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں اور اس میں مولانا نے جہاد کے سلسلے میں ایک عیسائی سے مناظرہ کیا تھا اور جہاد کی حقانیت کو بیان کیا تھا وہ درج کیا گیا ہے۔

مسلمانوں کو ایک چیلنج

اس میں ہندو بنئیوں کے مظالم اور ان کے آئندہ عزائم کی داستان ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس وقت وہ ہندو جو کہ اپنی بزدلی اور ہمت پستی میں معروف تھا وہ کس قدر جری ہو کر مسلمانوں کے خلاف کبھی خونی فسادات کا ڈرامہ نچاتا ہے تو کبھی بابری مسجد کو شہید کر کے مسلمانوں کا منہ چڑاتا ہے اور عسکری ٹریننگ کے ذریعہ مسلمانوں کو دعوت اجل دیتا ہے اور کبھی اموال فراہم کر کے مسلمانوں کو

بتلاتا ہے کہ دیکھو ہم تو اپنی جانوں کے ساتھ اموال بھی ختم کردیں گے جبکہ تم جان تو جان اموال کو بھی تجوریوں میں بھر کے بیٹھے ہو اور حد یہ کہ اب اس نے فکری تربیت کے ذریعہ ہندوؤں کو تیار کرنا شروع کردیا ہے جبکہ تم مسلمان آپس کے جھگڑے فساد سے ہی فارغ نہیں اور پھر آخر میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمان اس چیلنج کا جواب کس طرح دے سکتے ہیں۔

بنیاد پرست

آج پوری دنیا میں ایک شور مچا ہوا ہے کہ مسلمان' بنیاد پرست' ارھابی' دہشت گرد ہیں اور مسلمانوں کی طرف سے اس سعادت سے انکار کیا جارہا ہے کہ ہم بنیاد پرست نہیں ہیں اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ بنیاد پرستی سعادت کی بات ہے نہ کہ جرم اور ثابت کیا گیا ہے کہ بنیاد پرستی کا مطلب ہے اصلی دین کی طرف لوٹ آنا اور ظاہر ہے کہ اصلی دین کی طرف لوٹنا سعادت ہی سعادت ہے نہ کہ جرم

میرا بھی اک سوال ہے

اس میں کشمیر میں جاری جہاد کو ایک نئی طرز پر ثابت کیا گیا ہے کہ جس کو پڑھنے والا جب اس کو شروع کرے تو بغیر ختم کئے اس کو نہ چھوڑے انداز دلچسپ اور سہل اختیار کیا گیا اور جس میں ایک سوال کے جواب میں جہاد کے حقیقی معنی کو ثابت کرنے کے لئے محدثین کے کلام سے استدلال کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ جہاد کے حقیقی معنی وہ ہیں جس کے لئے امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب الجہاد کے عنوان سے ۲۴۱ ابواب باندھ کر سینکڑوں احادیث ان میں جمع فرمائیں جس جہاد کے تذکرے کرتے ہوئے امام مسلم نے اپنی کتاب مسلم شریف میں کتاب الجہاد کے عنوان سے ایک سو ابواب باندھے ہیں امام

ابوداؤد نے اپنی سنن میں اسی جہاد کے ذکر میں ۱۷۶ ابواب ذکر فرمائے ہیں امام ترمذی نے اسی جہاد کی فضیلت و اہمیت اور آداب پر ۱۱۵ ابواب لکھے ہیں اسی جہاد کی فضیلت کو اجاگر کرنے کے لئے امام نسائی نے نسائی شریف ۴۷ ابواب کے تحت احادیث ذکر فرمائی ہیں اسی جہاد کے بیان میں امام ابن ماجہ نے سنن ابن ماجہ میں ۴۶ باندھ کر احادیث کو جمع کیا۔ ان محدثین نے اپنی مقبول عام تصانیف میں جس جہاد کو جہاد سمجھا ہے اس میں شہادت' اسلحے' گھوڑے' تیراندازی' جنگی چالیں' جاسوسی' اموال غنیمت کی تقسیم' غازی کی فضیلت' زخمی ہونے کی فضیلت' تیر پھینکنے کی فضیلت کے تذکرے ہیں۔

اسلام اور جہاد کی تیاری

اس میں اسلام اور اسلحے کی ضرورت کے عنوان سے دلائل کو جمع کیا گیا ہے جس کے تحت افرادی قوت' عسکری قوت' جہاد کی تیاری کی ضرورت اور جہاد کی تیاری کا وجوب قرآن کی آیات سے ثابت کیا گیا ہے جس کے پڑھنے کے بعد انسان کو علم ہوتا ہے کہ ہمارا اسلام ہمیں حفاظت ہی نہیں سکھلاتا بلکہ اس کی تیاری کو بھی ہم پر فرض کیا گیا ہے۔

اللہ والے

اس میں قرآن مجید کی آیات سے ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ والے کون لوگ ہیں چنانچہ ذکر ہے کہ "ترجمہ" اور بہت سے نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والے لڑے ہیں پھر نہ ہارے ہیں کچھ تکلیف پہنچے سے اللہ کی راہ میں۔ اور نہ سست ہوئے ہیں۔ اور نہ دب گئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے ثابت قدم رہنے والوں سے۔ اس میں اللہ والے بننے کے لئے نکات جمع کئے گئے ہیں۔

تعلیم الجہاد

یہ جہاد کے موضوع پر پچاس سوالات اور ان کے مختصر جوابات کا ایک ایمان افروز مجموعہ ہے اور اس وقت الحمد للہ یہ کتاب افریقہ، برطانیہ اور پاکستان کے بعض مدارس میں "سبقاً سبقاً" پڑھائی جاتی ہے اور داخلِ نصاب ہے۔

بابری مسجد

بابری مسجد کی شہادت ایک دل دہلا دینے اور خون کو گرما دینے اور ہندو بنئے سے انتقام کے جذبہ سے سرشار کرنے والی تحریر ہے اور بابری مسجد کی آہ فغاں امت مسلمہ کے نوجوانوں کو دعوت انقلاب دیتی ہے اور اپنی تجدید کے لئے گرماتا خون طلب کرتی ہے۔

رسائل کو جمع کرنے کا داعیہ

حضرت مولانا محمد مسعود اظہر صاحب کے فکر انگیز رسائل ہر وقت امت مسلم کو جنجھوڑ جنجھوڑ کر بیدار کرنے کی کوشش کررہے ہیں اب ہم ان تمام کتابچوں کو ایک کتابی شکل میں جمع کررہے ہیں تاکہ جہاں پر مسلمانوں کو کفریہ طاقتوں کے چیلنج کا پتہ چلے تو اس کے ساتھ ان کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس چیلنج کا جواب کیا ہے۔

اور اگر اس کو بنیاد پرست کا الزام دیا جائے تو وہ اس کو اپنی سعادت سمجھے نہ کہ جرم جان کر منتیں کرنے لگے اور انکار کردے کہ میں بنیاد پرست نہیں ہوں۔

اور اس کے ساتھ اس کو یہ بھی معلوم ہو کہ کشمیر کی نسبت سے مجھ پر کتنی

بڑی ذمہ داری ہے اور اس ذمہ داری کو اپنے اوپر بوجھ سمجھنے کی بجائے اللہ کا حکم سمجھ کر اس کی تیاری میں لگ جائے

اور پھر یہ دیکھے کہ یہ معمولی کام نہیں ہے بلکہ یہ کام تو وہ کام ہے کہ جو نبیوں نے اختیار کیا اور اس میں اپنی جانیں قرباں کردیں۔

اور پھر اس کے ساتھ یہ بھی ضروری تھا کہ اس کو اس جہاد کے آداب، احکام، اور حیثیت کے معلوم ہونے کے ساتھ یہ بھی علم ہو کہ آپؐ نے بھی خود اس جہاد میں ستائیس مرتبہ شرکت کی اور خود اپنے مبارک ہاتھوں سے کافروں کو قتل کیا اور جن جگہوں پر آپؐ خود شریک نہ ہوسکے وہاں پر صحابہ کرام کو تیار کرکے بھیجا۔ لہٰذا آج ہمیں بھی بابری مسجد پکار رہی ہے۔ انتقام .... انتقام .... انتقام

امید ہے کہ قارئین کرام ان تمام امور کی معلومات یکجا دیکھ اور پڑھ کر انشاء اللہ اس سے مستفید ہونگے اور آئندہ کے لئے لائحہ عمل تیار کریں گے۔

آخر میں استدعا ہے کہ تمام وہ مسلمان جن تک یہ کتاب پہنچے وہ اپنی دعوات صالحہ میں اس شخصیت کو جن کی محنت و برکت سے ہم کو یہ نعمت ملی کہ اپنے بھولے ہوئے فریضے کو دوبارہ یاد کیا اور عظمت رفتہ کی بحالی کے لئے ہم پھر دوبارہ کوشش اور تگ و دو میں لگ گئے اللہ تعالیٰ ان کو جلد از جلد باعزت رہائی نصیب فرمائے اور ہمیں ان سے مزید استفادہ کا موقع دے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تحریر / طاہر حمید

آئینہ کردار

19 اگست 1932ء کو امام العصر حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ اپنے رفقاء کے ساتھ بہاولپور تشریف لائے جہاں پر منکرین ختم نبوت قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے پہلا مقدمہ لڑا اور تحریک ختم نبوت کی بنیاد رکھی۔

پھر اسی تحریک کو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے مجلس احرار اسلام کے نام سے آسمان عروج پر پہنچایا۔

حضرت امیر شریعت کو اس تحریک کے لئے بہاولپور کی مردم خیز سرزمین سے جناب محمد حسن چغتائی جیسی شخصیت مل گئی، جنہوں نے تحریک ختم نبوت میں نمایاں کردار ادا کیا اور دو سال قبل 1992ء تک مجلس احرار عالی کے امیر رہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ کے بعد بہاولپور کو دوسرا شرف یہ حاصل ہوا کہ مجاہد ختم نبوت جناب محمد حسن چغتائی کی بیٹی اور امیر پور سادات کے روحانی پیشوا جناب اللہ دتہ عطا کے بیٹے ماسٹر اللہ بخش صابر صاحب کے گھر 1968ء کو ایک بچے کا جنم ہوا جس کو آج دنیا مجاہد اسلام مولانا مسعود اظہر کے نام سے یاد کرتی ہے۔

خاندانی پس منظر

مولانا کا تعلق علوی خاندان سے ہے اور آپ کے خاندان میں بڑے بڑے بزرگ حضرات گزرے ہیں آپ کے دادا جناب اللہ دتہ عطا صاحب نیک صالح اور راسخ العقیدہ مسلمان تھے اور اپنے علاقے میں روحانی پیشوا مانے جاتے تھے۔

آپ کے والد صاحب کا شروع ہی سے علماء حق سے گہرا تعلق رہا ہے۔ اردو اور فارسی کے اچھے ادیب اور علمی شخصیت ہیں۔ طب اور حکمت میں بھی کافی مہارت رکھتے ہیں۔

ابتدائی تعلیم وتربیت

مولانا مسعود اظہر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے بے شمار خصوصیات سے نوازا تھا۔ شروع ہی سے آپ کے چہرے پر ذہانت و فطانت عظمت و شرافت کے آثار واضح دکھائی دیتے تھے۔ چار سال کے بعد آپ کو قومی مدرسہ میں داخل کیا گیا جہاں پر قرآن مجید اور پرائمری تک تعلیم حاصل کی اور پھر چھٹی جماعت کے لئے گورنمنٹ مڈل اسکول بہاولپور میں داخل ہوئے۔

ساتویں جماعت کے لئے آپ کے چچا محمد اقبال صاحب آپ کو رحیم یار خان لے گئے وہاں پائلٹ سیکنڈری اسکول میں ساتویں جماعت پاس کی۔

آپ کے والد صاحب اردو ادب خصوصاً اقبالیات کے ماہر استاد تھے جو علامہ اقبال کے اشعار اور مشکل الفاظ آپ کو زبانی یاد کراتے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ اردو ادب میں کافی مہارت حاصل کر چکے تھے اور اسکول میں بھی آپ کی امتیازی حیثیت بن گئی تھی۔ آپ کے نانا جناب محمد حسن چغتائی صاحب چونکہ انقلابی اور تحریکی آدمی تھے وہ آپ کو مختلف عنوانات پر تقریر لکھ کر دیتے اور بڑے بڑے اجتماعات اور جلسوں میں اپنے ساتھ آپ کو لے جاتے اور تقریریں کراتے۔

اسکول کے تقریری مقابلوں میں بھی آپ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور امتیازی پوزیشن حاصل کرتے۔

جامعہ بنوری ٹاؤن میں داخلہ

آپ کے والد صاحب نے یہ عزم اور ارادہ کر لیا تھا کہ میں اپنے سب سے ذہین اور لائق بیٹے کو دینی تعلیم دلواؤں گا اس لئے ساتویں جماعت کے بعد 1980ء میں آپ کو پاکستان کے سب سے بڑے دینی ادارے جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں مولانا مفتی ابوبکر سعید الرحمان کے توسط

سے داخل کرادیا گیا۔

مولانا دینی تعلیم میں بہت شوق رکھتے تھے۔ اس لئے شروع ہی سے محنت و لگن، ذہانت و لیاقت زہد و تقویٰ اور دیگر اہم صفات کی وجہ سے تمام اساتذہ خصوصاً امام اہل سنت حضرت مفتی احمد الرحمان رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا عبدالسمیع صاحب کی توجہ اور محبت کا مرکز بن گئے جس کی وجہ سے مولانا کی علمی استعداد اور قابلیت میں مزید نکھار پیدا ہوگیا اور جامعہ کے امتحانات کے علاوہ تقریری مقابلوں اور تدریسی مناظروں میں بھی امتیازی پوزیشن حاصل کرکے اساتذہ سے انعامات اور مبارکباد وصول کرتے۔

بیعت

مولانا کی طبیعت اور فطرت میں اللہ رب العزت نے ابتداء ہی سے نیکی کا جذبہ اور بزرگوں سے فیض حاصل کرنے کا شوق ودیعت فرمادیا تھا۔

بنوری ٹاؤن میں زمانہ طالب علمی کے تیسرے سال اس گوہر نایاب کو ولی کامل شیخ طریقت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب دامت برکاتہم کی صحبت اور خصوصی تعلق نصیب ہوگیا اور مولانا باقاعدہ حضرت مفتی صاحب سے بیعت ہوگئے اور اپنے رفقاء کو بھی اصلاحی بیعت کی ترغیب دیتے

چنانچہ 1984ء میں جب راقم بنوری ٹاؤن میں داخل ہوا اور جس کمرے میں مجھے رہائش ملی خوش قسمتی سے اسی کمرے میں مولانا محمد مسعود اظہر بھی رہائش پذیر تھے تعلیم و تربیت تحریر و تقریر کے ساتھ ساتھ اصلاحی بیعت کی طرف بھی مولانا نے میری رہنمائی فرمائی چنانچہ میں بھی حضرت مفتی ولی حسن صاحب دامت برکاتہم سے بیعت ہوگیا اور اس کے بعد مولانا سے الحمدللہ بہت زیادہ تعلق ہوگیا اور ہر معاملے میں مولانا راقم کی اصلاح فرماتے رہے۔

مولانا مکمل بارہ سال سفر و حضر میں حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں رہے اور تعلیم کے ساتھ ساتھ سلوک میں بھی کمال حاصل کیا۔

تدریس

زمانہ طالب علمی میں خارجی اوقات میں کئی طلباء مولانا سے مختلف فنون کی کتابیں پڑھتے تھے اور مولانا کی قابلیت اور علمی صلاحیت سے ہر شخص بخوبی واقف تھا۔ فراغت کے بعد جامعہ کی مجلس تعلیمی نے اتفاق رائے سے مولانا کو جامعہ میں استاد مقرر کرلیا۔

ابتدائی درجات میں صرف و نحو کی بنیادی کتابوں کے علاوہ غیر ملکی طلباء جن کو صرف عربی میں پڑھایا جاتا ہے مولانا کو زیادہ اسباق عربی درجات میں دیے گئے کیونکہ مولانا کو عربی زبان پر مکمل دسترس حاصل ہے۔

افغانستان روانگی

1988ء میں حضرت مولانا مفتی احمد الرحمان رحمتہ اللہ علیہ افغانستان تشریف لے گئے اور مختلف قائدین سے ملاقاتیں کیں۔ مولانا جلال الدین حقانی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی اور ان کے سامنے مفتی صاحب نے اپنی خواہش کا اظہار فرمایا کہ میں اپنے جامعہ کے طلباء کو جہاد کی تربیت دلوانا چاہتا ہوں۔ مولانا حقانی صاحب بہت خوش ہوئے اور مولانا فضل الرحمان خلیل کو کراچی بھیج دیا کہ آپ مدارس میں جہاد کی دعوت دیں اور جو آنا چاہیں ان کو لاکر تربیت دیں۔

چنانچہ 1988ء کی سالانہ تعطیلات میں بنوری ٹاؤن سے کافی تعداد میں طلباء ٹریننگ کے لئے افغانستان گئے اور جہاد میں شریک ہوئے پھر ہر مجاہد کی یہ خواہش تھی کہ مولانا مسعود صاحب بھی جہاد میں آجائیں انشاء اللہ جہاد کے کام کو بہت فائدہ ہوگا۔

بہرحال اللہ رب العزت نے مولانا کے ذریعہ سے جہاد کا کام دنیا میں پھیلانا تھا۔ 1989ء میں فراغت کے بعد چند رفقاء کے ساتھ مجاہدین کے حالات دیکھنے کے لئے صرف تین دن کے لئے افغانستان تشریف لے گئے۔

جہاد کی برکات' مجاہدین کے حالات اور مولانا فضل الرحمان خلیل کی درد بھری دعوت کو دیکھ کر بجائے تین دن کے مکمل چالیس دن کی ٹریننگ کی اور پھر مستقل جہاد میں رہنے کا عزم کیا اب مولانا کی زندگی میں ایک انقلاب آگیا تھا اور بار بار یہ فرماتے تھے کہ نبی کا کلمہ پڑھنے والے مسلمان ذبح ہو رہے ہیں اور ہم آرام سے بیٹھے رہیں۔ کل قیامت کے دن ہم کیا منہ دکھائیں گے۔

مدارس میں سالانہ تعطیلات ختم ہونے پر کراچی تشریف لائے بنوری ٹاؤن میں اسباق بھی پڑھاتے اور کراچی کے مدارس' مساجد اور گلی گلی میں جہاد کی دعوت کو عام کیا۔

جمعرات اور جمعہ چھٹی کے دوران بھی آرام سے نہ بیٹھتے بلکہ کبھی حیدر آباد میں جہاد کی دعوت دے رہے ہیں کبھی سکھر میں کبھی کھپرو کبھی نواب شاہ' صرف ایک سال میں سندھ اور اندرون سندھ میں جہاد کی دعوت کو اتنا عام کیا کہ بچہ بچہ اس کام کی اہمیت سے بخوبی واقف ہوگیا اور بے شمار نوجوانوں کو عظمت و سربلندی کی زندگی جہاد کے لئے کھڑا کیا۔

صدائے مجاہد کا اجراء

جہاد کے کام کو وسیع پیمانے پر عام کرنے کے لئے' مجاہدین کے حالات اور شہداء کے پیغامات کو امت تک پہنچانے کے لئے اور اہل باطل کے غلط پروپیگنڈے کو مٹانے کے لئے اس بات کی سخت ضرورت محسوس کی گئی کہ مجاہدین کا اپنا ایک رسالہ ہونا چاہیے۔

مولانا کو اللہ رب العزت نے جس طرح تقریر میں مہارت عطاء فرمائی ہے تحریر میں بھی حد درجہ کا کمال عطاء کیا ہے۔

چنانچہ جنوری 1990ء سے ماہنامہ "صدائے مجاہد" کا پہلا شمارہ جاری ہوا مجاہدین کی محنت' کمانڈر عبدالرشید کی دعا اور مولانا کے اخلاص کی برکت سے

اللہ تعالیٰ نے اس رسالے کو اتنی مقبولیت عطاء فرمائی کہ صدائے مجاہد آج پوری دنیا کے مسلمانوں کا محبوب رسالہ بن چکا ہے۔ مولانا بیت اللہ اور مسجد نبوی میں بھی جا کر رسالے کی مقبولیت کے لئے دعا فرماتے تھے بے شمار مسلمانوں نے صدائے مجاہد کو پڑھ کر جہاد کی مبارک زندگی کو اختیار کیا۔

جہاد میں عملی شرکت اور زخمی ہونا

1990ء کے بعد ہر سال سالانہ تعطیلات میں مستقل تین ماہ افغانستان کے مختلف محاذوں پر رہتے اور کئی معرکوں میں کمانڈر عبدالرشید شہید کے ساتھ شریک ہوئے۔ خوست کی سب سے گرم چھاؤنی باڑی سے آگے شکئی پوسٹ پر کمانڈر مولانا شبیر احمد شہید کی کمان میں دشمن پر حملہ کر رہے تھے کہ دشمن نے راکٹ کا گولہ مارا جو مولانا کے قریب آکر گرا اور مولانا کی ٹانگ پر شدید زخم آگیا۔ کچھ عرصے کے بعد زخم ٹھیک ہوگیا مگر بارود کا اثر اب تک جسم میں موجود ہے۔

تصنیفات

صدائے مجاہد کے علاوہ جہاد کے مختلف موضوعات پر مولانا نے کئی کتابیں بھی تحریر فرمائی ہیں۔

1- فضائل جہاد .. بخاری شریف کی چالیس احادیث کی ایمان افروز تشریح
2- مجاہد کی اذان (دو جلد) ..... اسلامی انقلاب کے لئے شاندار لائحہ عمل
3- جہاد رحمت یا فساد...... حقانیت جہاد پر بے شمار دلائل
4- میرا بھی ایک سوال ہے...... مسئلہ کشمیر کی جدید انداز سے وضاحت
5- اسلام اور جہاد کی تیاری ...... اسلحہ سیکھنے اور بنانے کے متعلق احادیث کی وضاحت
6- اللہ والے .. مجاہدین اسلام اور نصرت خداوندی کے حیرت انگیز واقعات

اور کئی کتابچے اور پمفلٹ جن میں مجاہدین اور شہداء کے فضائل ہیں۔

جہادی اسفار

مولانا یہ ارادہ رکھتے تھے کہ پوری دنیا میں جہاد کی دعوت کو عام کر دیا جائے اور ایک ایک مسلمان تک جہاد کی آواز پہنچ جائے اور مسلمان اپنی کھوئی ہوئی خلافت اسلامی اور عظمت رفتہ کو پھر سے قائم کر سکیں اس کے لئے آپ نے مختلف ممالک کے سفر بھی کئے اور بڑے بڑے اجتماعات میں بیانات بھی ہوئے۔

چنانچہ 1989ء' 1990ء' 1991ء میں بنگلہ دیش تشریف لے گئے۔ 1987ء میں پہلی مرتبہ حج کے لئے تشریف لے گئے تھے اور تقریباً" ہر سال جہاد کی دعوت کے سلسلے میں سعودی عرب جانا ہوا اور وہاں کے بڑے بڑے علماء اور شیوخ سے ملاقاتیں ہوئیں۔ 1992ء' 1993ء میں متحدہ عرب امارات جانا ہوا اور بڑے بڑے اجتماعات سے عربی میں بیانات ہوئے اور بے شمار نوجوان عملی طور پر جہاد میں شریک ہوئے۔

فروری' مارچ' 1991ء اور 1993ء میں زامبیا' افریقہ میں جانا ہوا۔

اگست 1993ء میں برطانیہ کا تفصیلی دورہ ہوا اور کئی علماء اور نوجوان جہاد میں شریک ہوئے۔

نومبر' دسمبر 1993ء میں افریقہ کینیا اور سوڈان کا صومالیہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے پاکستان کے معروف صحافیوں کے ساتھ دو مرتبہ سفر فرمایا۔ اسی طرح حضرت شیخ مسعود ایک عالمی فکر اور سوچ لے کر بہت تھوڑے وقت میں پوری دنیا میں پہنچ گئے اور مولانا کا اٹھنا بیٹھنا بلکہ زندگی کا ہر ہر لمحہ جہاد کے لئے گزرتا اور اپنا سب کچھ اسلام کی عظمت کے لئے قربان کر دیا۔

اگرچہ حرکت کی بنیاد مولانا ارشاد احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا فضل الرحمان خلیل نے رکھی اور اس کی بنیادوں کو کمانڈر مولانا خالد زبیر شہید' کمانڈر عبدالرشید شہید اور ان کے رفقاء نے اپنے خون سے مضبوط کیا مگر حرکت کو عروج بام پر پہنچانے والے مولانا محمد مسعود اظہر صاحب ہیں۔

سری نگر جیل میں

امت مسلمہ کا یہ عظیم محسن جس نے اپنے قلم' زبان اور تمام صلاحیتوں کو اعلاء کلمتہ اللہ کے لئے وقف کر دیا ہے جو بکھری ہوئی امت کو جوڑنے اور ان میں جذبہ جہاد پیدا کرنے کے لئے دنیا کے کونے کونے میں کوشاں ہے۔

جو رات کی تنہائیوں میں بھی اپنے مولی سے مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کے لئے دعائیں کر رہا ہے۔

جو اپنی عزت کو قربان کر کے دین کی عزت چاہتا ہے۔

جو اپنے آرام کو چھوڑ کر مسلمانوں کو آرام پہنچانا چاہتا ہے اور ان کو ظلم سے نکالنا چاہتا ہے۔

جس کی گفتار اس کے کردار کا نمونہ ہے۔

جس کی زندگی کا نصب العین خلافت اسلامیہ کا قیام ہے۔

جو امت کے ایک ایک نوجوان کو ...... مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت ...... صدیقؓ اکبر کا عزم ...... عمرؓ کا دبدبہ ...... عثمانؓ کی غیرت ...... علیؓ کی شجاعت ...... حمزہؓ کی یلغار ...... طلحہؓ و زبیرؓ کی جوانمردی ...... خالدؓ و ضرارؓ کی بہادری ...... ابو عبیدہ کی سپہ سالاری ...... ابو دجانہ کی چال ...... مصعب بن عمیرؓ کی جانثاری .. عمرو بن جموحؓ کے جذبات کا درس یاد دلاتا ہے۔

جو سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے مشن کا امین ہے جو مولانا قاسم نانوتویؒ اور شیخ الہند مولانا محمود حسن کے دیئے ہوئے نظریہ انقلاب کا سچا داعی ہے۔

جو اس دور میں علماء دیوبند کا ایک قابل فخر فرزند ہے جو کفر کے پنجہ استبداد میں جکڑی ہوئی امت مسلمہ تک پہنچ کر ان کی چیخ و پکار اور حالت زار کو پوری دنیا کے سامنے پیش کرنے کا خواہش مند ہے۔ چنانچہ اسی سوچ کے ساتھ وہ کشمیر

کے مظلوم مسلمانوں کی مظلومیت کا عینی مشاہدہ کرنے کے لئے اپنے دینی' اخلاقی اور صحافتی فرائض کے پیش نظر قانونی طریقہ اختیار کر کے کشمیر میں داخل ہوا وہاں کے ستم رسیدہ مسلمانوں کے حالات سن ہی رہا تھا کہ "گاؤ ماتا" کے پجاریوں نے بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے 10 فروری 1994ء کو ایک عظیم صحافی کے قلم کو ہاتھوں سمیت زنجیروں میں جکڑ کر پابند سلاسل کر دیا۔ پوری دنیا کے مظلوم مسلمانوں پر دن رات رونے والا عظیم انسان آج خود زنداں کی تاریک کوٹھڑیوں میں بے انتہا ظلم کا شکار ہے۔

جو پہلے بھی اور آج (پس دیوار زنداں) بھی امت کی مظلومیت اور بے حسی پر آنسو بہا رہا ہے۔

مگر اس پر آج سب خاموش ہیں ...... انسانی حقوق کے ادارے بھی خاموش ہیں صحافی بھی خاموش ہیں ...... اور اپنے مسلمان بھی چپ ہیں۔

آزادی صحافت اور انسانی حقوق کے علمبردار جس طرح بوسنیا اور صومالیہ میں ہونے والے ظلم پر خاموش ہیں اس مجاہد صحافی کی گرفتاری پر بھی مصلحت کے پردے میں ان کی زبانوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔

بے شک ساری دنیا خاموش ہو جائے۔

مگر مولانا کے قلم اور زبان سے اللہ پاک نے جہاد کا جو عظیم الشان کام لیا ہے اس کو تو کوئی بند نہیں کر سکتا۔

جب تک دنیا میں فتنہ کفر موجود ہے ...... میرے شیخ ...... کی آواز حق کفر کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کرتی رہے گی۔ انشاء اللہ

تحریر / سلطان محمود ضیاء

جز

اوّل

جہاد

ایک محکم فریضہ

مصنف

حضرت مولانا محمد مسعود اظہر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جہاد ایک محکم فریضہ

"قتال فی سبیل اللہ" اسلام کے محکم فرائض میں سے ہے اور اعلاء کلمۃ اللہ (اللہ تعالیٰ کے نام اور نظام کی سربلندی اور غلبے) کا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عزت کو جہاد کے عمل کے ساتھ مشروط فرما دیا ہے اور جہاد چھوڑنے پر دردناک عذاب اور ذلت کے مسلط کردیئے جانے کی وعید سنائی گئی ہے۔

جہاد ہی کے ذریعے سے اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام نافذ ہوتا ہے اور کفر کا فساد ختم ہو جاتا ہے۔

جہاد ہی کے ذریعے سے زمین اور کائنات کی بقاء ہے۔

اگر جہاد نہ ہو تو زمین پر فساد برپا ہو جائے اور عبادت گاہیں تباہ کر دی جائیں۔

جہاد میں مسلمانوں کی قوت اور شوکت ہے اور جہاد ہی میں مسلمانوں کی وحدت اور اجتماعیت کا راز پوشیدہ ہے۔

اسی لئے جب تک مسلمان جہاد کرتے ہیں وہ ایک امت بن کر رہتے ہیں اور جب جہاد چھوڑ دیتے ہیں تو مختلف ٹکڑیوں میں بٹ جاتے ہیں۔

کافر اس وقت تک مسلمانوں پر غلبہ نہیں پا سکتے جب تک مسلمان جہاد کرتے رہیں۔

میدان جہاد اگرچہ موت کا میدان ہے مگر مسلمان کو اسی میدان میں زندگی ملتی ہے۔

جہاد اگرچہ ایک مشکل عمل ہے مگر امت مسلمہ کو اسی عمل کی بدولت

مشکلات سے چھٹکارا ملتا ہے۔

جہاد اگرچہ گھر بار چھوڑ کر جان دینے کے لئے نکل جانے کا نام ہے مگر مسلمانوں کو اسی عمل کے ذریعے سے تمکین فی الارض اور خلافت فی الارض کی نعمتیں ملتی ہیں۔

جہاد کے اس ہتم بالشان مقام کی وجہ سے اسلام دشمن طاقتوں کی ہمیشہ سے یہی کوشش رہی ہے کہ وہ مسلمانوں کا جہاد برگشتہ کریں اور انہیں بزدل بنا کر اپنا تر لقمہ بنائیں۔

مسلمانوں کو مٹانے کے لئے جہاد کے خلاف یہ کوششیں ہمیشہ رہی ہیں اور ان کوششوں اور ان کے ناپاک اثرات کی ایک لمبی چوڑی تفصیل ہے۔

جسے سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور انسان حیران ہوتا ہے کہ کن کن مقدس اصطلاحات کو استعمال کر کے امت کو جہاد سے دور کیا گیا۔

اس تمام تفصیل سے قطع نظر اس سلسلے میں سب سے منظم کوشش انگریز نے برصغیر پر قبضہ کرنے کے وقت اور بعد میں کی۔

جہاد جیسے متفقہ محکم فریضے کو امت میں ایک اختلافی مسئلہ بنانے اور اس عملی فریضے کو کتابی طرز پر زیر بحث لانے کے لئے باقاعدہ ایک جھوٹی نبوت کو کھڑا کیا گیا۔

مرزا قادیانی ملعون نے انگریز کے ایماء پر جہاد کے منسوخ ہونے کا اعلان کیا اور مسلمانوں میں جہاد کے خلاف وساوس عام کرنے کے لئے اپنی تصنیفات کا جال پھیلا دیا۔

اس نے جہاد کے مسائل کو اس طرح سے خلط ملط کر ڈالا کہ آج تک اس کے اثرات محسوس کئے جا رہے ہیں۔ اس نے برصغیر میں یہ زہر گھول گھول کر پلایا اور حالت یہاں تک جا پہنچی کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ آج یہ تسلیم کرنے کے

لئے تیار نہیں کہ قتال فی سبیل اللہ' اللہ جل شانہ کا حکم ہے اور مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ دیگر احکامات شرعیہ کی طرح اس حکم کو بھی زندہ کریں۔

قادیانی ملعون کے وساوس اس قدر پھیل گئے کہ آج بڑے بڑے اہل علم "قتال فی سبیل اللہ" کو فاسق حکومتوں اور ان کی تنخواہ دار فوج کا فرض منصبی سمجھتے ہیں اور خود کو اور عام مسلمانوں کو اللہ کے اس حکم سے مکمل طور پر مستثنیٰ اور بری سمجھتے ہیں۔

ان مشکل حالات میں جبکہ مسلمانوں کی لغت میں سے "قتال فی سبیل اللہ" کو نکال دیا گیا تھا اور نہتے مسلمان' کافروں کی ہر سازش کا سستا شکار بنے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا اور جہاد افغانستان کے ذریعے سے جہاد کو امت مسلمہ میں پھر عمومی طور پر زندہ فرما دیا۔

لاکھوں شہداء کے مہکتے خون نے قادیانی کے بدبودار پروپیگنڈے کی مکدر فضاء کو جہاد کی خوشبو سے معطر کر دیا۔

جہاد کے خلاف پھیلائے گئے وساوس کے تار پود بکھرنے لگے۔ جہاد کو ناممکن کہنے والے بغلیں جھانکنے لگے۔ کافروں کی طاقت کو ناقابل تسخیر سمجھ کر مسلمانوں کو لڑنے سے روکنے والے اپنا منہ دیکھتے رہ گئے جہاد افغانستان رحمت کا بادل بن کر برسا اور اور مسلمانوں کے ویران دلوں کو آباد کر گیا۔

یہ ایمانی جذبوں کا ایک طوفان تھا جس نے سوویت یونین کی خوفناک طاقت کو خس و خاشاک کی طرح بہا دیا۔ لوہے اور بارود میں بے نظیر ترقی کرنے والا سوویت یونین نہتے مجاہدین کے ہاتھوں مار کھا کر اپنا وجود کھو بیٹھا اور جہاد نے ایک مرتبہ پھر اپنا آپ منوالیا۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں بھی جہاد افغانستان سے محبت

کرنے والوں اور اس جہاد میں چند قدم چلنے والوں میں شامل فرمالیا۔ یہ اس کا اتنا بڑا احسان ہے کہ اگر پوری زندگی شکر میں گزرے تو شکر کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

جن خوش قسمت مسلمانوں نے جہاد افغانستان کی حقیقت کو سمجھا اور دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ جہاد اس قدر بلندی اور عظمت والا تھا جسے کماحقہ بیان کرنا ناممکن ہے اسی وجہ سے اب تک کوئی مصنف یا مقرر جہاد افغانستان کا حق اپنی تقریر و تحریر میں ادا نہیں کرسکا۔

ڈاکٹر عبداللہ عزام جیسے بلند پایہ صاحب قلم اور صاحب بیان مجاہد سے جب یہ کہا گیا کہ آپ جہاد افغانستان کو بیان کرنے میں مبالغہ کرتے ہیں۔ یہ جہاد اس قدر عظیم نہیں جس قدر آپ کی خطابت و فصاحت اس کو عظیم بنادیتی ہے۔

تو ڈاکٹر عبداللہ عزام شہید رو پڑے اور ارشاد فرمایا کہ "ہائے کاش میرے پاس وہ قلم ہوتا جس سے میں اس جہاد کی حقیقت بیان کرسکتا اور وہ زبان ہوتی جس سے میں اس جہاد کا حق ادا کرسکتا میں نے اب تک جو کچھ کہا ہے اور لکھا ہے وہ اس جہاد کی حقیقت کا سوواں حصہ بھی نہیں ہے"

مجھے ڈاکٹر عبداللہ عزام شہید کی اس بات سے سو فیصد اتفاق ہے کہ جہاد افغانستان کی حقیقت کو کماحقہ بیان نہیں کیا گیا اور یہ بظاہر ممکن بھی نہیں ہے کہ چودھویں صدی کا وہ جہاد جس میں نصرت خداوندی میدانوں میں اتر کر لڑی ہو اور ملائکۃ اللہ مجاہدین کے شانہ بشانہ شریک ہوئے ہوں اس کی حقیقت اور کیفیت کو کماحقہ بیان کیا جاسکے۔

بہرحال اپنی بساط کے مطابق کوششیں کی گئیں اور الحمد للہ یہ کوششیں بار آور ثابت ہوئیں۔ مجاہدین ہی میں سے بعض افراد نے اپنے شہداء کے پیغام کو

دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کا عزم کیا۔

اور وہ بے سرو سامانی کے عالم میں پوری دنیا تک جہاد کی دعوت پہنچانے کا عزم لے کر نکلے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی نصرت فرمائی اور دیکھتے ہی دیکھتے امت میں جہاد کے زمزمے دوبارہ زندہ ہونے لگے۔ جہاد کے الجھائے گئے مسائل کی گتھیاں خود بخود سلجھنے لگیں۔

معصوم بچوں سے لے کر عورتوں اور بوڑھوں تک میں جہاد سے محبت کرنے والے اور جہاد کے لئے قربان ہونے والے پیدا ہونے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کو ان داعیان جہاد کے لئے مسخر فرمادیا اور جہاد کا پیغام ہواؤں کے دوش پر دنیا کے کونے کونے تک پھیل گیا۔

کل تک وہ موضوع جس پر کوئی مطالعہ کرنا گوارا نہیں کرتا تھا اہل تحقیق کا پسندیدہ موضوع بن گیا۔

وہ مسئلہ جسے چھپایا گیا تھا علی الاعلان بیان کیا جانے لگا الحمد للہ حرکۃ الانصار کے نوجوانوں کو اللہ تعالیٰ نے اس مبارک عمل کے احیاء کے لئے محنت کی خاص توفیق عطا فرمائی اور وہ اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں جہاد کی دعوت لے کر اندرون اور بیرون ملک نکل کھڑے ہوئے۔

ایک طرف تو وہ میدانوں میں آگ اور خون کا دریا عبور کررہے تھے اور دوسری طرف امت کا ایمان بچانے اور اسے جہاد پر لانے کے لئے سرگرداں تھے۔ ان کے پاس سوائے اخلاص اور تڑپ کے کچھ نہیں تھا۔ وہ سلگتے ہوئے جذبات اور تڑپتے ہوئے دل لے کر مسلمانوں کے دروازوں پر گئے اور انہیں جہاد کی دعوت دی۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت سے چند ہی روز میں فضاء بدلنے لگی اور جہاد امت مسلمہ کا مرغوب ترین موضوع بننے لگا۔

مشرق و مغرب سے خوش قسمت ارواح جہاد کا پیغام سن کر میدانوں کا رخ

کرنے لگیں، ماؤں کو اپنے جوان بچے راہ خدا میں قربان کرانے کی توفیق ملی اور بہنوں کے جذبات میں ایسا تلاطم آیا کہ وہ بھائیوں کو اللہ کے راستے کا غازی بنانے لگیں۔

مظلوم بیٹیوں نے پہلی مرتبہ روشنی کی کرن دیکھی۔ ویران مساجد کے کھنڈرات پر امید کی روشنی جھلملانے لگی۔ لٹی ہوئی عصمتیں اور چھینے ہوئے دوپٹے زیر لب دعائیں کرنے لگے۔ مایوسی کی اندھیری رات میں اگر روشنی کا کوئی چراغ تھا تو وہ مجاہدین تھے اور ان کا پیغام۔

جہاد کے موضوع پر لاکھوں کیسٹس چار دانگ عالم میں پھیل گئیں۔ جہادی لٹریچر اس قدر عام ہوا کہ کوئی نہ اسے روک سکا۔

بہت سے ایسے مسلمان جن کے سینوں میں جذبہ جہاد کی دبی ہوئی چنگاریاں موجود تھیں اس دیوانہ وار دعوت کو سن کر ان کی دبی چنگاریاں شعلوں میں بدل گئیں۔

احباب کی یہی خواہش تھی کہ اس دعوت کو مزید عام کیا جائے پھر کیا تھا ان میں سے کوئی لٹریچر کے دوسری زبانوں میں ترجمے میں مشغول ہوا تو کوئی کیسٹس اٹھائے دنیا کے ممالک میں پھیل گیا۔ کسی نے کتابیں چھپوانے کا بندوبست کیا تو کسی نے مشینیں لگا لگا کر دنیا بھر میں جہاد کی کیسٹوں کو عام کردیا۔ کوئی مجاہدین کے لئے اموال جمع کرنے لگا تو کوئی ان کے لئے افراد مہیا کرنے کی فکر میں لگ گیا۔

یہ امت کا خوش قسمت طبقہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور خلافت راشدہ کے دوبارہ قیام کی محنت کے لئے قبول فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو جہاد کرنے کی توفیق عطا فرمادیں۔

جز
دوم

جہاد رحمت
یا
فساد

مصنف
حضرت مولانا محمد مسعود اظہر

بسم اللہ الرحمٰن رحیم

تقریظ

از جانشین مفتی احمد الرحمٰنؒ

حضرت اقدس مولانا مفتی ڈاکٹر نظام الدین شامزی

دامت برکاتہم

سرور جو حق و باطل کے کارزار میں ہے
تو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہئے

الحمد للہ و کفی و الصلوۃ و السلام علی سید الرسول و خاتم الانبیاء و علی الہ و اصحابہ الا صفیاء اما بعد۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دنیا میں انس و جن کو فقط اپنی بندگی اور عبادت کے لئے پیدا فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا **وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون** اور پھران کو بندگی کے طور طریقے بتلانے کے لئے دو سلسلے جاری فرمائے۔ ایک سلسلہ انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام کے بعثت کا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی توحید و عبادت کی دعوت دیتے ہیں۔ جیسے کہ ارشاد ہے۔

وما ارسلنا من قبلک من رسول الانوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون۔

اور دوسرا سلسلہ انزال کتب کا۔ جس کے ذریعے سے ہدایت اور بندگی کے احکام بتائے گئے۔ ہدایت کے یہ دونوں ذریعے قیامت تک کے لئے باقی رہیں گے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی اور آخری کتاب کو نازل کیا۔ اب نہ اس کے بعد کوئی پیغمبر آئے گا اور نہ کوئی کتاب نازل ہوگی۔ **ماکان محمد ابا احدمن رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبین وکان اللہ بکل شئی علیما** ○ حدیث میں ارشاد ہے **ترکت فیکم امرین لن تضلواماتمسکتم بہما کتاب اللہ وسنتی۔** یعنی اللہ کی کتاب اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت گمراہی سے بچنے کا ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے جو کتابیں نازل کی تھیں ان کی تعلیم و تفسیر بھی ان انبیاء علیہم السلام کے ذمہ تھی جن پر وہ کتابیں نازل ہوتی تھیں۔ چنانچہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنے اقوال و اعمال کے ذریعے سے اس کے احکام کی تشریح کرتے تھے اور ہر ممکن اور جائز طریقے سے امت کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتابوں کا نزول اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی بعثت مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و نعمت تھی جس پر دنیا و آخرت کی کامیابی کا مدار تھا اور ہے جیسا کہ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے اس سلسلے کا آغاز فرمایا اور اس کے بعد مختلف اوقات میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بندوں کو ان کے حقیقی مولا اور مالک کی اطاعت، فرمانبرداری اور بندگی کی دعوت دیں اور اس کی نافرمانی سے بچائیں۔ فرمانبرداروں اور ماننے والوں کو جنت اور ابدی کامیابی و کامرانی کی خوش خبریاں سنائیں اور نافرمانوں اور نہ ماننے والوں کو جہنم و عذاب سے ڈرائیں۔

بندوں میں جو خوش نصیب اور سعید تھے انہوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ان عظیم نعمتوں کی قدر کی اور دنیا کی آلائشوں اور خواہشات سے کنارہ کشی کر کے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے دامن کو مضبوطی سے تھاما اور اپنے اعمال و افعال اور حرکت اور سکون کو انبیاء علیہم السلام کے اشاروں کا تابع کردیا اور اپنے آپ کو اس طرح اللہ تعالیٰ کے دین کے حوالے کیا جیسا کہ مردہ

بدست زندہ ہوتا ہے اور جو بے وقوف بد نصیب اور بد بخت تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کی قدر نہیں کی اور دین کے پر عمل پیرا ہونا ان کے لئے شاق تھا اور حیوانات و چوپایوں کی طرح بے مہار زندگی گزارنا ان کے لئے پسندیدہ ٹھہرا۔ جس کے نتیجہ میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی تکذیب کی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کو عار و ذلت جانا اور خواہشات نفسانی و شیطان کی اطاعت کو عزت سمجھا۔

جس طرح مشفق مہربان ماں باپ اپنی نالائق اور نافرمان اولاد کی اصلاح و تربیت میں کوئی کسر باقی نہیں رہنے دیتے ہیں ہر طرح سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ شفقت و اہتمام کے ساتھ حضرات انبیا علیہم الصلوۃ والسلام نے اپنے مشفقانہ اور مخلصانہ مواعظ اور نصائح سے امت کے ان نافرمان اور نالائق افراد کی تفہیم و اصلاح میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جیسے حضرت نوح کا ارشاد اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ **قال رب انی دعوت قومی لیلا ونہار اللم یزدھم دعائی الافراراوانی کلما دعوتھم لتغفرلھم جعلواصابعھم فی اذانھم واستغشو اثیابھم و اصر واواستکبر واستکبارا**

جب انبیا علیہم الصلوۃ نصیحت کرتے کرتے تھک گئے اور ان سرکشوں پر کوئی اثر نہ ہوا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسے لوگوں پر عذاب نازل فرمایا اور مخلصین و مومنین کو اس عذاب سے محفوظ رکھا اور منکرین کو ہلاک کرکے نیست و نابود کردیا' کسی کو غرق کیا کسی کو زمین میں دھنسایا اور کسی پر آسمان سے پتھر برسائے' کسی پر زلزلہ بھیجا۔ کسی پر تیز ہوا مسلط کرکے ہلاک کیا اور کسی کو خنزیر و بندر بنایا۔ یہ سب اللہ تبارک و تعالیٰ کے عذاب کے مختلف مظاہر تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اصل عذاب دینے والا تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ظہور ہمیشہ کسی حجاب اور واسطے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کو بھی اپنے دشمنوں کی ہلاکت کا حکم دیتے ہیں وہ بے چوں و چرا اللہ تبارک

و تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے جب دریا کو غرق کرنے کا حکم دیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو غرق کردیتا ہے۔ جب زمین کو دھنسانے کا حکم دیتا ہے تو وہ دھنسا دیتی ہے۔ جب ہواؤں کو پارہ پارہ کرنے کا حکم دیتے ہیں تو وہ تعمیل کرتی ہے۔ اگر فرشتوں کو حکم ہوتا ہے تو وہ زمین کو اٹھا کر الٹا کردیتے ہیں اور سرکشوں اور دشمنوں کو تباہ و برباد کردیا جاتا ہے۔

زمین میں جب سے سرکشی و بغاوت کا سلسلہ جاری ہے اسی وقت سے باغیوں کی سزا کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ جاری ہے' البتہ اس کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں یہ کشمکش جاری ہے اور جاری رہے گی بقول اقبال مرحوم

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بو لہبی

کسی ذی شعور سے بھی یہ مخفی نہیں ہے کہ عذاب و ہلاکت کا یہ سلسلہ عین حکمت اور مصلحت ہے پس جس طرح فرشتوں' ہواؤں' دریاؤں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی ہلاکت عین مصلحت اور حکمت ہے جس پر بدبخت اور مجنون کے سوا کوئی معترض نہیں ہوسکتا ہے۔ بعینہ اس طرح انبیا علیہم الصلوۃ والسلام اور ان کے متبعین اور ماننے والوں کے ہاتھوں کفار اور مکذبین و منکرین کی ہلاکت (بذریعہ جہاد) عین حکمت اور مصلحت ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین و مخلوق کے لئے رحمت ہے۔ کیونکہ جہاد و قتال میں بھی اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے تو بطور آلہ کے استعمال ہوتے ہیں۔ اصل عذاب دینے والے اور قتل کرانے والے تو اللہ تعالیٰ ہی ہوتے ہیں۔

چنانچہ ارشاد فرمایا **قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم۔** (التوبہ آیت ۱۴) ترجمہ ان کافروں سے جہاد و قتال کرو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب دیں گے۔

اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ بندوں کے ہاتھوں جہاد و قتال کے ذریعے سے جو عذاب اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو دیا جاتا ہے وہ حقیقت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے بندے اس عذاب کے لئے صرف واسطہ ہوتے ہیں جس طرح قتل اور مار پیٹ عذاب وغیرہ کبھی فاعل سے بلاواسطہ صادر ہوتا ہے اور کبھی بندوق تلوار یا تیر و تفنگ کے واسطے سے اسی طرح عذاب الٰہی کا ظہور کبھی بلاواسطہ ہوتا ہے اور کبھی انسانوں اور فرشتوں یا دوسری مخلوق کے واسطے سے ہوتا ہے۔ ارشاد ہے **ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی (الآیۃ)** آپ نے نہیں پھینکی (کنکریاں) جب پھینکی اللہ تبارک و تعالیٰ نے پھینکی۔ یعنی آپ صرف واسطہ تھے فعل اللہ تعالیٰ کا تھا۔ سورہ توبہ میں ارشاد ہے۔

ونحن نتربص بکم ان یصیبکم اللہ بعذاب من عندہ اوبایدینا

یعنی ہم منتظر ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تم کو براہ راست اپنی طرف سے عذاب پہنچائے یا ہمارے ہاتھوں کے ذریعے۔ اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ جہاد و قتال کے ذریعے سے کفار کو عذاب دیا جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے۔ بندوں کے ہاتھ اس میں بندوق و تلوار کی طرح صرف واسطہ ہوتے ہیں۔ سورہ الانفال میں اسی بات کو نہایت وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ **فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم** یعنی ان کفار کو تم نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی نے انہیں قتل کیا۔ اب ان آیات کی روشنی میں ان لوگوں کو سوچنا چاہیے جو جہاد کو فساد و ہلاکت اور بربادی سے تعبیر کرتے ہیں کہ ان کے اس قول کی زد خود اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات اقدس پر پڑتی ہے لہٰذا جو لوگ اللہ تعالیٰ کے افعال کو (چاہے وہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ) فساد کہتے ہیں یا یہ سوچ رکھتے ہیں انہیں اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے بلکہ میرے ناقص خیال میں تو یہ آتا ہے کہ ایسے لوگوں کو بغیر کسی پس و پیش کے توبہ کر کے احتیاطاً" تجدید ایمان و نکاح کرنا چاہیے۔

کیونکہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ جہاد میں قتل و قتال اللہ تعالیٰ ہی کراتے ہیں بندہ تو

صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے واسطہ اور آلہ ہوتا ہے۔ کما قیل؛

فانت حسام الملک واللہ ضارب
وانت لواء الدین واللہ عاقد

آج کے اس نام نہاد مہذب دور میں بھی بلااستثناء دنیا کے تمام ممالک میں حکومت و سلطنت کے خلاف بغاوت کرنا ناقابل معافی جرم ہے اور تمام دساتیر عالم میں اس کی سزا موت ہے او اس کو کوئی فساد و بربادی ملک سے تعبیر نہیں کرتا ہے بلکہ اس کو عین حکمت و مصلحت اور حکومت و سلطنت اور ملک کی حفاظت کا ذریعہ سمجھتے ہیں لیکن جو لوگ اللہ تبارک و تعالیٰ کے دشمن اور باغی ہوتے ہیں ان کے ساتھ قتال و تعارض کو فساد کہتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت اور دین حق کی حفاظت کے حاسے یکسر محروم ہو چکے ہیں۔

وہ لوگ جو یورپ زدہ اور مغربی علوم سے مرعوب تھے جیسے سرسید اور ان کے اتباع انہوں نے بھی یکسر جہاد کا انکار نہیں کیا اور نہ اس کو شرو فساد قرار دیا البتہ اقدامی جہاد کا انکار کیا۔ اگرچہ دین اقدامی اور دفاعی دونوں طرح کے جہاد ثابت ہیں لیکن آج اگر پوری دنیا پر آپ نظر ڈالیں تو اقدامی جہاد کا تو نام و نشان بھی نہیں ہے۔ (اللہ تعالیٰ اسے د جاری فرمائے آمین) آج کل تو مسلمان مجبور و مقہور ہیں چاہے وہ افغانستان و فلسطین ہو یا کشمیر و برما اور بوسنیا ہو' اب تو جہاں بھی مسلمانوں نے ہتھیار اٹھائے ہیں صرف اپنی حفاظت کے لئے ہیں جو لوگ اس کو بھی فساد قرار دیتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ کس قسم کے مسلمان ہیں اور وہ ہمیں کسی رہبانیت و عیسائیت کی تعلیم دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے شروفتن سے ہمیں محفوظ رکھے۔ (آمین)

قتال فی سبیل اللہ دین کے اعلاء کا واحد ذریعہ ہے جس کے ہم سب مامور ہیں اگر قتال و جہاد کے علاوہ دین کے اعلاء و حفاظت کا اور کوئی ذریعہ ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم اس کو اختیار فرماتے اور صحابہ اس کے مطابق عمل کرتے لیکن جب خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا حکم دیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے اس کو اختیار کیا اور تاقیامت اس کو باقی رکھنے اور رہنے کا حکم اور مژدہ سنایا یہاں تک کہ اس دنیا کے آخری اور سب سے بڑے فتنے دجال کا قلع قمع بھی جہاد ہی کے ذریعے سے ہوگا تو معلوم ہوا کہ یہ راستہ عین حکمت و مصلحت کا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ شرو فساد کو پسند نہیں کرتے اور نہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے فساد میں حصہ لیتے ہیں اس لئے جہاد و قتال فی سبیل اللہ کو شرو فساد سمجھنا اللہ تعالیٰ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اولیاء امت و صلحاء اسلام کو فسادی قرار دینا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص دعویٰ اسلام و ایمان کے ساتھ اس قسم کی بات کا تصور بھی کرسکتا ہے۔

بندہ نے **اخی فی اللہ محبی و محبوبی** حضرت مولانا محمد مسعود اظہر صاحب دامت برکاتہم کا رسالہ "جہاد رحمت یا فساد" اول سے آخر تک دیکھا۔ ماشاء اللہ الحمد للہ انہوں نے بہت فاضلانہ اور مجتہدانہ طرز سے اس شبہے کا ازالہ کیا ہے۔

بندہ مولانا موصوف کے کمالات و اخلاص اور دینی درد کا پہلے سے معتقد تھا لیکن اس رسالے کے دیکھنے سے اس میں دو چند و سہ چند اضافہ ہوا۔ **اللھم کثر فینا امثالہ۔** اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل صحت و جوانی میں برکت عطا فرمائے اور ان کی اس تحریر کو امت کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

نظام الدین شامزی ۷ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

تقریظ

از حضرت مولانا فضل محمد صاحب مدظلہ العالی

استاد حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر ۵

(۱) کسی چیز پر فساد یا غیر فساد کا حکم انسان اپنی طرف سے نہیں لگا سکتا ہے۔ انسانی طبائع چونکہ مختلف واقع ہوئی ہیں۔ اس لئے ایک ہی چیز کسی کی طبیعت میں فساد معلوم ہوتی ہے کسی کی طبیعت میں غیر فساد۔

(۲) بسا اوقات ایک کام بظاہر فساد معلوم ہوتا ہے اور اس کی ظاہر صورت فساد کی ہوتی ہے لیکن اس کی حقیقت میں عظیم رحمت پنہاں ہوتی ہے۔ لہٰذا کسی چیز پر فساد یا رحمت کا فیصلہ انسان کی ظاہربینی یا طبیعت کا کام نہیں ہے۔ بلکہ اس کو آسمانی شریعت پر چھوڑنا لازم ہے۔ ورنہ ظاہربین انسان بہت ساری چیزوں پر فساد کا حکم لگا کر اسے ختم کرنے کا مطالبہ کرے گا۔ مثلاً (۱) معصوم بچے کا ختنہ بھی بظاہر ایذا رسانی اور فساد ہے' اس کو بھی چھوڑ دو۔ (۲) چور کا ہاتھ کاٹنا بھی فساد ہے اس کو بھی ترک کردو۔ (۳) ڈاکو' رہزن کو سولی پر لٹکانا بھی فساد ہے۔ (۴) زانی غیر محصن کو کوڑے مارنا اور محصن کو سنگسار کرنا بھی فساد ہے اسے بھی چھوڑ دو۔ (۵) زچگی کے وقت اگر بچہ پیدا نہیں ہوسکتا ہے تو فقہاء نے پیٹ کے کاٹنے کا حکم دیا ہے یہ بھی فساد ہے اس کو بھی چھوڑ دو تاکہ زچہ و بچہ دونوں مرجائیں۔

(۶) مردہ عورت کے پیٹ میں بچہ تڑپتا ہے تو پیٹ چاک کرکے بچہ نکالنا بھی فساد ہے۔ اس کو بھی ترک کردو تاکہ بچہ اندر ہی اندر مرجائے۔ (۷) معصوم بچی کے کان اور ناک چھیدنا بھی فساد ہے' اسے بھی ترک کردو۔ (۸) سانپ ڈنگ مارنے آرہا ہے اسے قتل کرنا بھی فساد ہے۔ اس کو بھی چھوڑ دو کہ جہاں پر چاہے ڈنگ مارے۔ (۹) گائے کے ذبح کرنے کو بھی بہت سے لوگ فساد سمجھتے ہیں۔ اس سے بھی باز آجاؤ۔ (۱۰) بقر عید میں کثیر

تعداد میں جانوروں کی جان جاتی ہے یہ بھی فساد ہے اسے بھی چھوڑ دو۔ (۱۱) شرابی کو کوڑے لگا کر عوام کے سامنے رسوا کرنے میں بھی فساد ہے یہ بھی نہ کرو، پاک دامن عورت کو غلیظ گالی بکنے والے اور بہتان باندھنے والے کو ۸۰ کوڑے سرعام لگانا بھی فساد ہے اسے بھی چھوڑ دو۔ اس طرح مختلف طبائع اور مختلف آراء کا لحاظ کر کے دین متین سے چھٹی ہو جائے گی۔ نہیں بھائی! "یہ ہمارا دین ہے اس دین نے ہم کو کچھ اصول دیئے ہیں اور ہم کو اس کا پابند بنایا ہے"۔

من معشر سنت لهم ابائهم، ولكل قوم سنة وامامها

اسی موضوع پر اخونا المحترم العالم الفاضل حضرت مولانا محمد مسعود اظہر صاحب نے "جہاد رحمت یا فساد" کے عنوان سے یہ کتاب تالیف فرمائی ہے جو انتہائی سلیس، عام فہم مضمون، مسلسل مدلل اور علمی نکات پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ اس مرد مجاہد کو اجر جزیل عطا فرمائے اور اس کتاب کو نافع عام و خاص بنائے۔ آمین

فضل محمد عفی عنہ بنوری ٹاؤن، کراچی نمبر۵
۱۰ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن رحیم

جہاد رحمت یا فساد

جہاد کے متعلق ایک شبہے کا ازالہ

جہاد کے متعلق ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ جہاد قتل و غارت اور دنگے فساد کا نام ہے، اور بہت سے کافر صرف اسی لئے دین اسلام کو قبول نہیں کرتے کہ اس میں جہاد کا حکم موجود ہے۔ مستشرقین نے بھی اس بات کو خوب اڑایا ہے کہ اسلام میں جبر و تشدد اور ظلم و ستم بہت زیادہ ہے اور اسلام جبری بھرتی کا قائل ہے۔ مستشرقین کے اس قسم کے اعتراضات سے گھبرا کر ہمارے بہت سے مصنفین اور سیرت نگار حضرات نے جہاد کے سلسلے میں انتہائی معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا اور اسلامی فتوحات، غزوات اور سرایا کو فخر سے بیان کرنے کی بجائے شجاعت و قربانی کی ان داستانوں کو بہت شرمساری اور ندامت کے ساتھ بیان کیا ہے اور جگہ جگہ صفائی پیش کی ہے کہ سخت مجبوری کی وجہ سے ایسا کرنا پڑا ورنہ اسلام میں تلوار و تیر کو کیا دخل۔

جبکہ ہمارے اکابر نے اپنی تصانیف میں اور سیرت کی کتب میں غزوات و سرایا کو بڑے ہی شاندار انداز میں پیش فرمایا ہے اور صحابہ کرام کی شجاعت اور قربانی کی داستانوں کو تاریخ اسلام کے لئے بطور فخر اور نمونے کے پیش کیا ہے بلکہ بعض اکابرین نے تو اس موضوع پر مستقل تصانیف بھی تحریر فرمائی ہیں اور عزم و ہمت کے نشانوں کو تاریخ کے تابندہ نقوش بنادیا ہے۔ ہم ذیل میں شرعی اور عقلی دلائل کے تناظر میں مختصر طور پر اس اہم موضوع پر گفتگو کریں گے۔ اللہ رب العزت ہم سب مسلمانوں کو جہاد کے اہم اور قطعی فریضے کو زندہ کرنے کی اور اس فریضے کی برکات کو اور رحمتوں کو پوری دنیا میں عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمارا دعویٰ

اہل اسلام کا اس مسئلے پر اجماع ہے کہ جہاد اللہ رب العزت کی طرف سے ایک عظیم الشان رحمت ہے اور اس رحمت کے ذریعے سے اللہ کی زمین اور یہ پورا عالم باقی ہے اور [illegible] جہاد نہ ہو تو یہ زمین تباہ و برباد ہو جائے اور پورے عالم میں فساد برپا ہو جائے۔ نہ مساجد

یعنی حق اور باطل کے آپس کے ٹکراؤ ہی کی وجہ سے عبادت گاہیں باقی رہیں اور باقی ہیں۔ اگر یہ سلسلہ بند ہو جائے تو پھر اللہ کی زمین پر اللہ کا نام لینے والا بھی نہ رہے اور یہی الفاظ حضور علیہ السلام نے حق و باطل کے پہلے فیصلہ کن معرکے بدر کے دن جنگ شروع ہونے سے قبل دعا میں ارشاد فرمائے کہ یا اللہ اگر یہ چھوٹی سی جماعت آج ہلاک ہوگئی تو پھر روئے زمین پر تیرا نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔

یعنی اگر کسی وقت اور کسی حالت میں ایک جماعت کو دوسری جماعت سے جنگ کی

زمین (تمام تر) فساد سے پر ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں، جہاں والوں پر (اس لئے وقتاً "فوقتاً" اصلاح فرماتے رہتے ہیں)۔

اہم نکتہ

اس آیت کریمہ کے سیاق و سباق اور شان نزول پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے کچھ عرصہ بعد حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کے بچپن کے زمانے میں بنی اسرائیل کی نیت بگڑی تب روئے زمین کا ظالم کافر بادشاہ جالوت نامی ان پر مسلط ہوا، اور اس ظالم بادشاہ نے قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا، لوگوں کو ان کے گھروں سے بے گھر کر دیا تھا اور ان کی اولاد کو قید و بند کی صعوبتوں میں جکڑا ہوا تھا۔ اس وقت کے مظلوم لوگوں نے اس ظلم و فساد سے نجات کے لئے وقت کے نبی حضرت اشموئیل علیہ السلام سے کہا کہ ہمارے لئے کسی بادشاہ کو مقرر فرمایئے تاکہ اس کی قیادت میں ہم ظالم بادشاہ جالوت سے جہاد کریں اور ظلم سے نجات پائیں۔ پیغمبرؑ نے فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر قتال کا حکم نازل فرمادے اور تم لڑنے سے انکار کردو۔ لوگوں نے کہا کہ ہم کیسے نہیں لڑیں گے جبکہ ہمیں اپنے گھروں اور بیٹوں سے جدا کردیا گیا ہے۔ پھر اللہ رب العزت نے ان پر لڑائی کو فرض کیا تو سوائے تھوڑے سے لوگوں کے اکثریت نے انکار کردیا۔ بہرحال ان کے نبی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنایا ہے، تم ان کی قیادت میں جہاد کا مبارک عمل کر کے ظلم سے نجات پاؤ۔

حضرت طالوت غریب اور محنتی آدمی تھے۔ لوگون کو ان کی بادشاہت پر اعتراض ہوا کہ ہمارا بادشاہ تو کوئی مالدار اور حسب نسب والا ہونا چاہیے۔ پیغمبرؑ نے فرمایا کہ اللہ پاک نے طالوت ہی کو بادشاہت کے لئے پسند فرمایا اور انہیں علمی و جسمانی طور پر بھی تم پر فوقیت دی ہے اور اللہ پاک قادر ہے کہ جسے چاہے بادشاہت کے لئے منتخب فرمادے۔ قصہ طویل ہے۔ الختصر یہ کہ طالوت اپنی فوج کو مختلف آزمائشوں سے گزارتے ہوئے جب جالوت

کے ٹڈی دل لشکر کے سامنے لائے تو صرف تین سو تیرہ افراد بچ گئے تھے باقی مختلف امتحانوں میں ناکام ہو کر اور مختلف حالات سے گھبرا کر پیچھے رہ گئے تھے لیکن اللہ رب العزت تو کثرت اور قلت سے بے نیاز ہے۔ وہ تو اپنے بندوں میں کھرے اور کھوٹے کو پہچاننے کے لئے جہاد کے میدان میں آنے کا حکم دیتا ہے اور پھر جتنے لوگ بھی پہنچ جاتے ہیں اللہ رب العزت انہیں فتح سے ہمکنار کرتا ہے۔ حضرت طالوت کا یہ مختصر لشکر جالوت کے طاقتور اور مضبوط لشکر کے مقابلے میں آن کھڑا ہوا۔ مقابلے کے لئے خود جالوت اکڑتا ہوا نکلا، ادھر سے طالوت نے ایک چھوٹے بچے، جو کل نبوت کا تاج پہننے والے تھے یعنی حضرت داؤدؑ کو جالوت کے مقابلے میں لاکھڑا کیا۔ جالوت یہ کہہ رہا تھا کہ میں اکیلا کافی ہوں تم سب کے لئے، مگر حضرت داؤدؑ کے پھینکے ہوئے پتھر نے اس ظالم سرکش کا خاتمہ کردیا اور اس کے ظلم سے بنی اسرائیل کو نجات ملی اور اللہ کی زمین پر پھر امن و امان قائم ہوگیا۔

اس واقعہ کے بعد اللہ رب العزت یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر حق و باطل کے ٹکراؤ کا یہ سلسلہ نہ ہوتا تو پھر زمین تباہ ہوجاتی، مگر اللہ رب العزت جہان کے لوگوں پر بہت مہربان ہے اور وہ باطل کے ساتھ حق کو ٹکرا دیتا ہے۔ اور باطل کی نحوست سے پورے عالم کو بچا دیتا ہے اور حق کو غلبہ عطا فرما کر دوسرے لوگوں کے لئے حق پر آنے کی راہ کو ہموار فرما دیتا ہے۔ اور اس وقت یہ ضروری نہیں ہوتا کہ باطل کی دندناتی ہوئی طاقت کے سامنے حق بھی بہت مضبوط اور طاقتور ہو اور باطل کی قوت کے مساوی یا زیادہ قوت اس کے پاس ہو، بلکہ یہ ضروری ہوتا ہے کہ حق والے ہمت کر کے نکلیں اور باطل سے ٹکرانے کا فیصلہ اللہ پاک کے بھروسے پر کرلیں خواہ وہ کتنے ہی تھوڑے اور کمزور کیوں نہ ہوں۔ جیسا کہ طالوت کے ساتھ صرف تین سو تیرہ افراد نکلے اور اللہ رب العزت نے انہیں جالوت کے بے انتہا طاقتور لشکر پر غلبہ دیا اور جالوت جیسے طاقتور کو ایک کمزور بچے حضرت داؤدؑ کے ذریعے سے ہلاک کروا دیا۔

اسی طرح اللہ رب العزت نے بدر کے میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور

آپ کے ساتھیوں کو جو کہ بہت ہی تھوڑی تعداد اور بغیر تیاری کے تھے قریش مکہ کے مضبوط طاقتور اور بڑے لشکر پر فتح دی اور ابوجہل جیسے فرعون کو دو بچوں کے ہاتھوں تڑپا دیا۔ یہ دو بچے حضرت معاذؓ اور حضرت معوذؓ تھے اور قریش کے اس متکبر اور جابر سردار کی گردن کاٹنے کا شرف حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ کو عطا فرمایا جو کہ دنیاوی اعتبار سے نہ وجاہت رکھتے تھے اور نہ کسی بڑے خاندانی شرف کے حامل تھے۔ بدر کے میدان میں نہتے مسلمانوں کے ہاتھوں سے ان مفسدین کو ہلاک کروادیا جن کی وجہ سے پورا حجاز ظلم وجہالت اور کفر و شرک میں جکڑا ہوا تھا مگر جب یہ ستر کافر مردار ہوگئے تو پھر اسلام کی راہیں کھل گئیں اور اسلام کے عادلانہ نظام نے حجاز ہی نہیں بلکہ دنیا کے اکثر حصے پر امن وسکون کی شمعیں فروزاں کردیں۔

ایک اٹل حقیقت

ان آیات کے ذیل میں حضرت شیخ الاسلام تحریر فرماتے ہیں۔

جالوت کا لشکر بھاگا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی پھر طالوت نے حضرت داودؑ سے اپنی بیٹی کا نکاح کردیا اور طالوت کے بعد حضرت داودؑ بادشاہ ہوئے اس سے معلوم ہوگیا کہ حکم جہاد ہمیشہ سے چلا آرہا ہے اور اس میں اللہ کی بڑی رحمت اور احسان ہے۔ نادان کہتے ہیں کہ لڑائی نبیوں کا کام نہیں۔ (تفسیر عثمانی ص ۶۹)

ایک دلچسپ عقلی نکتہ

زمین اگر بنجر ہوجائے تو تین کام کئے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے اچھی طرح ہل چلایا جاتا ہے۔ فاضل جڑی بوٹیوں کو کاٹ دیا جاتا ہے۔ دوسرے نمبر پر خوب کھاد ڈالی جاتی ہے۔ تیسرے نمبر پر بیج بویا جاتا ہے تو زمین سرسبز و شاداب ہوجاتی ہے اور خوب پھل

پھول اگتے ہیں۔

اسی طرح جب اللہ کی زمین پر کفر و شرک اور ظلم و زیادتی کا فساد برپا ہوجاتا ہے تو پہلے جہاد و قتال کا ہل چلایا جائے پھر کافروں کے غلیظ خون کو بطور کھاد کے زمین میں ڈالا جائے اور یہ تجربے کی بات ہے کہ کھاد جس قدر زہریلی ہو اسی قدر زمین میں قوت پیدا ہوجاتی ہے۔ اسی طرح جس قدر زیادہ خطرناک اور اسلام دشمن کافروں کا خون زمین میں ڈالا جائے گا اسی قدر زمین بہتر ہوگی پھر بطور بیج کے مسلمانوں کا اپنا خون چھڑکا جائے یعنی شہداء کا مبارک خون اس میں پڑے گا تو اسلام پھیلے گا پھولے اور ایمان کا شجر طیبہ تناور ہوتا چلا جائے گا۔

تیسری دلیل

زمین پر فساد برپا ہونے کا ایک بڑا سبب وہ فتنے ہیں جن کو قرآن مجید نے قتل سے زیادہ سخت قرار دیا ہے جیسا کہ **الفتنۃ اکبر من القتل** (البقرہ آیت نمبر ۲۱۷)

ترجمہ: "اور لوگوں کو دین سے بچلانا قتل سے بھی بڑھ کر ہے"۔

قرآن مجید میں جگہ جگہ فتنوں کی مذمت کی گئی ہے اور کافروں کا شیوہ یہ بتلایا گیا کہ وہ فتنے برپا کرتے ہیں۔

اور قرآن مجید نے ان لوگوں کا جن کے دلوں میں کجی ہے اور کھوٹ ہے یہ شیوہ بتلایا ہے کہ وہ قرآنی آیات میں فتنے تلاش کرتے ہیں۔

(آل عمران آیت نمبر ۷)

اور یہی فتنے انسانوں کے درمیان افتراق و انتشار کا باعث بنتے ہیں اور ایک ایک فتنے کی وجہ سے علاقوں کے علاقے تباہ ہوجاتے ہیں اور خلق خدا گمراہی کے گڑھوں میں جاگرتی ہے اور جہاد ان تمام فتنوں کا علاج ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وقاتلوهم حتى لاتكون فتنة ويكون الدين لله

(البقرہ آیت نمبر ۱۹۳)

ترجمہ: اور لڑو ان سے یہاں تک کہ نہ باقی رہے فساد اور حکم رہے اللہ تعالیٰ ہی کا

(ترجمہ حضرت شیخ الہند)

یعنی جہاد کا مقصد ہی یہ ہے کہ ظلم و فساد دور ہو اور کافر کسی کو دین سے گمراہ نہ کر سکیں اور اللہ پاک کا قانون دنیا میں جاری ہو جائے جو کہ قانون فطرت ہے اور دنیا کو اس قانون کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح کہ بنجر زمین کو پانی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی لئے اگلی آیات میں ارشاد فرمایا کہ اگر یہ لوگ کفرو شرک سے باز آجائیں تو پھر ان پر زیادتی کی گنجائش نہیں۔ جہاد کا عمل صرف اور صرف فتنے فساد اور بدی کو ختم کرنے کے لئے ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت شیخ الاسلامؒ کا یہ تاریخی جملہ نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ حضرت شیخ الاسلامؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

"ہاں جو فتنے سے باز نہ رہیں ان کو شوق سے قتل کرو"۔ (تفسیر عثمانی صہ ۵۱)

تو جہاد کا مقصد کس قدر عالی ہے اور عظیم الشان ہے۔ اسی طرح سورہ انفال میں ارشاد ربانی ہے۔

وقاتلوهم حتى لاتكون فتنة ويكون الدين كله لله۔

(ترجمہ) اور لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فساد اور ہو جائے حکم سب اللہ کا۔ (ترجمہ شیخ الہند ۳۱۴)

تشریح: یہ جہاد کا آخری مقصد ہے کہ کفر کی شوکت نہ رہے، حکم اکیلے خدا کا چلے۔ دین حق سب ادیان پر غالب آجائے۔ (**ليظهره على الدين كله**) خواہ دوسرے باطل ادیان کی موجودگی میں جیسے خلفائے راشدین وغیرھم کے عہد میں ہوا، یا سب باطل مذاہب کو ختم کرکے، جیسے نزول مسیح کے وقت ہوگا۔ بہرحال یہ آیت اس کی واضح دلیل ہے کہ جہاد و قتال خواہ اقدامی ہو یا دفاعی، مسلمانوں کے حق میں اس وقت تک برابر مشروع رہے گا۔ جب تک یہ دونوں مقصد حاصل نہ ہو جائیں۔

(تفسیر عثمانی صہ ۳۱۴)

قرآن مجید کو اللہ رب العزت نے شفا اور رحمت بنا کر اتارا ہے۔ قرآن مجید نے فتنوں کا علاج قتال تجویز فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قتال میں شفا بھی ہے اور رحمت بھی ہے۔ رحمت کا تذکرہ تو مذکورہ بالا آیات میں ہو گیا جبکہ قتال کا دلوں کے لئے شفا ہونا بھی قرآن مجید میں صراحتاً" مذکور ہے۔ ملاحظہ فرمایئے ارشاد باری تعالیٰ جس میں قتال کے چھ فائدے مذکور ہیں۔

قاتلوهم يعذبهم الله بايديكم ويخزهم و ينصركم عليهم ويشف صدور قوم مومنين ○ ويذهب غيظ قلوبهم ويتوب الله على من يشاء والله عليم حكيم (توبہ آیت ۱۴)

ترجمہ: لڑو ان سے تاکہ عذاب دے اللہ پاک ان کو تمہارے ہاتھوں سے، اور انہیں رسوا کرے، اور تمہیں ان پر غالب کرے اور ٹھنڈے کرے دل مسلمانوں کے، اور نکالے ان کے دلوں کی جلن، اور اللہ پاک جس کو چاہے گا توبہ نصیب کرے گا اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

ایک اہم نکتہ

قرآن مجید نے قتل و غارت گری سے سختی کے ساتھ منع فرمایا اور اس کی سزا دائمی طور پر جہنم کا ٹھکانہ قرار دی۔

ومن يقتل مومنا متعمدا فجزاءه جهنم خالدا فيها وغضب الله عليه ولعنه واعدله عذابا" عظيما" (نساء آیت نمبر ۹۳)

ترجمہ: اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا جہنم ہے ہمیشہ کے لئے اور اللہ کا اس پر غضب ہوگا اور لعنت۔ اور اس کے واسطے اللہ پاک نے بڑا عذاب تیار کیا ہے۔

اس آیت کریمہ میں تو مسلمانوں کے قتل کی وعید ہے جبکہ دوسری آیت میں کسی بھی ناحق جان کو قتل کرنا گویا کہ پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔

"انہ من قتل نفساً" بغیر نفس اوفساد فی الارض فکانما قتل النلس جمیعاً" ۔

سورۃ المائدہ۔ آیت ۳۲

ترجمہ : جو کہ قتل کرے ایک جان کو بلاعوض جان کے یا بغیر فساد کرنے کے ملک میں تو گویا قتل کرڈالا اس نے سب لوگوں کو۔

تشریح : کیونکہ ایک آدمی کے قتل و غارت گری کرنے سے دوسروں کو بھی یہ راستہ معلوم ہوجاتا ہے اور اس کی ہمت پیدا ہوجاتی ہے۔ بہرحال قرآن مجید نے سختی کے ساتھ قتل وغیرہ سے منع فرمایا مگر بعض جرائم معاشرے کی تباہی و بربادی میں وہی کردار ادا کرتے ہیں جو خطرناک کینسر جسے نہ کاٹا جائے تو پورا بدن اس کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔ اسی طرح اگر انسانی معاشرے سے ان جرائم اور خرابیوں کو نہ کاٹا جائے تو پورے معاشرے کی بربادی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے بہت سے فتنوں کا واحد علاج قتال کو قرار دیا۔ تو جب یہ قتال بطور علاج کے ہوگا تو اب اس میں قباحت نہیں رہے گی بلکہ یہ رحمت بن جائے گا کیونکہ اس کی بدولت پوری انسانیت غلیظ اور مہلک امراض سے بچ جائے گی۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ پہلے اس مرض اور فتنے کی قباحت اور شناعت کو بیان کرتا ہے اس کی خرابیوں اور تباہ کاریوں سے پردہ ہٹاتا ہے پھر قتال کے ذریعے سے اس کے مکمل خاتمے کا یا اس حد تک خاتمے کا کہ وہ امن و سلامتی کی راہ میں رکاوٹ نہ رہے، حکم دیا جاتا ہے۔

قرآن حکیم میں مختلف فتنوں سے قتال کا حکم

فتنوں کے خاتمے کے لئے قرآن مجید کی طرف سے قتال کے حکم اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے اس پر کامیاب عمل کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

مشرکین کے ساتھ قتال کا حکم

قرآن مجید نے مشرکین کے ساتھ قتال کا حکم دیا۔ ملاحظہ فرمائیں سورہ توبہ آیت نمبر ۳۶۔ ارشاد ربانی ہے۔

وقاتلو المشرکین کافتہ کمایقاتلونکم کافہ و اعلمو ان اللہ مع المتقین۔

سورۃ توبہ۔ آیت ۳۶

ترجمہ : اور لڑو سب مشرکوں سے ہر حال میں جیسے وہ لڑتے ہیں تم سب سے ہر حال میں اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے ڈرنے والوں کے۔

کفر کے سرداروں کو قتل کرنے کا حکم

اسی طرح قرآن مجید نے کفر کے سرداروں سے قتال کا حکم دیا کیونکہ فتنے کی جڑ ہی کفر کے سردار ہوتے ہیں جبکہ ان کے متبعین ان کی اندھی تقلید کر کے فتنے برپا کرتے ہیں۔ اگر کفر کی جڑ کو ختم کردیا جائے تو پھر کفر زیادہ دن تک نہیں رہ سکتا۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔

وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمتہ الکفرانھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون۔

(سورہ توبہ آیت نمبر۱۲)

ترجمہ : اگر وہ توڑ دیں اپنی قسمیں عہد کرنے کے بعد اور عیب لگائیں تمہارے دین میں تو لڑو کفر کے سرداروں سے، بیشک ان کی قسمیں کچھ نہیں تاکہ وہ باز آجائیں۔

اہل کتاب سے قتال کا حکم

اسی قرآن مجید میں اہل کتاب سے جہاد و قتال کا صریح حکم موجود ہے دیکھئے۔ سورہ توبہ' آیت نمبر۲۹)

قاتلوا الذین لایومنون باللہ ولا بالیوم الاخر ولا یحرمون ماحرم اللہ و رسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتو الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن یدوھم صاغرون۔ سورۃ توبہ۔ آیت ۲۹

ترجمہ لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ آخرت کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں اس کو جس کو حرام کیا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں سچا دین۔ ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر۔ (سورہ توبہ آیت نمبر۲۹)

گستاخان رسول سے قتال کا حکم

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازشیں کرنے والے بدزبانی کرنے والے اور ایذا پہنچانے والے کافروں سے قتال کا حکم دیا۔

ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا"

(سورہ احزاب آیت نمبر۶۱)

ترجمہ یہ لوگ ملعون ہیں (پھٹکارے ہوئے ہیں) جہاں پائے جائیں پکڑے جائیں اور مارے جائیں جان سے۔

یہ تو کافروں' مشرکوں' اور اہل کتاب "گستاخان رسول" سے قتال کے قرآنی احکامات تھے جن کی صرف ایک جھلک پیش کی گئی جس سے یہ اندازہ لگانا بہت ہی آسان ہے کہ قرآن مجید نے فتنوں کے قلع قمع کا بہترین ذریعہ قتال کو قرار دیا ہے۔

باغیوں سے قتال کا حکم

اگر تھوڑا سا اس سے آگے بڑھیں تو قرآن مجید میں ان مسلمانوں سے بھی قتال کا حکم موجود ہے جو دوسرے مسلمانوں کے خلاف خوامخواہ کی بغاوت کردیں اور ان سے قتال کریں۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں میں لڑائی شروع ہو جائے تو ان میں مصالحت کراؤ لیکن اگر ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے اور ظلم ڈھائے تو پھر اس بغاوت کرنے والی جماعت سے قتال کرو۔ یہاں تک کہ وہ باز آجائے اور اللہ کے احکامات کو مان لے۔

ملاحظہ فرمایئے سورہ حجرات آیت نمبر۹

وان طائفتان من المومنین اقتتلو فاصلحوا بینھما فان بغت احدھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ فان فاءت فاصلحوا بینھما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین۔

ترجمہ اگر اہل ایمان کی جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں میں مصالحت کراؤ' اگر ایک گروہ ان میں سے چڑھائی کردے دوسرے گروہ پر تو سب لڑو اس چڑھائی والے سے۔ یہاں تک کہ پھر آئے اللہ کے حکم پر پھر اگر لوٹ آیا تو ملاپ کردو ان میں برابر اور انصاف کرو' بیشک اللہ محبت فرماتے ہیں انصاف کرنے والوں سے۔

تشریح : اس آیت کریمہ پر غور کرنے سے جہاد کا رحمت ہونا بخوبی سمجھ میں آتا ہے کہ جہاد ہی کی بدولت مسلمانوں میں باہمی امن قائم رہ سکتا ہے اور اگر کبھی کوئی گروہ ظلم و فساد پر آمادہ ہو اور زبانی مصالحت کارگر نہ ہو تو پھر قتال کے ذریعے سے فتنے کی جڑ ہی کاٹ کر مظلوم کو ظالم کے پنجے سے چھڑا کر ہر دو جماعتوں کو بھائی بھائی بنا دیا جائے۔ جیسا کہ اس کے بعد اگلی آیت میں **انما المومنون اخوۃ** کے الفاظ سے اس کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

احادیث مبارکہ میں مختلف فتنوں سے قتال کا حکم

قرآن مجید کے بعد احادیث مبارکہ کا درجہ ہے اور حدیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کا نام ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دور کے فتنوں اور آئندہ آنے والے بہت سے فتنوں سے قتال کا حکم دیا اور اپنے زمانے میں خود اپنی نگرانی میں قتال کے ذریعے سے بڑے بڑے فتنوں کا قلع قمع فرمایا اور ائمۃ الکفر یعنی کفر کے سرکردہ سرداروں کو قتل کرنے کا حکم صادر فرما کر انسانیت پر امن و سکون کی راہیں کھول دیں۔ اور ان کینسر صفت لوگوں کے خاتمے سے جو رحمت عام ہوئی اس کا اقرار صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ انصاف پسند کافر بھی کرتے ہیں کہ اگر مکہ مکرمہ سے ابوجہل، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط، عتبہ، شیبہ کا ناسور نہ کاٹا جاتا تو اہل عرب مزید کئی صدیاں جہالت اور ظلم میں ڈوبے رہتے۔ اسی طرح اگر مدینہ منورہ میں کعب بن اشرف حیی بن اخطب وغیرہ کو ختم نہ کیا جاتا تو مدینہ کئی صدیوں تک خونریز باہمی جنگوں کا مرکز بنا رہتا اور یہ ظالم بھیڑیے اوس اور خزرج اور دیگر قبائل کو لڑا لڑا کر تباہ کر دیتے۔ اور مدینہ منورہ میں قحط سالی اور معاشی ظلم کا الاؤ بوتا رہتا مگر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیمیا اثر تربیت اور ان بڑے موذیوں کے خاتمے سے مدینہ منورہ رحمت و برکت، امن و سکون کا مرکز بن گیا اور کچھ ہی عرصے کے بعد مدینہ منورہ نے معاشی خوشحالی کا وہ دور دیکھا جس میں زکوۃ دینے والے گلیوں میں زکوۃ لینے والے کو تلاش کرتے پھرتے تھے مگر کوئی لینے والا نہیں ملتا تھا۔

دور نبوی میں چند بڑے فتنوں کے خاتمے کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) رمضان المبارک ۲ ھ میں غزوہ بدر میں ستر بڑے کافر مارے گئے جن میں عتبہ، شیبہ، ولید، ابوجہل، زمعہ بن اسود، ابوالبختری، امیہ بن خلف، نبیہ، منبہ جیسے مفسد شامل تھے۔

(۲) ۲۶ رمضان المبارک ۲ ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے اور آپ کی ہجو میں اشعار کہنے والی یہودی عورت عصما یہودیہ کو ایک نابینا صحابی حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ نے قتل فرما دیا اور دربار نبویؐ سے بشارت پائی۔

(۳) شوال ۲ ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ابو عفک یہودی کے قتل کے لئے روانہ فرمایا جنہوں نے بڑی خوش اسلوبی سے اس خبیث کو قتل کر دیا۔

(۴) ۱۵ شوال ۲ ھ میں یہودیوں پر اجتماعی چوٹ لگائی گئی اور قبیلہ بنی قینقاع کو ان کے جرائم کی پاداش میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل محاصرہ کرنے کے بعد جلا وطن فرما دیا۔

(۵) ۱۴ ربیع الاول ۳ ھ اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے بدترین یہودی دشمن کعب بن اشرف کو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مبارک سے قتل کر دیا اور اس طرح اسلام کے خلاف سازشوں کا ایک بڑا دروازہ بند ہو گیا۔

(۶) جمادی الثانیہ ۳ ھ میں مسلمانوں کے خلاف کافروں کو ابھارنے اور ان کی مالی اعانت کرنے والے دشمن اسلام ابو رافع عبداللہ بن ابی الحقیق کو حضرت عبداللہ بن عتیک اور ان کے رفقاء نے جناب نبی رحمت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک حکم سے قتل کر دیا۔

(۷) ۵ محرم الحرام ۴ ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن انیس انصاری کو خالد بن سفیان ہذلی و لحیانی کے قتل کے لئے روانہ فرمایا۔ خالد بن سفیان ہذلی حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے جنگ کرنے کے لئے ایک لشکر بنا رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن انیس نے اس موذی کو خاص طریقے سے قتل فرمایا اور بارگاہ نبوت سے ایک عصا بطور انعام وصول کیا۔ جس کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس عصا کو پکڑ کر جنت

میں چلنا۔

یہ چند واقعات بطور (مشتے نمونہ از خروارے) ذکر کیے گئے۔

بعض فتنوں سے قتال کی بشارت

اب آیئے ان احادیث کریمہ کی طرف جن میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے امت کو بہت سے فتنوں سے قتال کی بشارت سنائی بعض فتنہ صفت جرائم کی سزا کے طور پر قتل کو متعین فرمایا۔

(۱) دیکھیے نسائی شریف ص ۶۳ پر باب غزوۃ الہند (غزوہ ہند کا بیان) اس باب کے ذیل میں امام نسائیؒ نے دو احادیث ذکر فرمائی ہیں۔

(۲) ملاحظہ کیجئے نسائی شریف ص ۶۳ جلد نمبر۲ باب غزوۃ الترک والحبشۃ (ترک اور حبشہ سے جہاد کا بیان) اس باب کے ذیل میں بھی امام نسائیؒ نے دو احادیث کو ذکر فرمایا ہے۔

(۳) مشکوۃ شریف ص ۳۰۷ پر مسلم شریف کی روایت موجود ہے جس میں حضور علیہ السلام نے اس قوم کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جو آخری زمانے میں ظاہر ہوگی۔ علماء نے اس سے مراد خوارج لئے ہیں۔

(۴) سنن ترمذی شریف ص ۳۰۸ پر حضرت جندبؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے جادوگر کی سزا تلوار سے قتل کرنا مقرر فرمائی۔

(۵) سنن ابی داؤد (صفحہ ۳۴۳ جلد اول) پر باب فضل قتال الروم علی غیرھم من الامم (رومیوں سے قتال کی فضیلت دیگر قوموں سے قتال پر) اس باب کے ذیل میں امام ابو داؤدؒ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے جس سے اہل کتاب سے جہاد کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

(۶) سنن ابی داؤد (صفحہ ۳۵۰ جلد اول) باب الغزو مع ائمۃ الجور

(ظالم امیروں کے ساتھ جہاد کا بیان) اس باب کے ذیل میں امام ابو داؤدؒ نے وہ احادیث نقل فرماں جن میں جہاد کے قیامت تک جاری رہنے کا بیان ہے اور دربار نبوت

سے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جہاد ان پر واجب ہے خواہ کسی فاسق امام کی اقتدا ہی میں کرنا پڑے۔ اگرچہ وہ امام کبائر کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو؟

اس کے علاوہ بے شمار احادیث میں مختلف فتنوں اور گروہوں سے قتال کا صریح حکم موجود ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے مانعین زکوۃ اور مرتدین کے بڑے فتنوں کا قلع قمع جہاد کے ذریعہ سے فرمایا۔

عجیب نکتہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد سب سے پہلا فتنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتال کے ذریعے سے ختم کیا اور اس دنیا کا سب سے آخری بڑا فتنہ (فتنہ دجال) بھی جہاد ہی کے ذریعے سے ختم ہوگا مگر آج کے مسلمانوں نے فتنوں کو ختم کرنے کا یہ عظیم طریقہ چھوڑ دیا ہے اور اس کی جگہ ہزاروں طریقے ایجاد کرلئے ہیں۔ مگر ان ہزاروں طریقوں کے باوجود فتنے بڑھتے ہی چلے جارہے ہیں، ہائے کاش ان فتنوں کا مقابلہ قتال کے ذریعے سے کیا جاتا تو تمام فتنے سرد پڑجاتے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنے زمانے میں زنادقہ کو قتل فرما کر ان کے فتنے کو جڑ سے اکھیڑ دیا۔ مشکوۃ ص ۳۰۸

جبکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور تو قتال فی سبیل اللہ کا سنہری دور تھا جس کی وجہ سے فتنہ دم نہیں مار سکا۔

بہرحال اس مختصر بحث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جہاد فتنوں کو ختم کرنے کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے عظیم الشان رحمت ہے۔

چوتھی دلیل جہاد اللہ رب العزت کا قرب اور بے شمار دینی مراتب کے حصول اور تکمیل ایمان کا ذریعہ ہے۔

○ جہاد ان بندوں کے لئے رحمت ہے جو جہاد کے ذریعے سے قرب خداوندی حاصل کرتے ہیں اور بے شمار درجات پاتے ہیں۔

○ جہاد ان بندوں کے لئے رحمت ہے جو اس مبارک عمل کے ذریعے سے اپنے ایمان کی تکمیل کرتے ہیں۔

○ جہاد ان گناہ گاروں کے لئے رحمت ہے جو اس عظیم عمل کے ذریعے سے اپنے گناہ معاف کراتے ہیں۔

○ جہاد ان کافروں کے لئے رحمت ہے جنہیں اس مبارک عمل کی کامیابی کے بعد قریب سے اسلام اور مسلمانوں کو دیکھنے کا موقع ملتا ہے اور وہ دین فطرت کو قبول کر کے ہمیشہ کی آگ سے چھٹکارا پالیتے ہیں۔

○ جہاد ان کافروں کے لئے رحمت ہے جو اس مبارک عمل کی بدولت قائم ہونے والی خلافت میں باعزت آزادانہ زندگی گزارتے ہیں اور مسلمان ان کے جان مال اور آبرو کی حفاظت کرتے ہیں۔

○ جہاد ان خوش قسمت لوگوں کے لئے عظیم رحمت ہے جو جہاد کے مبارک عمل میں شریک ہو کر شہادت کا تاج پہن لیتے ہیں اور حیات جاودانی کے مستحق قرار دیئے جاتے ہیں۔

○ جہاد ان برگزیدہ بندوں کے لئے انمول راحت ہے جو اس عمل میں شریک ہو کر زخموں کے تمغے حاصل کر کے بارگاہ خداوندی میں سرخرو ہو جاتے ہیں۔

○ جہاد اس سرزمین کے لئے رحمت ہے جس پر جہاد کی بدولت اسلام کا عادلانہ' منصفانہ نظام قائم ہوتا ہے۔

○ جہاد ان فضاؤں کے لئے رحمت ہے جو جہاد کی بدولت اذانوں اور قرآن کی تلاوت سے گونجتی ہیں۔

○ جہاد اس انسانیت کے لئے رحمت ہے جسے جہاد کی وجہ سے امن سکون' چین اور جرائم سے چھٹکارا ملتا ہے اور خوف اور بھوک سے پناہ مل جاتی ہے۔

○ جہاد محبت الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ دیکھئے سورہ صف آیت

ان الله يحب الذين يقاتلون في سبيله صفا كانهم بنيان

○ جہاد تکمیل ایمان کا ذریعہ ہے۔ دیکھئے سنن ابی داؤد ص ۳۴۴ ج۔ ا

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایمان والوں میں کون ایمان کے اعتبار سے زیادہ کامل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ آدمی جو اللہ کے راستے میں اپنے جان و مال سے جہاد کرے اور وہ آدمی جو کسی گھاٹی میں عبادت کرے اور لوگ اس کے شر سے بچے رہیں۔

○ جہاد بڑے درجات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیے بخاری شریف (صفحہ ۳۹۱ جلد اول)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بے شک جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ پاک نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار فرمائے ہیں اور دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان جتنی مسافت ہے۔

○ بعض اوقات جہاد کافروں کے دین میں داخلے کا ذریعہ بن جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

وہ لوگ جو زنجیروں سے بندھے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے اللہ پاک کو وہ اچھے معلوم ہوں گے۔

حجۃ اللہ البالغہ ص ۵۴۶

بہرحال اس موضوع پر کئی احادیث کریمہ ذکر کی جاسکتی ہیں۔ ہم اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے صرف انہی چند فضائل پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ جہاد کے فضائل اس قدر ہیں کہ کئی مستقل ضخیم جلدیں بھی ان فضائل کو جمع کرنے کے لئے کافی نہیں ہوسکتیں۔

پانچویں دلیل

جہاد ان وعیدوں سے بچنے کا ذریعہ ہے جو ترک جہاد پر وارد ہوئی ہیں اور یہ وعیدیں اس قدر شدید ہیں کہ انہیں سن کر جہاد کا رحمت ہونا خود

بخود سمجھ میں آجاتا ہے تو جو عمل اللہ رب العزت کی ناراضگی اور عذاب الیم اور منافقت کی موت سے بچاتا ہو وہ عمل رحمت ہی ہوگا۔

ترکِ جہاد پر چند وعیدیں ملاحظہ فرمائیں

نمبر (۱) یایھا الذین امنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض، ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الاخرہ فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل ○ الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما ویستبدل قوما غیر کم ولا تضروہ شیئا واللہ علی کل شئی قدیر

(سورۃ توبہ آیت نمبر ۳۹،۳۸)

ترجمہ اے ایمان والو تمہیں کیا ہوگیا' جب تم سے کہا جاتا ہے کہ نکلو اللہ کی راہ میں تو گر جاتے ہو زمین پر۔ کیا آخرت کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی میں خوش ہوگئے۔ سو کچھ نہیں دنیا کی زندگی سے نفع اٹھانا آخرت کے مقابلے میں مگر بہت تھوڑا۔ اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ پاک تم کو دردناک عذاب دے گا اور تمہارے سوا اور لوگوں کو بدلے میں لائے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ سب چیزوں پر قادر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

نمبر (۲) وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکتہ واحسنو ان اللہ یحب المحسنین (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۹۵)

ترجمہ اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں' اور نیکی کرو بے شک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین نے یہی معنی لئے ہیں کہ اگر جان و مال سے جہاد چھوڑ بیٹھو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ (اس آیت کریمہ کی مفصل تشریح ہمارے ایک مستقل رسالے میں آچکی ہے)

نمبر (۳) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جو شخص اس حال پر مرا کہ نہ اس نے جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں جہاد کا شوق اور ارادہ ابھرا تو وہ نفاق کے ایک حصے پر مرا۔ سنن ابی داؤد (صفحہ ۳۴۶ جلد اول)

نمبر (۴) حضرت ابی امامہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے جہاد نہ کیا اور نہ ہی کسی مجاہد کو (سامان کے اعتبار سے) تیار کیا اور نہ ہی کسی غازی کے پیچھے اس کے گھر والوں کے ساتھ خیر کا معاملہ کیا اللہ پاک اسے کسی مصیبت میں مبتلا کرے گا۔

ابو داؤد (صفحہ ۳۴۶ جلد اول)

ان پانچ تفصیلی دلائل کے علاوہ اور بہت سے دلائل ہیں جنہیں جہاد کے رحمت ہونے کے ثبوت کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان میں سے بعض دلائل کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے تاکہ اہل علم میں سے کوئی چاہے تو ان پر تفصیلی کلام کر سکے۔

چھٹی دلیل جہاد کا حکم قرآن مجید میں ہے اور تمام قرآنی احکامات انسانیت کے لئے رحمت ہی رحمت ہیں۔

ساتویں دلیل جہاد اسلامی فرائض میں سے ہے اور جو چیز بھی اللہ پاک نے بندوں پر فرض فرمائی ہے وہ بندوں کے لئے رحمت خداوندی کے حصول اور

دنیاوی واخروی رحمتوں کے حصول کا ذریعہ ہے۔

آٹھویں دلیل

قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں جہاد کو دیگر کئی اسلامی احکامات سے افضل قرار دیا گیا اور اعمال میں افضلیت کا دارومدار کثرت ثواب اور کثرت رحمت پر ہے اور بسا اوقات اس میں ضرورت کا بھی اعتبار ہوتا ہے تو جب جہاد کا ثواب اور ضرورت ان اعمال سے زیادہ ہوئی جن کا رحمت ہونا مسلم ہے تو جہاد کا رحمت ہونا بطریق اولیٰ ثابت ہوگیا۔

نویں دلیل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمتہ العالمین ہیں اور آپ کی زندگی کے اہم ترین آخری دس سال جہاد اور ترغیب جہاد اور تیاری جہاد میں بسر ہوئے یعنی ان دس سالوں میں جہاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا اہم موضوع رہا۔ تو نبی رحمت کا جہاد میں اس قدر مصروف ہونا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ جہاد رحمت ہے۔

دسویں دلیل

دین اسلام ایک مکمل دین ہے اور کسی دین کو مکمل دین اور کسی شریعت کو مکمل شریعت اس وقت تک نہیں کہا جاسکتا جب تک اس شریعت میں جہاد نہ ہو۔ کیونکہ کسی بھی دین اور شریعت کے نازل ہونے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ دین اور شریعت دنیا میں نافذ ہو اور انسانیت کو کامیابی ملے۔ اب یقینی بات ہے کہ اس دین اور شریعت کے نفاذ میں رکاوٹیں آئیں گی۔ اب اگر اس شریعت میں ایسے احکامات نہیں ہیں جو ان رکاوٹوں کو پاش پاش کرسکیں تو یہ شریعت اور دین اپنے نبی کے گھر تک محدود رہے گا یا زیادہ سے زیادہ چند لوگ نبی کے ساتھ اس دین کو قبول کریں گے مگر وہ بھی اس کا برملا اظہار نہیں کرسکیں گے اور اگر کریں گے تو زیادہ دیر تک دنیا میں نہیں رہ سکیں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ کامل ترین دین اور شریعت میں ایسے احکامات ہوں جن پر عمل پیرا ہوکر اس دین کے تشخص' دین کے نفاذ اور اشاعت کی راہ میں آنے والی

رکاوٹوں کو ختم کرسکیں اور دین کو چاردانگ عالم میں پھیلاسکیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا نظریہ

اس نظریئے کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف حجتہ البالغہ میں ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔

”جاننا چاہیے کہ تمام شرائع میں زیادہ کامل اور تمام وہ شریعت ہے جس میں جہاد کا حکم پایا جائے۔ حجتہ اللہ البالغہ ص ۵۴۶

آگے چل کر حضرت شاہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔

جہاد کے فضائل کا مرجع چند اصولوں کی طرف ہے ازانجملہ ایک یہ ہے کہ جہاد میں تدبیر الٰہی اور اس کے الہام کے ساتھ اتفاق ہے پس اس کے تمام کرنے میں کوشش کرنا شمول رحمت کا باعث ہے۔ حجتہ البالغہ ص ۵۴۷)

آگے ارشاد فرماتے ہیں۔

جہاد کی وجہ سے ملت کی تکمیل اور اس کو عزت دینا ہے

(حجتہ اللہ البالغہ ص ۵۴۸)

اس بحث کو سمیٹنے کے لئے انہی پانچ تفصیلی اور پانچ اجمالی دلائل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

تلک عشرۃ کاملۃ

جہاد پر اعتراضات اور ان کے جوابات

اب آخر میں جہاد پر عمومی طور پر وارد ہونے والے چند شبہات اور ان کے ازالے کے لئے جوابات ملاحظہ فرمایئے۔

شبہ نمبر (۱): جہاد میں قوت غضبیہ کا استعمال ہوتا ہے جبکہ غضب شیطانی آگ کا نام ہے اور ویسے بھی غصہ حرام ہے۔

جواب: بے شک غصہ دین اسلام میں انتہائی ناپسندیدہ امر ہے اور قرآن مجید میں غصے پر قابو رکھنے کا حکم ہے مگر یہ سب کچھ اس وقت ہے جب غصہ اور اس کا استعمال اپنی ذات اور اپنے نفس کے لئے ہو۔

جبکہ جہاد میں قوت غضبیہ کا استعمال اللہ رب العزت کی رضا اور دینی غیرت و حمیت کے اظہار کے لئے ہوتا ہے کفر سے نفرت اور کفر کی سرکشی پر غصہ یہ اللہ کے لئے ہے اپنی ذات کے لئے نہیں۔ مسلمان کافروں کی گردنیں اپنے نفس کے تقاضے پر نہیں کاٹتے بلکہ اس جذبے کے تحت کاٹتے ہیں کہ یہ کافر اللہ کا دشمن ہے۔ یہ لوگوں تک دینی دعوت پہنچانے کی راہ میں رکاوٹ ہے یا اس نے اپنے کفریہ جذبے سے مغلوب ہو کر مسلمانوں کی جان مال آبرو پر ہاتھ ڈالا ہے۔

مسئلہ جہاد پر ایک پادری سے مناظرہ

اس مسئلے کو سمجھنے کے لئے ایک واقعہ کا ذکر انشاء اللہ مفید رہے گا اور اس واقعے کا ذکر بھی صرف اس لئے کیا جارہا ہے تاکہ مذکورہ بالا شبہے کا ازالہ ہوجائے۔

تقریباً" دو سال قبل بندہ کو اپنے بعض دوستوں کے واسطے سے ایک عیسائی پادری کی

طرف سے "صراطِ مستقیم" کے موضوع پر گفتگو کی دعوت ملی۔ انہی دوستوں سے معلوم ہوا کہ وہ پادری اسلام کے متعلق کافی معلومات رکھتا ہے اور اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کرتا رہتا ہے۔ اب وہ مسلمانوں میں سے کسی سے گفتگو کا متمنی ہے۔

دعوت ملتے ہی بندہ اپنے چند رفقاء کے ساتھ کراچی کے اس علاقے میں پہنچا جہاں یہ پادری اور دوسرے لوگ مقیم تھے' وہاں پر عیسائیوں کا ایک گرجا تھا۔

اس محلے میں پہنچ کر پادری سے ملاقات ہوئی' اس نے ہمیں گرجے میں بیٹھ کر گفتگو کرنے کے لئے کہا اور دلیل یہ پیش کی کہ جب عیسائیوں کا وفد (بنی نجران) مدینہ منورہ پہنچا تو آپ کے نبی (حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا تھا اس لئے ہم آپ کو اپنے گرجے میں بیٹھنے اور گفتگو کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

بندہ نے اس کی یہ فرمائش بڑی خوش دلی سے قبول کرلی اور دل میں اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ رب العزت نے آج کفر کے گھر میں کلمہ توحید بلند کرنے کا موقع عطا فرمایا ہے۔

گرجے میں کافی عیسائی جمع ہوگئے۔ ہم مسلمان صرف پانچ یا چھ تھے۔ پادری نے ابتدائی گفتگو کے بعد مجھے کہا کہ آپ صراط مستقیم پر بات کریں اور یہ ثابت کریں کہ صراط مستقیم اسلام ہے۔ اس سے قبل اس نے قرآن مجید کی ایک آیت سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ عیسائیت صراط مستقیم ہے۔

بہرحال یہاں اس مناظرے کی تفصیلات ذکر کرنا نہ ہی مقصود ہے اور نہ ہی (غالباً") مفید۔ خلاصہ یہ کہ بندہ نے تقریباً" پون گھنٹے تک اسلام کی صداقت اور اس کے صراط مستقیم ہونے پر گفتگو کی جس کا عیسائیوں نے بہت ہی گہرا اثر لیا۔ (الحمد للہ)

پادری اس صورتحال سے بہت ہی پریشان ہوا' اسے اپنی ناؤ اپنے ہی گھر میں ڈوبتی ہوئی نظر آئی تو اس نے بڑی عیاری سے پینترا بدلا اور کہا کہ آپ میرے ایک سوال کا جواب دیں اور یہ سوال مجھے ہمیشہ کھٹکتا ہے اور مجھے اس کا تسلی بخش جواب آج تک نہیں ملا۔ بندہ نے کہا کہ آپ سوال بتائیں۔ اس نے کہا کہ اسلام مذہب تو بہت اچھا ہے مگر بہت نازک ہے۔ تھوڑی تھوڑی بات پر خطرے میں پڑجاتا ہے اور مسلمان جذبات میں مغلوب

ہو کر بے قابو ہوجاتے ہیں۔ کوئی آپ کے قرآن کو جلاوے یا غلاظت میں پھینک دے یا کوئی آپ کے نبی کو گالی دے دے تو مسلمان جذبات میں آجاتے ہیں۔ حالانکہ ان چھوٹی چھوٹی چیزوں سے کیا ہوتا ہے۔ جبکہ ہماری عیسائیت میں بڑی پختگی ہے۔ آپ ہماری بائبل کو اٹھا کر نالی میں ڈال دیں۔ ہمارے گرجا گھروں میں گندگی پھینک دیں وغیرہ وغیرہ' ہمیں بالکل غصہ نہیں آتا۔

پادری کے بظاہر اس معقول سوال کو سن کر عیسائیوں کی جان میں جان آئی اور وہ گردنیں اٹھا کر دیکھنے لگے کہ اب اتنی ناقابل تردید بات کا کیا جواب ہوسکتا ہے۔ بندہ نے اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے تحقیقی جواب کی بجائے زود اثر الزامی جواب دینے کا عزم کیا' اس لئے کہ مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ اگر میں نے جواب دینے میں تردد کیا یا لمبی تقریر کی تو جاہلوں کا یہ مجمع نہیں سمجھے گا اور خوش ہوں گے کہ ان کے پادری نے اسلام میں عیب تلاش کرلیا اور مسلمان اس کا جواب نہ دے سکے۔

بندہ نے پادری کی بات ختم ہوتے ہی کہا کہ پادری صاحب اگر کوئی گستاخ آدمی آپ کے گھر میں گھس کر آپ کے سامنے آپ کی بیوی پر دست درازی کرے یا دکان میں گھس کر آپ کا مال اٹھائے تو آپ صبر کریں گے ناں ؟

پادری نے فوراً" کہا ہرگز نہیں بلکہ میں اپنی بیوی اور مال کا دفاع کروں گا۔ بندہ نے کہا کہ ہاں پادری صاحب چونکہ یہ بیوی آپ کی ہے اور مال آپ کا ہے۔ اس لئے آپ کو غیرت بھی آگئی اور غصہ بھی اور یہ بائبل تو آپ کے رب کی کتاب ہے اور یہ گرجا آپ کے رب کا گھر ہے (بقول آپ کے) اس لئے آپ کو غصہ نہیں آتا۔ آپ کا غصہ آپ کی ذات کے لئے اگر معقول ہے تو ہم مسلمانوں کا غصہ اپنے رب کی کتاب اور نبی کی عظمت کے لئے اس سے زیادہ معقول ہے۔ ہمارے ہاں دین اور شعائر دین کی قدر ہماری ذات سے زیادہ ہے۔ اس لئے ہمارا دین بھی محفوظ ہے اور ہماری کتاب بھی' ہم نے ماضی میں اپنے دین اور کتاب کی حفاظت کے لئے جانیں لڑا دیں' اپنے خون کے نذرانے پیش کئے مگر اپنے دین اور کتاب پر کوئی آنچ نہیں آنے دی۔ جبکہ آپ لوگوں کے ہاں آپ کی

ذات کی اہمیت دین و کتاب سے زیادہ ہے اس لئے نہ تو آپ کی کتاب محفوظ رہی اور نہ آپ کا دین۔ کیونکہ آپ کے بڑوں نے آپ کی طرح اپنی ذات کے تحفظ کے لئے تو اسلحہ اٹھایا' لڑائیاں کیں لیکن اپنے دین اور کتاب کے تحفظ کو بالکل فراموش کردیا۔ تو اگر تمہارا اپنی ذات کے لئے غصے میں آجانا برا نہیں ہے۔ تو ہمارا اپنے دین کے لئے اور اپنے رب کے لئے غصے میں آجانا کیوں برا ہوگیا۔

الحمد للہ اس جواب نے اس کے شیطانی جال کے تار و پود بکھیر دیئے اور کافر نے حسب سابق اپنی گردن جھکالی۔

بہرحال مسلمانوں کا لڑنا' اسلحہ اٹھانا یہ سب اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہے جیسا کہ جناب رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ

ترجمہ: "جو لڑا اسلئے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو تو وہ اللہ کے راستے میں ہے"

ایک لطیف نکتہ

جہاد کے ذریعے سے غصے کے غلط استعمال کا طعنہ دینے والوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ جہاد تو غصے کے غلط استعمال سے بچنے کا بہترین راستہ ہے۔ وہ اس طرح کہ ہر انسان میں شہوت اور غضب کی طاقت موجود ہے اور جو انسان اپنی ان دو طاقتوں کو صحیح محل پر خرچ نہیں کرتا وہ ان قوتوں کے غلط استعمال کا مرتکب ہوجاتا ہے۔ تو جس طرح انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ نکاح کر کے اپنی قوت شہویہ کا صحیح استعمال کرے اسی طرح اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے دشمنوں سے قتال کر کے اپنی قوت غضبیہ کا صحیح استعمال کرے۔ تو جب اس کا سارا غصہ اللہ کے دشمنوں اور انسانیت کے مجرموں کے خلاف خرچ ہوجائے گا تو اس کے مزاج میں سوائے رحمت' عاطفت اور ہمدردی کے کچھ نہ بچے

گا اور یہ رحمت و محبت اسے معاشرے کا ایک اچھا انسان بنادے گی۔

جبکہ اس کے برعکس اگر انسان کا غصہ ظالموں اور مجرموں کے خلاف استعمال نہ ہو تو غصے سے بھرا ہوا یہ انسان معاشرے میں تو درکنار اپنے گھر میں بھی ایک اچھا اور امن پسند انسان بن کر نہیں رہ سکے گا۔ غصے اور آگ سے بھرا ہوا یہ بگولہ کبھی کسی کو بھسم کرے گا کبھی کسی کو۔ اور اس جیسے انسانوں کی وجہ سے نااتفاقیاں اور آپس کی لڑائیاں ہوتی ہیں۔

شبہ نمبر(۲): اسلام اخلاق کی دعوت دیتا ہے جبکہ جہاد تلوار سے ہوتا ہے اور تلوار اخلاق کی ضد ہے اور اسلام اخلاق سے پھیلا ہے نہ کہ تلوار سے۔

جواب: بے شک اسلام اخلاق سے پھیلا ہے لیکن یہ دعویٰ غلط ہے کہ تلوار اخلاق کی ضد ہے۔ یہ شبہ اس وقت پیدا ہوا جب حضرات علمائے کرام سے پوچھا گیا کہ اسلام کی اشاعت کس طرح ہوئی۔ انہوں نے ایک جامع لفظ "اخلاق" کو استعمال فرمایا اور جواب دیا کہ اسلام اخلاق سے پھیلا ہے۔

لیکن علماء کرام کے اس قول سے یہ ثابت کرنا کہ اسلام کی اشاعت میں تلوار کا کوئی دخل نہیں ہے بلکہ تلوار تو اخلاق کی ضد ہے۔ دین کو بگاڑنے اور مسلمانوں کو نہتا کرکے اپنے دشمن کے لئے تر نوالہ بنانے کی ایک سوچی سمجھی سازش ہے۔

اس مسئلے پر مفصل بحث کرنے سے قبل ایک بات کا ذکر ضروری محسوس ہوتا ہے کہ آخر اس سوال کی کیا ضرورت پیش آئی کہ اسلام اخلاق سے پھیلا ہے یا تلوار سے؟ اور ایک خاص دور میں خاص لوگوں کی طرف سے یہ سوال کیوں اس شد و مد کے ساتھ اٹھایا گیا؟

اصل بات یہ تھی کہ مسلمانوں کی بہادری، جوانمردی، تلوار بازی اور شوق شہادت کے سامنے پوری دنیا کا کفر بے بس ہو چکا تھا اور حالت یہ تھی کہ کافر کے لئے اسلام، موت یا

غلامی کے علاوہ چوتھا اور کوئی راستہ باقی نہیں تھا۔ اطراف عالم میں مسلمان فاتحین پہنچ چکے تھے اور لاکھوں انسان جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ علاقوں کے علاقے ان کے سامنے سرنگوں ہو رہے تھے۔ ایسے وقت میں مسلمانوں کے دشمن منافقین اور یہودیوں نے یہی سوچا کہ مسلمانوں کو میدان میں شکست دینا اور طاقت کے زور پر ان کی یلغار کو روکنا بالکل ناممکن ہے۔ اب کسی طرح سے اس بہادر قوم کو بزدل بنایا جائے۔ تیر و تلوار کے ان شیدائیوں کو اسلحے سے متنفر کیا جائے، عیش و عشرت کی زندگی کو شہادت کی موت کے بھلانے کا ذریعہ بنایا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کیا کہ اسلام تو طاقت کے بل بوتے پر دنیا میں مسلط ہوا ہے۔ اس نے تلوار کی نوک گلے پر رکھ کر لوگوں کو کلمہ پڑھایا۔ اس نے جبر و استبداد اور استحصال کے ذریعے ملکوں پر حکمرانی حاصل کی ہے۔ کافروں کے اس خطرناک اور زہریلے پروپیگنڈے کے جواب میں وقت کے علماء نے ان قرآنی احکامات کی وضاحت فرمائی کہ اسلام کسی کو زبردستی مسلمان ہونے کا حکم نہیں دیتا، اسلام کا نظام، نظام جبر نہیں بلکہ نظام اخلاق ہے۔ علمائے کرام کی یہ تصریح بالکل درست تھی کہ دین اسلام کے قبول کرنے کے سلسلے میں ہمارے مذہب میں کوئی جبر و اکراہ نہیں ہے بلکہ جس کا دل چاہے مسلمان ہو جائے اور جس کا دل چاہے وہ جزیہ دے کر مسلمانوں کی غلامی میں رہے اور مسلمان اس کی جان و مال کا دفاع کریں گے اور اسلام کا نظام، نظام اخلاق ہے کہ اس میں ہر معاملے میں اخلاق کو مد نظر رکھا جاتا ہے (اخلاق کی تشریح آگے آرہی ہے) مگر سازشیوں نے علمائے کرام کی اس تصریح کا غلط مفہوم دنیا کو سمجھایا اور یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ علماء نے فیصلہ سنا دیا ہے کہ اسلام اخلاق سے پھیلا ہے۔ اس میں تلوار کی نہ کوئی گنجائش ہے اور نہ کوئی دخل۔

چنانچہ اس بات کو اتنے زور و شور سے بیان کیا گیا کہ مسلمان واقعی تلوار اور اخلاق کو دو متضاد چیزیں تصور کرنے لگے۔ انہوں نے سمجھا کہ ہمارے مذہب میں اسلحہ تو ایک جرم ہے۔ ہمارا مذہب اخلاق کا درس دیتا ہے اور اخلاق کا تقاضہ یہ ہے کہ کچھ بھی ہو جائے،

وطن چھن جائے' غلامی کرنی پڑے' جان دینی پڑے' عزت کو برباد کرنا پڑے مگر اسلحے کو ہاتھ نہیں لگانا۔ چنانچہ کافروں کے اس پروپیگنڈے کی بناء پر آج کا مسلمان اسلحے کے زیور سے محروم ہوچکا ہے۔ آج کی سوسائٹی میں علماء' مشائخ اور دیندار طبقے کے لئے اسلحہ رکھنا اور اسے سیکھنا کسی فحش گناہ کی طرح معیوب بن گیا ہے۔ تیر اندازی کی وہ محفلیں جو دور نبوت میں سجا کرتی تھیں ویران ہوچکی ہیں۔ تلوار بازی کی بناء پر بارگاہ نبوت سے جو اعزازی کلمات ملتے تھے آج کا مسلمان ان سے محروم ہوچکا ہے۔ چنانچہ مسلمان تو اسلحے سے دور ہوکر فاختہ کی طرح امن پسند' کمزور اور نہتا ہوچکا ہے اور اسے اسلحے کے خلاف اکسانے والی قوموں نے اسے تباہ کرنے اور حرف غلط کی طرح مٹانے کے لئے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم تک تیار کرلئے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے جس خطے کو یا جس فرد کو چاہتے ہیں منٹوں میں مٹادیتے ہیں۔ انہیں کسی قسم کی مزاحمت یا دفاع کا سامنا تک نہیں کرنا پڑتا۔

یہ نتیجہ ہے اس اخلاق پر عمل پیرا ہونے کا جس اخلاق کو ہم نے تلوار کی ضد سمجھا اور جس اخلاق کو ہم نے بزدلی' سستی' کاہلی اور لجلجی سمجھا' حالانکہ ایسے اخلاق کی تعلیم نہ قرآن نے دی ہے نہ حدیث نے نہ فقہا نے یہ سمجھایا ہے اور نہ مشائخ اسلاف نے۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد اب ہم اصل مسئلے کی طرف لوٹتے ہیں۔

• کافروں کے غلط پروپیگنڈے کو توڑنے کے لئے علماء کرام نے یہ فرمایا کہ اسلام کا نظام "نظام اخلاق" ہے اور اسلام اخلاق سے پھیلا ہے۔ علماء کرام کی اس تصریح کی مکمل تائید کرنے کے بعد اس تصریح کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے دو امور پر بحث کرنا ازحد ضروری ہے۔

(۱) اخلاق کی تشریح

(۲) اسلام قبول کرنے اور اس کے نافذ ہونے کا فرق۔

پہلا اہم مسئلہ اخلاق کی تشریح کا ہے تو خوب سمجھنا چاہیے کہ اخلاق صرف مسکرانے' ہنسنے' ظلم سہنے کا نام نہیں ہے بلکہ ہر وقت اور ہر حال کے مطابق ایسا کام کرنا جو اس حال اور وقت کے مناسب ہو اور اس کے بگاڑ کا ذریعہ نہ ہو یہ اخلاق ہے۔ پیار کے وقت نرمی

اور سختی کی جگہ پر سختی اخلاق کہلاتی ہے۔ کوئی آدمی کسی خطرناک سانپ کو دودھ پلا کر پال رہا ہو' تاکہ یہ سانپ انسانوں کو نقصان پہنچائے تو اس کا سانپ کو دودھ پلانا بظاہر اخلاق ہے' مگر حقیقت میں ظلم ہے۔ اب کوئی مفکر بھی اس آدمی کو اخلاق کا تاج پہنانے کے لئے تیار نہ ہوگا۔

اخلاق کے اس معنی کو ایک عام فہم مثال کے ذریعہ سے سمجھا جاسکتا ہے' ایک آدمی نے کسی کتے کو پیاسا مرتے دیکھا اور اس نے اسے پانی پلا دیا اس کا یہ فعل یقیناً" اخلاق ہے۔ لیکن اس نے جیسے ہی اس کتے کو پانی پلایا کتا کسی مسلمان عورت کو کاٹنے کے لئے لپکا۔ اب اس نے لاٹھی کے ذریعے سے کتے کا علاج کیا تو اس کا یہ مارنا بھی اخلاق ہی ہے۔ ایک باپ اپنے بیٹے کو کسی برائی یا مضر چیز سے روکنے کے لئے مارتا ہے' اس کا مارنا یقیناً" اخلاق کے زمرے میں شامل ہوگا لیکن ایک باپ اپنے بیٹے کو فحش کاری میں مبتلا دیکھ کر بھی کچھ نہیں کہتا اور اس پر اپنے احسانات کو جاری رکھتا ہے تو یہ باپ اخلاق کا خوگر نہیں ظلم کا پجاری ہے۔ پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق کی گواہی قرآن مجید نے ان الفاظ میں دی ہے۔

انک لعلی خلق عظیم

اس گواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجسم اخلاق تھے لیکن ہم سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعے میں جہاں آپ کی رحم دلی' غربا پروری' بیکسوں کی یاوری جیسی عظیم صفات کو دیکھتے ہیں وہاں ہمیں یہ بھی نظر آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ستائیس مرتبہ تلوار اٹھا کر کفر کے مقابلے میں نکلے اور آپؐ نے پچھتر مرتبہ اپنے صحابہ کرامؓ کو مختلف جنگی مہموں پر روانہ فرمایا۔ آپؐ نے اپنے دست مبارک سے ابی بن خلف جیسے خبیث النفس کافر کو قتل فرمایا اور کعب بن اشرف' حی بن اخطب' رافع بن خدیج' عصما' زید بن سفیان جیسے کافروں کے قتل کا حکم دیا اور ان کے قتل کرنے والوں کو بڑی بڑی بشارتوں سے نوازا۔ بنی قریظہ کے سات سو سے زائد یہودیوں کے ذبح

کا حکم جاری فرمایا۔ بدر میں ستر کفار کے مرنے کی جگہیں جنگ سے قبل بتلادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو تلوار رکھنے کے فضائل بیان فرمائے' اس کے سیکھنے اور تیر اندازی ترک نہ کرنے کے احکامات جاری فرمائے' ظالم کافروں کے قتل کرنے کی فضیلت بیان فرمائی۔ کیا خدانخواستہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان افعال و اقوال کو نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ بد اخلاقی کہنے کی جرات کرسکتے ہیں؟ کیونکہ اگر اخلاق اور تلوار آپس میں متضاد چیزیں ہیں تو پھر یقیناً" تلوار اٹھانا بداخلاقی ہی کہلائے گا۔

مگر تاریخ گواہ ہے کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھائی اور اٹھوائی اور کفر کے کینسر کو سرزمین حجاز سے کاٹ پھینکا تو پورا معاشرہ صحت مند ہوگیا اور اسلام اور ایمان کی ہوائیں قیصرو کسریٰ کے کفر کو ہچکولے دینے لگیں۔ ایک اور قابل غور نکتہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا کہ "آپ" کا اخلاق قرآن مجید تھا"۔ یہ روایت بالکل درست ہے۔ اس روایت میں صدیقہ کائنات نے قرآن مجید کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرار دیا۔ اب قرآن مجید کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید تو مسلمانوں کو نماز' روزہ' حج' اور زکوٰۃ کے ساتھ جہاد اور قتال کا حکم بھی دے رہا ہے اور قتال کی فرضیت کا اعلان فرمارہا ہے۔

کتب علیم القتال .... ترجمہ: "تم پر قتال فرض کیا گیا"

بلکہ قرآن مجید کے محکم احکامات سے جس طرح جہاد کا حکم' اس کی فرضیت' اس کی فضیلت' اس کی جزئیات کی تشریح' اس کے مقاصد اور اس کی حدود معلوم ہوتی ہیں کسی اور حکم کے متعلق ایسی تشریح قرآن مجید میں موجود نہیں ہے' چالیس سے زائد مقامات پر تو قتال کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ شہداء کی ایسی فضیلتیں قرآن نے بتائی ہیں کہ اگر ان کا تذکرہ کیا جائے تو شوق شہادت سے دل پھٹنے لگ جائے۔

تو سوال یہ ہے کہ کیا قرآن مجید نعوذ باللہ بد اخلاقی کی دعوت دے رہا ہے یا صرف قتال جیسی مجبوری کے وقت کی چیز (جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے) پر اس قدر زور لگا رہا ہے

اور قتال چھوڑنے پر طرح طرح کی وعیدیں سنا رہا ہے۔

بہرحال یہ بات ہمارے ایمان کا حصہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اخلاق کسی کے نہیں اور قرآن مجید مکمل طور پر درس اخلاق ہے اور ہمیں ان دونوں میں تلوار' جہاد اور قتال جیسی چیزیں وافر مقدار میں نظر آرہی ہیں۔ چنانچہ ہم دعوے کے ساتھ یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اسلام اخلاق سے پھیلا ہے اور اخلاق اس وقت تک مکمل نہیں ہوتے جب تک ان میں تلوار نہ ہو۔

اس کی عقلی حیثیت بھی مخفی نہیں ہے۔ ایک ڈاکٹر مریض کے جسم کے کینسر کو کاٹنے کا حکم دیتا ہے مگر اسے کوئی بھی نہیں کہتا کہ ڈاکٹر صاحب آپ تو پڑھے لکھے آدمی ہیں آپ کیسے کاٹنے کی باتیں کررہے ہیں۔ آپ کو تو اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ بلکہ کینسر کو تیز دھار نشتر کے ذریعے کاٹنے پر ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے اور اسے فیس بھی دی جاتی ہے۔

اور اگر معاشرے سے کفر کے کینسر کو کاٹنے کی بات کی جائے تو یہ بداخلاقی نظر آتی ہے۔ حالانکہ اللہ کے دشمن اور انسانیت کے دشمن کافروں کا وجود اس معاشرے کے لئے کینسر سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ آج اس چیز کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ کفر کے کینسر کے غلیظ اثرات کس طرح سے اہل ایمان کے گھروں اور دلوں تک پہنچ چکے ہیں۔ فحاشی اور عریانی جیسی غلاظتیں اب عیب نہیں رہیں۔

سوچنے کی بات

پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک چھوٹی سی مرغی اس وقت تک حلال نہیں ہوتی جب تک چھری کے ذریعے سے اس کے ناپاک خون کو اس کے جسم سے نہ نکال لیا جائے اور چھری چلاتے ہوئے اللہ کی عظمت کی تکبیر نہ پڑھی جائے۔ تو اتنا بڑا معاشرہ جس میں بے انتہا گند سرایت کرچکا ہے اس وقت تک کیسے پاک ہوسکتا ہے جب تک چھری کے ذریعے سے اس کے گند کو باہر نہ نکال دیا جائے اور جب یہ گند نکل جائے گا اس وقت لوگ فوج

در فوج اسلام میں داخل ہوں گے۔

آج کے بعض لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ کافر ہمارے اخلاق دیکھ کر خود مسلمان ہو جائیں گے۔ اس دور میں یہ دعویٰ انتہائی مضحکہ خیز ہے کیونکہ اخلاق اس قوم کے دیکھے جاتے ہیں جس کی اپنی کوئی حیثیت ہو' جس کا اپنا کوئی نظام چل رہا ہو۔ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ کوئی آزاد قوم کسی غلام قوم کے اخلاق سے متاثر ہو کر اس کی غلام بن گئی ہو۔ جس زمانے میں مسلمان فاتحین کی شکل میں ملکوں میں داخل ہوتے تھے تو لوگ ان کو دیکھتے تھے اور مسلمان ہوتے تھے مگر اس وقت تو ہم ایک قوم کی حیثیت سے کوئی وقعت ہی نہیں رکھتے۔

ہمارا اسلامی نظام کہیں بھی نافذ نہیں' صرف کتابوں میں موجود ہے اور ہمیں اس کے نافذ کرنے میں کوئی دلچسپی بھی نہیں ہے بلکہ ہم تو حکومت و خلافت کے نام سے چڑتے ہیں اور کرسی کو فساق و فجار کی ملکیت سمجھتے ہیں۔ ہم نے چند عبادات کو اسلام سمجھ رکھا ہے اور ایک عالمگیر نظام کو رہبانیت بنا دیا ہے۔ ایسے وقت میں جب ہمارا قومی' ملی اور دینی وجود ہی پارہ پارہ ہے۔ ہم کس منہ سے کہتے ہیں کہ لوگ ہمارے اخلاق دیکھ کر خود اسلام میں آجائیں گے اور اگر چند افراد کہیں پر اسلام میں داخل ہو بھی گئے یا ہو رہے ہیں تو اس سے اسلام کو وہ غلبہ اور عظمت تو نہیں مل سکتی جس کا ہمارے رب نے ہمیں مکلف بنایا ہے۔

ہاں اس کا الٹ ہو رہا ہے اور ہمارے مسلمان اپنے حاکم کفار کے طور طریقوں سے بری طرح متاثر ہو رہے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں مرتد ہو چکے ہیں۔ معلوم نہیں ہم کب تک اپنے ان اخلاق کے ذریعے سے مسلمانوں کو کفر کی جہنم میں دھکیلتے رہیں گے۔ اگر ہم اسلاف کے نقش قدم پر چل کر اسلام کی عظمت کی محنت کرتے تو ہمیں آج یہ پستی نہ دیکھنی پڑتی۔

مگر آج ہمیں اپنی عزت و عظمت کا دھیان تو ہے لیکن دین کی ذلت و پستی کا کوئی غم نہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو خود کافروں کے پاس بھیجا اور ان کو

اسلام' جزیہ یا قتال کی دعوت دی اور پھر خلفائے راشدین کے دور میں بھی یہ طریقہ چلتا رہا کہ اسلامی دعوت کے پیچھے تلوار ضرور ہوا کرتی تھی کہ اس دعوت کو رد کرنے والے حکومت نہ کرتے رہیں بلکہ یا تو انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے کہ انہوں نے اپنے پالنے اور پیدا کرنے والے رب کی دعوت کو جھٹلایا ہے یا انہیں ذلیل و رسوا ہو کر جزیہ دینا پڑے گا۔

اس کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں رکھی گئی کہ اسلامی دعوت کو رد بھی کردیں اور عزت کے ساتھ حکومتیں بھی کرتے رہیں اور مسلمانوں پر مظالم بھی ڈھاتے رہیں۔

بہرحال یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ تلوار اخلاق کا ایک اہم ترین جزو ہے اور جو اخلاق تلوار سے عاری ہوگا وہ پستی اور ذلت کا باعث ہوگا۔

ایک اہم نکتہ

اس وقت تو اسلام کے پھیلنے کا نہیں بلکہ دفاع کا مسئلہ درپیش ہے۔ اخلاق کی غلط تشریح کرنے والے اگر اب بھی مسلمانوں کو تلوار اٹھا کر اپنے جان' مال' عزت و عصمت اور وطن کی حفاظت کرنے کی اجازت دینے کے لئے تیار نہیں ہیں اور اس وقت بھی تلوار اٹھانے کو اخلاق کے خلاف سمجھتے ہیں۔ تو پھر ہمیں یہ کہنے میں ذرہ برابر بھی عار نہیں ہے کہ یہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں۔ یہ قرآن و سنت میں تحریف کرنے والے ملحدین ہیں' یہ مستشرقین کا وہ ٹولہ ہے جو مسلمانوں کو مٹانے کے لئے ان کی صفوں میں گھسا ہوا ہے۔ ان ظالموں کا بس چلتا تو یہ قرآن مجید سے جہاد اور قتال کی آیات کو کھرچ دیتے مگر اس سے عاجز ہونے کی وجہ سے یہ فضول تاویلوں کا سہارا لے رہے ہیں حالانکہ مسلمان باپ کے سامنے بیٹی کو ننگا کیا جا رہا ہے' بھائی کو باندھ کر اس کے سامنے اس کی بہن کی چادر عصمت تار تار کی جا رہی ہے مگر میر جعفر و میر صادق کے ان زندہ کرداروں کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ الحمد للہ! مسلمانوں کے مقتدر علماء اور مشائخ

جہاد کا فتویٰ دے چکے ہیں اور ان کے فتووں نے ان ملحدوں کے مکر کو خاک میں ملا دیا ہے۔ اب مسلمان اپنے تحفظ کے لئے اسلحہ اٹھا چکے ہیں۔ کاش وہ کچھ پہلے اس زیور کو تھام لیتے تو آج یہ ویرانی اور بربادی گلشن اسلام کو نصیب نہ ہوتی۔

دوسرا اہم مسئلہ اسلام کے قبول کرنے اور نافذ ہونے کے درمیان فرق کا ہے۔

جہاں تک اسلام کے قبول کرنے کا مسئلہ ہے تو اس پر اہل اسلام کا اجماع ہے کہ کسی بھی جبر و کراہ کا معاملہ نہیں کیا جائے گا۔ یعنی کسی کے گلے پر تلوار کی نوک رکھ کر کلمہ پڑھنے کی تلقین نہیں کی جائے گی اور یہی مفہوم ہے قرآن مجید کی اس آیات کا

لا اکراہ فی الدین

مگر جہاں تک اسلام کے نافذ کرنے اور اس کی ترویج و اشاعت کا مسئلہ ہے تو اس سلسلے میں جو بھی رکاوٹ ڈالے گا تو سختی کے ساتھ اس رکاوٹ کو دور کیا جائے گا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صرف زکوۃ دینے سے انکار کرنے والوں کے ساتھ قتال فرما کر اس مسئلے کو قیامت تک کے لئے واضح فرمادیا کہ نظام اسلام میں کسی قسم کی رخنہ اندازی اور کتر و بیونیت کو ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے ان دونوں مسئلوں کو خلط ملط کرنے کی بجائے مکمل تفصیل کے ساتھ سمجھنا چاہیے کیونکہ اسلام کے مزاج میں کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔ اگر ہم اس کے پھیلنے میں تلوار کو نظرانداز کردیں تو نعوذ باللہ صحابہ کرامؓ کی قربانیاں فضول قرار دی جائیں گی کہ اسلام کی ترویج و اشاعت میں تو تلوار کی اجازت نہیں تھی جبکہ ان حضرات نے تلوار کو استعمال کیا اور اکثر علاقے تلوار کی نوک پر فتح کیے اور تلوار ہی کے ذریعے سے گندے مواد کو صاف فرمایا۔ جب مطلع صاف ہوجاتا اور مسلمان ایک باعزت حیثیت کے ساتھ کسی ملک میں داخل ہوتے تو اب لوگوں کو ان کے اخلاق دیکھنے کا موقع ملتا اور وہ گروہ در گروہ دین میں داخل ہوتے۔

اور حالات نے واضح کردیا ہے کہ وہ داعی زیادہ کامیاب رہے جن کی دعوت کے پیچھے تلوار ہوا کرتی تھی۔ خود حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب نے تفسیر معارف القرآن میں مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

"تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے نکالا گیا ہے تم نیکیوں کا حکم کرتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو"۔ (ال عمران آیت ۱۰)

امت محمدیہ کے خیر امت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی دعوت کو کوئی ٹھکرا نہیں سکے گا کیونکہ ان کی دعوت کے پیچھے جہاد کا عمل موجود ہے جو ان کی دعوت کو نہیں مانے گا۔ جہاد کے ذریعہ اس کا خاتمہ کیا جائے گا جبکہ پہلی امتوں میں دعوت کا عمل تو موجود تھا مگر ان کی دعوت کے پیچھے جہاد کی پاور نہیں تھی۔ (یہ خلاصہ ہے اس تقریر کا جو حضرت مفتی صاحبؒ نے آیت کریمہ کے ذیل میں فرمائی ہے)۔

آخری گزارش

بہت ساری احادیث کریمہ میں اسلحے کی مختلف فضیلتیں آئی ہیں۔ مثلاً" ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رب العزت تلوار اٹھانے والے پر اپنے ملائکہ کے سامنے فخر فرماتے ہیں' او کما قال

ایک حدیث شریف میں فرمایا تلوار اٹھا کر نماز پڑھنے والے کی نماز دوسرے لوگوں کی نماز سے ستر گناہ زیادہ افضل ہے۔ او کما قال) بعض احادیث میں دشمن کو تیر مارنے کی فضیلت آئی ہے۔ بہرحال اس قسم کی احادیث بہت زیادہ ہیں تو اخلاق کے وہ شارحین جو اخلاق کو تلوار کی ضد بتاتے ہیں۔ ان احادیث کریمہ کے متعلق کیا کہیں گے؟ کیا خدانخواستہ یہ بداخلاقی کی دعوت ہے؟ ہرگز نہیں' ہرگز نہیں

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود نبی السیف (تلوار والے نبی) تھے۔ آپ خود نبی الملاحم (جنگوں والے نبی) تھے اور آپؐ مجسم اخلاق تھے۔

اللہ رب العزت امت محمدیہ کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے' آمین

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم' وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

جز

سوئم

مسلمانوں کو ایک

چیلنج

مصنف

حضرت مولانا محمد مسعود اظہر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمانوں کو ایک چیلنج

گزشتہ چار برس سے ہندوستان اور کشمیر کے مسلمانوں پر جس طرح کھلم کھلا ہندو جارحیت نے قیامت ڈھا رکھی ہے یہ کسی وقتی نعرے یا جذبات کا کرشمہ نہیں بلکہ ہندوؤں کے برسا برس تک زیر زمین پکنے والے منصوبوں اور عزائم کا لاوہ ہے جو اب پھٹ چکا ہے ہندو کبھی بھی دل سے مسلمانوں کا دوست یا خیر خواہ نہیں رہا۔ ہندوستان صرف ہندوؤں کا ہے یہ نعرہ اور عزم ہندو کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ البتہ اس نعرے کی تکمیل کے لئے ہندو مختلف روپ دھار کر سامنے آئے کبھی انہوں نے دوستی اور اتحاد کے نام سے خنجر گھونپا اور کبھی جنونی حد تک مذہبی تعصب کا روپ دھار کر ظلم کی آگ جلائی اس دوران ہمیشہ کچھ ہندو مسلمانوں کے خیر خواہ اور ہمدرد بن کر ان سے تعزیت کرتے رہے تاکہ مسلمان یہ نہ سمجھ لیں کہ ہندو مذہب ان کا دشمن ہے بلکہ وہ یہ سمجھیں کہ ہندوؤں کا ایک مذہبی جنونی ٹولہ یہ حرکت کر رہا ہے باقی تو سب ہمارے دوست اور خیر خواہ ہیں۔ یہ چال اس لئے چلی جاتی ہے کہ ہندو جانتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو یہ یقین ہو گیا کہ ہندو مذہب اسلام دشمنی کا نام بن چکا ہے تو وہ ہندوؤں کے خلاف منظم اور متحد ہو کر کھڑے ہو جائیں گے اور آمنے سامنے مقابلہ ہو گا جس کی تاب ہندو تو کیا کوئی قوم بھی مسلمانوں کے خلاف نہیں رکھتی۔

(الف) خونی فسادات

ان خونی فسادات کا سلسلہ تو چوالیس سال سے جاری ہے مگر ہندوؤں کی منظم

تنظیم بے جی پی (بھارتیہ جنتا پارٹی) اور آر ایس ایس اور اس طرح کی ایک دو اور تنظیموں کے وجود میں آنے کے بعد مسلم کش فسادات کا وہ دور شروع ہو چکا ہے جس نے پچھلے مظالم کی حیثیت کو ختم کر کے رکھ دیا ہے چند روز قبل بھارتی ریاست منی پور میں ایک سو مسلمانوں کو ڈنڈے مار مار کر شہید کیا گیا اور ان میں موجود مسلمان بچیوں کو قتل کرنے سے پہلے ان کی سرعام عصمت دری کی گئی' گزشتہ سال بھاگل پور میں ہونے والے فسادات اور مظالم کی بازگشت تو عالمی پریس میں بھی سنی گئی اور یہ واقعہ تمام اخبارات نے لکھا کہ پولیس اور فوج نے مسلمانوں کو بظاہر ہندو بلوائیوں کے مظالم سے بچانے کے لئے ایک بڑے مکان میں بند کر دیا اور پھر خود ہی بلوائیوں کو ان پر چھوڑ دیا جنہوں نے پتھر مار مار کر سینکڑوں مسلمانوں کو خاک اور خون میں تڑپا دیا پورا مکان مسلمانوں کے خون اور ان کے کچلے ہوئے گوشت اور بکھری ہوئی ہڈیوں سے بھر گیا۔ اسی طرح بمبئی میں ہزاروں مسلمانوں کو شہید کیا گیا جن میں سے اکثر تاجر تھے۔

ان مظالم کی داستان بہت طویل ہے لکھتے ہوئے دکھ تو ہوتا ہی ہے شرم اس قدر آتی ہے کہ سر اٹھانے کو جی نہیں چاہتا۔

امت مسلمہ آج یتیم ہو چکی ہے اس کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔

برطانیہ کے بعض دوستوں نے بتلایا کہ ہندو بلوائی بھارتی گجرات کے معزز مسلمانوں کے گھروں میں گھس گئے اور جوان بچیوں کی ان کے گھر والوں کے سامنے بے دردی سے اجتماعی عصمت دری کی اور اس دوران ویڈیو فلم بھی بناتے رہے اور یہ فلمیں جگہ جگہ دکھائی جا رہی ہیں ان دوستوں نے بتایا کہ ہم تو یہ دردناک مناظر دیکھنے کی ہمت نہ کر سکے مگر جن مسلمانوں نے دیکھ لیا ان کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں اور ان کے سینوں میں آگ لگ گئی ہے مگر وہ نہتے مسلمان خود کو کھانے کے علاوہ کر ہی کیا سکتے ہیں؟

(ب) بابری مسجد کی شہادت

بابری مسجد کو ایک منظم سازش کے تحت شہید کیا گیا بظاہر تو یہ ایک عظیم اسلامی یادگار کو مٹانے کا عملی قدم تھا جو متعصب ہندوؤں نے فوج پولیس اور انتظامیہ کے بھرپور تعاون سے اٹھایا مگر حقیقت میں مسلمانوں اور ان کی عبادت گاہوں کے خلاف ہونے والے ایک بڑے آپریشن کلین اپ کی ابتداء تھی بابری مسجد کے گرانے میں ان متعصب ہندوؤں نے اہم کردار ادا کیا جو بقول ان کے ٹریننگ یافتہ تھے۔ انہوں نے باقاعدہ طور پر تخریب کاری کی ٹریننگ لی تھی۔ ان سینکڑوں تربیت یافتہ ہندوؤں کے ساتھ ہزاروں جذباتی ہندو تھے جن کی یہ تربیت یافتہ ہندو مکمل حمایت کر رہے تھے۔ بابری مسجد گر رہی تھی اور انڈیا کی سیکولر حکومت کے حکام ایک اونچے چبوترے پر بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ عینی شاہدوں کے مطابق ایک پولیس افسر اپنے سپاہیوں کو بار بار حکم دے رہا تھا کہ اور کچھ نہیں تو اپنی ذمے داری ادا کرنے کے لئے ہوائی فائرنگ تو کرو مگر ان سپاہیوں نے یہ حکم ماننے سے صاف انکار کر دیا اور ایک مقررہ وقت پر قانون نافذ کرنے والے اداروں نے بھاگنا شروع کر دیا اور میدان بلوائیوں کے لئے خالی ہو گیا۔ صرف چند گھنٹوں میں مسجد کو ختم کر کے مندر کا عارضی ڈھانچہ کھڑا کر دیا گیا اور بت رکھ دیے گئے۔

اسی دوران ایک ہندو سادھو نے بڑے ترنگ میں یہ اعلان بھی کر دیا کہ دہلی کی جامع مسجد بھی مندر کی جگہ بنی ہوئی ہے اسے کھود کر دیکھا جائے اور پھر اس نے بڑی ڈھٹائی سے کہا کہ ہندوستان میں ہم ہندوؤں کی اکثریت ہے اس لئے جو ہم کہیں گے اور چاہیں گے وہی ہوگا ایک بڑے سادھو نے یہ اعلان بھی کیا کہ ہمارا ہدف یہ ہے کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کا ہو اور بس۔

یہ وہ باتیں ہیں جن کے دستاویزی ثبوت موجود ہیں اور ان میں سے ہر بات کا نتیجہ صرف ایک ہی نکلتا ہے کہ ہندو مکمل تیاری کر چکے ہیں اور ہندوستان سے مسلمانوں کو اس طرح ختم کرنا چاہتے ہیں جس طرح اسپین سے مسلمانوں کو ختم کیا گیا۔

بابری مسجد کی شہادت کے بعد ایک شدید طوفان کی شکل میں مسلمانوں کے گھر جلنے لگے عورتیں بے آبرو ہونے لگیں اور ہزاروں جانیں کٹنے لگیں اسلامی ملکوں میں بابری مسجد کے سانحے کے بعد عوامی طور پر جو تھوڑا بہت ایکشن ہوا اس کو بھی بہانہ بنا کر ہندوستان کے مسلمانوں کو شدید مظالم کا نشانہ بنایا گیا۔

(ج) ہندوؤں کے عزائم

سانحہ بابری مسجد کے نتیجے میں ہندوؤں نے مسلمانوں کا شدید نقصان کیا مگر وہ اپنا حقیقی ہدف مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر پورا نہ کر سکے۔

- بعض ہندو تنظیموں کے باہمی اختلافات
- بمبئی کے حساس اور اہم مقامات پر ہونے والے دھماکے
- اسلامی ملکوں میں بابری مسجد کے بارے میں حسب توقع رد عمل کا فقدان

لیکن ہندو پھر بھی مایوس نہیں ہوئے ایک طرف تو وہ آئے دن سینکڑوں مسلمانوں کو شہید کر کے آہستہ آہستہ اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہے ہیں اور دوسری طرف وہ ایک زبردست عسکری قوت کی شکل میں کھل کر سامنے آنے کے لئے کوئی بہانہ تلاش کر رہے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ایک منظم عسکری طاقت کے بغیر ان کے خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتے اور اب ہندوؤں کو اپنا یہ خواب پورا کرنے کا موقع مل گیا ہے اور اس کے لئے انہوں نے ابتدائی طور پر جموں کے علاقے کو منتخب کیا ہے۔ ہندوؤں کی متعصب جنونی و مذہبی تنظیم

بھارتیہ جنتا پارٹی جموں کشمیر کے صدر چمن لال گپتا نے اعلان کیا ہے کہ کشمیر میں تحری آزادی کے لئے لڑنے والے جنگجو گوریلوں کا مقابلہ کرنے کے لئے بے جی پی ریٹائرڈ فوجیوں پر مشتمل ایک گوریلا فورس بنائے گی جس کی کمان بھارت کے ریٹائرڈ جرنیل کریں گے یہ گوریلا فوس کشمیر کے مجاہدین کا مقابلہ ہر گلی اور ہر کوچے میں کرے گی چمن لال گپتا نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس فورس کے لئے اسلحہ مہیا کرے۔ اس خبر سے آپ ہندو کے عزائم کا بھرپور طریقے سے جائزہ لے سکتے ہیں ہندو اب تک مسلمانوں کے خلاف کارروائیوں کے مندرجہ ذیل اقدامات پر کام کر رہا تھا۔

۱۔ عسکری ٹریننگ

○ وسیع پیمانے پر ہندو نوجوانوں کی عسکری ٹریننگ مختلف کلبوں اور جسمانی ورزش کے مراکز وغیرہ کے نام سے دی جارہی ہے اور بھارت کا متعصب ہندو رہنما بال ٹھاکرے خاص طور پر ایسے کئی ٹریننگ مراکز قائم کر چکا ہے جس میں ہندوؤں کو عسکری تربیت دی جارہی ہے ہندوستان کے ریٹائرڈ اور حاضر ڈیوٹی فوج اس سلسلے میں اپنے ہم مذہب لوگوں کی مکمل رہنمائی اور تعاون کر رہے ہیں۔

۲۔ فراہمی اموال

○ اپنے تخریبی کاز کو آگے بڑھانے کے لئے زیادہ سے زیادہ اموال کی فراہمی۔

ہمارے ہاں ہندوؤں کا بخل اور مال کے ساتھ ان کی محبت بہت مشہور ہے لیکن تعجب ہے کہ وہی بخیل ہندو اب اپنے باطل مذہب کی خاطر پانی کی طرح مال لٹا رہے ہیں اس سلسلے میں سب سے اہم کردار وہ ہندو ادا کر رہے ہیں جو پوری دنیا میں عموماً" اور عرب ممالک میں خصوصاً" پھیلے ہوئے ہیں وہ بڑے جوش و

خروش کے ساتھ پیسہ جمع کر کے ہندو لیڈروں کو بھیج رہے ہیں عرب ممالک اور دوسرے ممالک میں خفیہ طور پر ہندوؤں کی تنظیمیں بنی ہوئی ہیں اور وہ اپنا مذہبی فریضہ سمجھ کر یہ کام کر رہے ہیں۔ خصوصاً" بابری مسجد کے گرانے کے لئے کروڑوں سے بھی متجاوز رقم بیرون ہندوستان سے بھیجی گئی اور بابری مسجد گرنے پر ان ہندوؤں نے اپنے اپنے طور پر جشن بھی منائے۔

۳۔ فکری تربیت

اس سلسلے میں بے جی پی اور اس کی ہم مشن تنظیموں نے کافی محنت کی ہے۔ اب ان کے جلسے بڑے پر رونق ہوتے ہیں اور ان کے مقررین کی آواز کے ساتھ لاکھوں ہندو اپنی آواز ملاتے ہیں ہندو پنڈت اپنے پرانے راگ چھوڑ کر نئے راگ بنا رہے ہیں جن میں ہندوؤں کو غیرت دلائی گئی ہے۔ انہیں ان کی بزدلی پر جھنجھوڑا گیا ہے اس فکری تربیت کا اثر بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے اور ہر ہندو یہ محسوس کر رہا ہے کہ اگر اس نے ہندوستان کے مسلمانوں کے خلاف کچھ نہ کیا تو وہ اپنے مذہبی فرائض میں کوتاہی کا مرتکب ہوگا اور ہلاکت اس کا مقدر ہوگی چنانچہ مسلم کشی ہندوؤں کی اہم ترین عبادت بن چکی ہے۔

آخری قدم

ابتدائی طور پر تین قدم اٹھانے کے بعد ان ہندوؤں کا آخری قدم اپنی منظم اور مسلح عسکری قوت بنانا ہے جو مختلف وجوہات کی وجہ سے بھارت میں تو اعلانیہ طور پر نہیں بن سکی اب اس کے لئے جو میدان منتخب کیا گیا ہے وہ کشمیر کا میدان ہے کشمیر کے قریبی علاقے جموں کے مقام ڈوڈہ کو اس ہندو گوریلا فورس کا ہیڈ کوارٹر بنایا جائے گا۔

ہندو لیڈر چمن لال گپتا کے اعلان سے تجزیہ نگاروں نے رائے قائم کی ہے کہ انڈیا کی حکومت خود یہ چاہتی ہے کہ بے جی پی کی گوریلا فورس جلد کشمیر کے میدان میں اترے تاکہ بھارتی فوج کی کمی کو پورا کرسکے اور بھارت دنیا کو یہ باور کرائے کہ عوامی خانہ جنگی ہے اور حکومت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے اور بھارت یہ بھی چاہتا ہے کہ فوج میں پھیلی ہوئی اس بددلی اور دہشت کو بھی اس طرح سے قدرے کم کیا جاسکے گا جو مجاہدین کی جانثارانہ کارروائیوں سے انڈیا کے فوجیوں میں بیٹھ گئی ہے جبکہ بھارتیہ جنتا پارٹی کا مقصد اس گوریلا فورس سے یہ ہے کہ

○ کھلے عام ٹریننگ سینٹرل جائیں جن میں ہندو نوجوانوں کو آزادی سے جنگی تربیت دی جاسکے۔

○ کشمیر کے لئے ملنے والا اسلحہ کشمیر کے علاوہ پورے ہندوستان میں پھیلا دیا جائے تاکہ ہندوستان میں چلنے والے آپریشن کو آگے بڑھایا جاسکے۔

○ اس عسکری قوت کے بل بوتے پر آئندہ انتخابات میں بھاری اکثریت حاصل کرکے انڈیا حکومت پر قبضہ کیا جائے تاکہ کانگریس کی بجائے بے جی پی کی حکومت قائم ہو اور بھارت کو ہندو اسٹیٹ بنانے کا سرکاری اعلان کردیا جائے۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ کانگریس کی حکومت بے جی پی کے ہاتھوں اسلحہ دیکر اپنا وجود خطرے میں ڈالنا کس طرح گوارہ کرپائے گی۔ تو اس سوال کا جواب موجودہ حالات خود دے رہے ہیں بھارت نے سوویت یونین کی تباہی کے بعد امریکہ سے تعلقات استوار کرلئے ہیں اور بے جی پی کی تمام پالیسیاں امریکی مفادات کے حق میں ہیں اس لئے امریکہ کانگریس کی بجائے بے جی پی کو زیادہ ترجیح دیتا ہے اور دیتا رہے گا۔

دوسری طرف بھارت آہستہ آہستہ اسرائیل کے اس قدر قریب ہو رہا ہے کہ اب تک چھ بڑے معاہدے بھارت اور اسرائیل کے درمیان ہوچکے ہیں اور اسرائیلی کمانڈوز کشمیر میں بھارتی فوج کے شانہ بشانہ مجاہدین کے خلاف برسر پیکار ہیں افغانستان میں مجاہدین کی کامیابی اور ان کے آئندہ عزائم کے پیش نظر اسرائیل کی یہ ضرورت بن چکی ہے کہ وہ ہندوستان کے ساتھ صرف دوستی ہی نہیں بلکہ ہندوستان پر اپنا ہاتھ رکھے اور یہودی اپنی سازشوں کے ذریعے ہندوستان کو باآسانی دھوکہ دے کر اپنے نیچے لگاسکتے ہیں۔

اس لئے کچھ بعید نہیں کہ کشمیر میں ہندو گوریلا فورس کا لڑانے کا پلان یہودیوں کا بنایا ہوا ہو اور وہ اس طرح آہستہ آہستہ انڈیا حکومت پر اپنی گرفت مضبوط کررہے ہوں تاکہ ہندوستان آئندہ اس کے مفادات کا تحفظ کرسکے اور ناممکن نہیں کہ اسرائیل ہندوستان میں متعصب ہندوؤں کی حکومت کے لئے تانے بانے بن رہا ہو تاکہ وہ اس متعصب حکومت کے ذریعے پاکستان اور افغانستان میں اپنے مقاصد پورے کرسکے اور اپنے متزلزل دفاع کو مضبوط بنا سکے۔

کشمیری مجاہدین کے لئے نوید مسرت

○ ۔ بہرحال اگر ہندوؤں کی گوریلا فورس کشمیری مجاہدین کے مقابلے پر آتی ہے تو یہ کشمیری مجاہدین کے لئے ایک بہت بڑی خوشی ہے کیونکہ یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ انڈیا آرمی نے اپنی شکست تسلیم کرلی ہے اس لئے اب وہ عوام کو میدان میں گھسیٹ کر لارہے ہیں۔

○ ۔ دوسری طرف مجاہدین کو کرائے کے تنخواہ دار فوجیوں کی بجائے نظریاتی ہندوؤں سے لڑنے کی سعادت ملے گی اور ان ہندوؤں میں سے جتنے قتل ہوں

گے اتنا ہی ان کا نظریہ کمزور پڑے گا اور غلامی کی طرف جلد لوٹ آئیں گے۔

○ ۔ تیسرا یہ جنگ جو پہلے سے مذہبی بنیاد پر لڑی جارہی ہے اسی طرح سے کھل کر اس کی مذہبی حیثیت اجاگر ہوگی اور پوری دنیا کے مسلمانوں کو اس میں شرکت کا جواز مل جائے گا۔

○ ۔ چوتھا یہ کہ گوریلا فورس کے میدان میں آنے کے بعد اس جنگ کو دہلی کے ایوانوں تک پہنچنے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔

○ ۔ پانچواں یہ کہ اس آمنے سامنے کی لڑائی میں ہندو کو اپنی حقیقت کا ادراک ہوگا۔ چھپ چھپ کر نہتے مسلمانوں کے قتل کو اس نے اپنی شجاعت اور مسلمانوں کی بزدلی اور کمزوری سمجھا مگر میدان میں آکر اسے چند روز میں اندازہ ہوجائے گا کہ چھپ کر سازشیں کرنا نہتے کمزور لوگوں کو قتل کرنا، فوج کے تعاون سے ایک مسجد کے در و دیوار کو گرا دینا آسان ہے۔ مگر میدان میں لڑنا ہر کسی کا کام نہیں انشاء اللہ ہندو مسلمانوں کے مقابلے میں میدان میں آکر پچھتائے گا لیکن اسے پچھتانے کا وقت نہیں ملے گا۔

لمحہ فکریہ

ہندو بزدل ہونے کے باوجود میدان میں آگیا ہے حالانکہ اس نے دنیا میں جلنا ہے اور آخرت میں بھی۔ ہندو بزدل ہونے کے باوجود مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے اپنا سب کچھ لٹا رہا ہے اور پانی کی طرح اپنا پیسہ بہا رہا ہے۔ ہندو مظلوم مسلمان بچیوں کی عصمت لوٹ کر بابری مسجد کو گرا کر اور معصوم بچوں کو سلاخوں میں پرو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو چیلنج کرچکا ہے۔ اس امت کو جو بزدلی اور بخل سے نفرت کرتی تھی شجاعت اور سخاوت اس کا زیور تھا جس امت پر جہاد کو فرض کیا گیا ہے جس امت کو جہاد کی خاطر نماز میں چلنے پھرنے

اور حملہ کرنے کی اجازت دی گئی جس امت کو اللہ کے راستے میں لڑنے کے لئے روزہ قضا کرنے کی اجازت دی گئی جس امت کو اسلحہ بنانے اور گھوڑے پالنے کا حکم دیا گیا جس امت کے لئے شہادت جیسے لذیذ اور میٹھے انجام کو مقدر کیا گیا وہ امت جس نے کافر عورتوں کی عزت بچانے کے لئے اندلس کے دریاؤں میں کشتیاں جلا ڈالیں وہ امت جس نے اسلام کے تحفظ کے لئے صحراؤں کو اپنے خون سے گلستان بنادیا وہ امت جس کے جوانوں نے روم و فارس کے دریاؤں کے پانی کو خون سے سرخ کردیا۔ وہ امت جس کا نام کفر کے لئے موت کا پیغام تھا آج کٹ رہی ہے جل رہی ہے لٹ رہی ہے اور اس کا کوئی پرسان حال نہیں خالد بن ولید کی روحانی بیٹیاں آج عزت و عصمت کو ترس رہی ہیں۔

یاد رکھو مسلمانو!

بمبئی میں ہزاروں مسلمانوں کا قتل ایک عظیم جرم ہے

منی پور میں ڈنڈے مار مار کر سو مسلمانوں کا قتل ایک عظیم جرم ہے

بھاگل پور میں سینکڑوں مسلمانوں کا قتل عام اور ان کی ننگی لاشوں کا دریا میں بہادینا ایک عظیم جرم ہے

کشمیر میں پچاس ہزار قیمتی جانوں کا ضیاع ایک عظیم جرم ہے

بوسنیا میں ایک لاکھ مسلمانوں کا قتل ایک عظیم جرم ہے

تاجکستان میں ایک رات میں ستر ہزار مسلمانوں کا قتل ایک عظیم جرم ہے

فلسطین میں آئے دن مسلمانوں کا قتل ایک عظیم جرم ہے

یہ عظیم جرائم ہیں مگر مجرم کون؟

وہ یہودی، عیسائی، ہندو اور کمیونسٹ جو کافر ہیں جن کا مذہب مسلمانوں کے وجود کو برداشت نہیں کرتا جن کی کھلی دشمنی سے قرآن مجید نے ہمیں آگاہ کردیا

تھا ان کا کام ہی اسلام کا خاتمہ ہے۔ یا وہ مسلمان جنہیں اللہ پاک نے ہمیشہ کافروں کے خلاف تیار رہنے کا حکم دیا مگر انہوں نے اپنے رب کے اس حکم کو پورا نہ کیا وہ ایمان والے جن کی صفت یہ بتائی گئی کہ وہ اللہ کے دشمنوں سے لڑتے ہیں مگر انہوں نے اس صفت کو اپنانے سے انکار کردیا۔ وہ مسلمان جنہیں ہمیشہ خذو احذرکم کافروں سے بچنے کے لئے اسلحہ اٹھائے رکھنے کا حکم دیا گیا مگر انہوں نے اس حکم کو پشت کے پیچھے پھینک دیا۔

وہ مسلمان جنہیں کافروں پر ہمیشہ اقدامی حملے کرنے اور انہیں خوفزدہ رکھنے اور ان کے خون سے زمین کو رنگین کرنے کا حکم دیا گیا مگر اقدام تو اقدام مسلمانوں نے دفاع تک گوارہ نہ کیا۔

وہ مسلمان جن کے نبی نے تلوار کے زور پر علاقوں کے علاقے فتح کیے خود مکہ جیسا مقدس شہر تلوار کے زور پر فتح کیا مگر وہ مسلمان نبی کی اس ادا کو سنت ماننے پر تیار نہیں وہ مسلمان جنہیں تنبیہہ کردی گئی تھی کہ اگر جہاد چھوڑ دو گے تو دردناک عذاب ملے گا اور کافر تم پر مسلط ہوجائیں گے اور تم پر اللہ تعالیٰ کا عمومی عذاب آئے گا مگر انہوں نے اس کے باوجود جہاد چھوڑ دیا۔ وہ مسلمان جن کا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ سنت چھوڑ دینے سے اللہ کی نصرت اٹھ جاتی ہے مگر انہوں نے جہاد جیسے فریضے کو قصداً" چھوڑے رکھا۔

یقیناً" وہ مجرم ہیں جنھوں نے بزدلی اختیار کی وہ مجرم ہیں جنھوں نے دین کی عظمت اور مسلمانوں کے تحفظ کے لئے لڑنا چھوڑ دیا وہ مجرم ہیں جن کے اموال جہاد کے لئے قربان نہیں ہوئے وہ مجرم ہیں جنھوں نے سینکڑوں بار جہاد کے حکم کو سنا مگر جنبش تک نہ کی۔

وہ مجرم ہیں جنہیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود میدانوں میں نکلے مگر پھر بھی ان کے جذبہ ایمانی کو جوش نہ آیا اسی اجتماعی جرم کی سزا ہے کہ

ہندو جیسا کمینہ بزدل ہم پر غالب آگیا۔
یہودی جیسا مکار ہم پر غالب آگیا۔
عیسائی جیسا عیاش ہمارا حکمران بن گیا۔

ہماری عزتیں بر سر بازار لٹ گئیں ہمارا خون ندی نالوں کو سرخ کرنے لگا۔

چیلنج کا جواب

اس میں شک نہیں کہ ہندو جس قدر بھی تیاری کرلے وہ ہندو ہی ہے اس کی یہ ساری شیخی اس وقت تک ہے جب تک وہ مسلمانوں کے مقابلے پر نہیں اترتے اور جس دن مسلمان اپنی غفلت سے بیدار ہوکر مقابلے میں آگیا تو ہندو کی یہ ساری سازشیں اور کوششیں مکڑی کا جال ثابت ہوں گی لیکن جب تک مسلمان بیدار نہیں اس وقت تک ہندو کے اس مکرو فریب سے بھرپور ایکشن کو کم خطرناک نہیں سمجھا جانا چاہیے۔

ویسے تو یہ ہر کلمہ پڑھنے والے کا فریضہ بنتا ہے کہ وہ ہندوؤں کے اس چیلنج کا جواب دے اور میدان میں بھی اترے مگر اس کے لئے پہلے ان مسلمانوں کو یہ سمجھنا پڑے گا کہ جہاد کیا ہے اس کے کیا فضائل و فوائد ہیں۔ اس کی کیا اہمیت ہے کیونکہ عام مسلمان کے دل و دماغ سے جہاد کی حقیقت نکل چکی ہے یا پھر وہ جہاد کو فوج کی ذمے داری سمجھتے ہیں لیکن وہ مسلمان جو جہاد کو سمجھتے ہیں اور اس کی کچھ تیاری کرچکے ہیں اس لازمی فریضے کی اہمیت و ضرورت سے واقف ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہندوؤں کے اس چیلنج کا بھرپور طریقے سے جواب دیں۔

کیونکہ اگر ہندوؤں کے اس ابلتے ہوئے آتش فشاں کو سرد نہ کیا گیا تو آئندہ چل کر مستقل دردِ سر بن سکتا ہے۔ اس سلسلے میں فوری اقدامات کی ضرورت ہے چند ایک اہم اقدامات مختصراً" پیش خدمت ہیں۔

اہم اقدامات

○ مجاہدین کی تمام تنظیمیں عام مسلمان جانبازوں پر مشتمل ایک ایسی فورس بنائیں جو ہر طرح کی تربیت سے مالا مال ہو اور ان باصفات اور باصلاحیت افراد پر مشتمل ہو جو مجاہد بھی ہوں داعی بھی ہوں ذہانت و فطانت سے بھی مالا مال ہوں راز کو راز رکھ سکتے ہوں اور اپنے مقصد اور نظریے کے لئے سب کچھ قربان کر سکتے ہوں۔

امت مسلمہ بانجھ نہیں ہوئی اس میں ایسے افراد کی کمی نہیں ہے لیکن اگر ایسے افراد زیادہ نہ بھی ہوں تو تھوڑے کافی ہیں مگر ان کی تربیت بہت پختہ ہونی چاہیے۔

○ تمام مجاہد تنظیمیں اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے ان ہندوؤں کو جو مختلف اسلامی ممالک میں کام کر رہے ہیں بے دخل کرنے کی کوشش کریں۔

○ مجاہد تنظیمیں وقتی جذبات کے پیش نظر اپنی عسکری صلاحیتوں کو اپنے ملک یا کسی خاص نکتے پر ضائع کرنے کی سختی سے حوصلہ شکنی کریں اس وقت اس طاقت کا استعمال صرف بیرونی کفریہ طاقتوں کی عسکری قوت توڑنے اور ان کی سیاست کو درہم برہم کرنے میں ہونا چاہیے اور اس کی کوشش کی جائے کہ اسلامی عسکریت پسندوں کی دھاک کافروں کے دلوں میں بیٹھ جائے۔

○ اپنے باصلاحیت افراد کو کشمیر اور جموں اور دیگر علاقوں میں زیادہ تعداد میں بھیجا جائے تاکہ تحریک سازشوں سے بچی رہے اور دشمن کو سخت نقصان پہنچایا جاسکے اور حالات پر کڑی نظر رکھ کر مجاہدین کی صفوں کو اختلاف و انتشار سے بچایا جاسکے اور مصیبت زدہ مسلمانوں کی بھرپور حوصلہ افزائی کی جاسکے تاکہ وہ تحریک سے بدظن نہ ہوں اور ان عناصر کی حوصلہ شکنی کی جاسکے جو عوام کو تنگ

کرنے کے در پے ہیں۔

○ مسلمانوں میں عمومی طور پر اور نوجوانوں طلبہ اور ریٹائرڈ فوجیوں میں خصوصی طور پر جذبہ جہاد پیدا کرنے کے لئے اہم اقدامات کیے جائیں دینی مدارس ہوں یا اسکول اور کالج ہر جگہ پڑھنے والے بچے مسلمانوں کی اولاد اور مسلمانوں کا مستقبل ہیں اس لئے ان پر بھرپور محنت کی جائے انہیں اسلام کا شیدائی اور غازی بنانے کے لئے رات دن ایک کیے جائیں۔ ہر علاقے میں موجود ریٹائرڈ فوجیوں کو جہاد کی دعوت دی جائے اور انہیں اس میدان میں لایا جائے۔ جس میدان کے وہ دھنی تھے اور انہیں جہاد کی اہمیت اور فضائل سے آگاہ کرنے کے لئے اجتماعی اور انفرادی محنت کی جائے۔

○ تمام تنظیمیں اپنی مالی حالت کو مستحکم کرنے کے لئے مستقل بنیادوں پر غور و فکر کریں۔

○ جہاد بغیر اسباب جہاد کے نہیں ہوسکتا اور عمومی طور پر مسلمانوں کا خرچ کرنے کا رجحان نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ امت مسلمہ کی بہت بڑی بدقسمتی ہے بہرحال اس مشکل کا سد باب کیا جاسکتا ہے مجاہد تنظیمیں اپنے تھوڑے بہت اموال کو جمع کر کے مستقل آمدنی کے ذرائع پیدا کریں تاکہ تنظیموں کے قیمتی افراد کی زندگیاں صرف اموال جمع کرنے پر ہی خرچ نہ ہو جائیں اگرچہ ان کو تو پورا ثواب ملے گا مگر اس میں جہاد کا نقصان ہے۔

○ اموال کے خرچ میں کفایت شعاری سے کام لیا جائے اور تنظیمی تشہیر پر اموال خرچ کرنے کی بجائے عسکری قوت بڑھانے اور مسلمانوں میں دعوت جہاد کو عام کر کے انہیں عسکری محاذوں تک پہنچانے میں زیادہ تر اموال خرچ کیے جائیں۔

○ انشاء اللہ جیسے جیسے کام بڑھے گا اور افراد بڑھیں گے تنظیمی تعارف خود بخود بڑھتا چلا جائے گا۔

○ مجاہدین اس بات کو ذہن نشیں کرلیں کہ ہندوستان دارالحرب ہے چنانچہ اسی سوچ کے تحت اپنے اقدامات کریں۔

○ تنظیمیں اپنے ریکارڈ میں ان نوجوانوں کو تلاش کریں جو جہاد سیکھ کر پھر بیٹھ گئے ان نوجوانوں سے رابطہ کرکے انہیں دوبارہ جہاد کی محنت میں جوڑا جائے۔

○ پوری دنیا میں مجاہدین کے باہمی تعلقات قابل رشک حد تک مضبوط ہونے چاہئیں اور یہ سب تنظیمیں خواہ کشمیر میں کام کررہی ہوں یا تاجکستان اور فلسطین میں مصروف جہاد ہوں وہ الجزائر میں ہوں یا فلپائن میں ان سب کا باہمی رابطہ مضبوط اور تعلق مثالی ہونا چاہیے۔ انشاء اللہ یہ اتحاد کفر کے لئے بہت بڑی چوٹ ثابت ہوگا ہر تنظیم اپنے میں سے بعض افراد کی صرف یہی ذمے داری لگائے کہ ان کا کام دنیا بھر میں چلنے والی اسلامی تحریکوں سے رابطہ کرنا ہے اور ان کے حالات و نظریات اور ان کی مشکلات کو معلوم کرنا ہے اس طرح سے یہ تمام منتشر قوتیں ایک اجتماعیت محسوس کریں گی۔ بعض میں کوئی کمی ہوگی تو وہ دور ہوجائے گی۔ تنظیموں سے تعلق رکھنے والے اہل علم نہایت خوش اسلوبی سے تنظیموں کی اصلاح کرسکتے ہیں اور وقت پڑنے پر یہ تنظیمیں ایک دوسرے کی مدد کرسکیں گی اگر یورپ کے ممالک اپنی تجارت کی خاطر متحدہ اقتصادی کمیٹی بناسکتے ہیں اور علاقائی تعاون کی تنظیمیں وجود میں آسکتی ہیں تو اسلامی تحریکیں کیوں اپنا ایک مستقل پلیٹ فارم نہیں بناسکتیں؟

○ یقیناً" متحدہ پلیٹ فارم بن سکتا ہے اور انشاء اللہ بنے گا اور اس سے امت مسلمہ کو بھرپور فائدہ حاصل ہوگا اور مجاہدین کے ان حقوق کا بھی تحفظ کیا جاسکے گا جو ہر وقت پامال کئے جاتے ہیں اور ان تنظیموں کو بھی بچایا جاسکے گا جن کو ختم

کرنے کے لئے کافر طاقتیں مصروف عمل ہیں۔ یہ چند گزارشات بطور متن ذکر کی گئیں ہیں ان میں سے ہر ایک کی اپنی تفصیل ہے اور بعض چیزوں کو اشارۃ ذکر کیا گیا ہے اللہ رب العزت تمام مجاہد تنظیموں کو اور پوری امت مسلمہ کو اپنے دین کی عظمت و سربلندی کے لئے قبول فرمائے

واللہ المستعان و علیہ التکلان

جزء چہارم

بُنیاد پرستی

مصنف

حضرت مولانا محمد مسعود ازہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنیاد پرست

ہمیں بنیاد پرستوں سے خطرہ ہے۔ بنیاد پرست عالمی امن کے لیے خطرناک ہیں۔ ہمیں بنیاد پرستوں کے خلاف متحدہ کوشش کرنی چاہیے۔ اسلام میں بنیاد پرستی کا کوئی تصور ہی نہیں۔ اگر بنیاد پرستی کے سیلاب کو نہ روکا گیا تو کوئی بھی ان کی زد سے نہیں بچ سکے گا۔ یہ وہ خبریں اور سرخیاں ہیں جو دنیا بھر کے اخبارات کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ قاہرہ سے واشنگٹن' واشنگٹن سے لندن' لندن سے پیرس خصوصی' پروازوں پر خصوصی لوگ صرف بنیاد پرستوں کے قلع قمع کے لیے فضا سے زمین اور زمین سے فضا تک اڑ رہے ہیں۔ ہر طرف خوف طاری ہے' بڑے بڑے مفکروں کی عقلیں سوچ سوچ کر ماؤف ہو چکی ہیں۔ جذبہ جہانبانی اور جہانگیری رکھنے والے سورما بھی تھر تھر کانپ رہے ہیں۔ وائٹ ہاؤس میں زلزلہ آرہا ہے۔ ریڈ ہاؤس تو پہلے ہی زمین بوسی کے مزے لوٹ رہا ہے۔ عیسائیوں کے پوپ پال اور اس کے پالتو سب کے سب پریشان ہیں۔ اسحاق شمیر کے بعد اسحاق رابین کے عزائم بھی خواب بننے کو ہیں۔ حسنی مبارک کی نیند اڑ گئی ہے۔ شام کا طاغوت حافظ الاسد لرزہ براندام ہے۔ ابو ضیاف بنیاد پرستی مٹاتے مٹاتے مٹ گیا' اور تو اور بنگلہ دیش اور پاکستان کے حکمران بھی بنیاد پرستی کے سیلاب کو روکنے کے لیے ریت کے بند باندھنا شروع ہو گئے ہیں۔ مصر کے مفتی حضرات نے بنیاد پرستی کو حرام لکھ دیا ہے۔ ہر اسلامی ملک کی غیر اسلامی سرکار اپنے سرکاری علمی کارندوں سے اسی قسم کے فتوے لے رہی ہے اور یہ سرکاری کارندے قرآن و سنت میں سے قرآن و سنت کے عاشقین کے خلاف مواد جمع کرنے میں مشغول ہیں لیکن وہ بھول چکے ہیں یا بھولنے پر مجبور ہیں کہ بنیاد پرستی کی بنیاد قرآن و سنت پر ہے۔

ان مذکورہ بالا حالات کو دیکھ کر ہر آدمی اس تجسس اور تفتیش میں ہے کہ بنیاد پرست

کی اصطلاح کا مقصد کیا ہے اور پوری دنیا اس کے خاتمے کے لیے کیوں کوشاں ہے۔

سرسری نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنیاد پرستی کی یہ اصطلاح خالصتاً" مسلمانوں پر استعمال کی جا رہی جو شدت کے ساتھ اپنے اس مطالبے پر قائم ہیں کہ اسلامی ملکوں میں اسلام کی بالادستی ہونی چاہیے اور ان کا مطالبہ ہے کہ مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کا بہرحال خاتمہ ہونا چاہیے۔ مثلاً" الجزائر میں اسلامک سالویشن فرنٹ (جو الجزائر کی سب سے بڑی پارٹی ہے اور موجودہ جمہوری نظام کے مطابق اسے الجزائر پر حکومت کرنے کا سوفیصد حق حاصل ہے) کو بنیاد پرست کہا جا رہا ہے۔ مصر میں تنظیم الجہاد اور الجماعۃ الاسلامیہ کو اور افغانستان میں ان افغان رہنماؤں کو جو اسلامی طرز حکومت کے علمبردار ہیں بنیاد پرست کے لقب سے نوازا جاتا ہے۔ اس طرح شام' لبنان اور فلسطین کی وہ اسلامی پارٹیاں جو خود مسلمان ہیں اور اسلام سے محبت رکھتی ہیں صرف انہی کو بنیاد پرست کہا جاتا ہے جبکہ سربیا کے عیسائی غنڈے جو مسلمانوں کی لاشوں تک کو معاف نہیں کرتے اور وہ ہندو بھیڑیئے جنہیں دیکھ کر انسانیت کا سر شرم سے جھک جاتا ہے ان کو بنیاد پرست نہیں کہا جاتا.......؟؟

اب اگر بنیاد پرستی کے معنی اسلحہ پرستی ہے پھر اسلحے کی دوڑ میں جو جتنا آگے ہوگا وہ اتنا ہی بڑا بنیاد پرست ہونا چاہیے مگر ایسا نہیں ہے کیونکہ سینکڑوں ایٹمی پلانٹ چلانے والے تو امن پسند اور جمہوریت کے چیمپئن ہیں مگر بوتل میں پیٹرول اور صابن سے بم بنانے والے بنیاد پرست کہلائے جا رہے ہیں۔

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ صرف اسلحہ پرستی اور اسلحہ پسندی کو بنیاد پرستی نہیں کہا جاتا ورنہ امریکہ دنیا کا سب سے بڑا بنیاد پرست' دہشت گرد اور متطرف ملک ہونا چاہیے اور اگر یہ کہا جائے کہ بنیاد پرستی مذہب پرستی کو کہتے ہیں تو پھر جنونی یہودی' مذہبی عیسائی اور مذہبی بدھ مت دنیا میں لاکھوں نہیں کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں مگر انہیں کسی بھی کتاب میں بنیاد پرست اور دہشت گرد کے نام سے یاد نہیں کیا گیا اور اگر بنیاد پرستی کی تعریف یہ ہے کہ کوئی چھوٹا ملک ایٹمی اسلحہ بنائے تو وہ بنیاد پرست کہلائے گا تو یہ

تعریف بھی درست نہیں کیونکہ اسرائیل جو ملک تو کجا صوبہ کہلانے کے قابل نہیں لیکن وہ درجنوں ایٹمی دھماکے کرچکا ہے اور بیسیوں ایٹم بم بناچکا ہے لیکن آج تک اسے بنیاد پرست کا لقب نہیں دیا گیا۔

اور اگر بنیاد پرستی کے معنی مذہب کے لیے اسلحے کا استعمال ہے تو یہ تعریف بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ دنیا کے ہرمذہب کے لوگ اپنے مذہب کے لیے اسلحہ اٹھائے ہوئے ہیں۔ جنوبی سوڈان میں چالیس سال تک عیسائی جنونی ہتھیار اٹھائے رہے مگر انہیں بنیاد پرست نہیں کہا گیا اور جب جنرل عمر بشیر نے ان عیسائیوں کو تھوڑا سا سبق سکھلایا اور سوڈان کے جنوبی حصے کو عیسائیوں کی ریشہ دوانیوں سے پاک کیا تو جنرل عمر بشیر بنیاد پرست بن گیا۔ اس واقعے سے تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مذہب کے نام پر اسلحہ اٹھانے والوں کو جو ختم کرے گا وہ بنیاد پرست ہوگا مگر جن علاقوں میں اسلام کے نام پر مسلمانوں نے اسلحہ اٹھایا ہوا ہے وہاں تو ان کو ختم کرنے والوں کو بنیاد پرست نہیں امن اور جمہوریت پسند کہا جاتا ہے۔

اب رہ سہ کر یہی بات رہ جاتی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں جو قدم بھی اٹھایا جائے گا وہ بنیاد پرستی ہوگا بشرطیکہ وہ قدم شدت اور مضبوطی کے ساتھ اٹھایا جائے اور قدم اٹھانے والوں کے ہاتھوں میں اسلحہ بھی ہو۔

تو معلوم یہ ہوا کہ بنیاد پرستی کے دو عناصر ہیں۔

بنیاد پرستی کے عناصر

۱۔ اسلام ۲۔ قوت

یعنی جہاں بھی اسلامی قوت کا ذرا سا بھی خطرہ ہوگا وہاں بنیاد پرستی کا الارم بجنا شروع ہوجائے گا اس لیے وہ مسلمان جن کے پاس قوت کا کوئی منشور نہیں اور نہ ہی انہیں قوت کا شوق ہے انہیں بنیاد پرست نہیں کہا جاتا خواہ وہ کتنے ہی متقی، پرہیزگار کیوں نہ ہوں ان

کو ہرگز خطرہ نہیں سمجھا جاتا۔

دوسری طرف اگر مسلمانوں کے پاس قوت ہو مگر اسلام نہ ہو تو پھر بھی انہیں بنیاد پرست نہیں کہا جاتا۔ اسی لیے یاسر عرفات کی پی ایل او کو کبھی بنیاد پرست نہیں کہا گیا حالانکہ وہ بھی فلسطین کی آزادی کے لیے اسلحہ اٹھائے ہوئے ہیں اور باقاعدہ جنگ کررہے ہیں جبکہ فلسطین ہی کے مسلمانوں کی ایک جماعت "حماس" کو بنیاد پرست کہا جارہا ہے۔

تو بنیاد پرستی کے دو اہم عنصر اسلام اور قوت ہیں جن کا مرکب اسلامی قوت بنتا ہے اور قوت سے مراد جہاد اور اسلحے کی قوت ہے صرف سیاسی قوت نہیں اسی لیے سیاسی قوت رکھنے والے مسلمانوں کو بھی بنیاد پرست نہیں کہا جاتا ہے جیسا کہ مصر میں مسلمانوں کی ایک اہم سیاسی پارٹی "الاخوان المسلمون" کو اب بنیاد پرست نہیں کہا جاتا حالانکہ اس پارٹی کی سیاسی قوت مصر میں موجود ہے جبکہ الجماعۃ الاسلامیہ کو بنیاد پرست کہا جاتا ہے، اسی طرح تنظیم الجہاد کو بنیاد پرست کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے پاس جہادی تربیت اور جہادی قوت موجود ہے۔ خود الاخوان المسلمون کو بھی اس وقت بنیاد پرست کہا جاتا تھا جب وہ جہادی منشور پر یقین رکھتی تھی مگر جب سے جہاد کی جگہ مروجہ سیاست نے لی ہے اس وقت سے ان پر بنیاد پرستی کا لیبل ہٹ چکا ہے (ہائے کاش وہ لیبل نہ ہٹنے دیتے جس لیبل کی خاطر ان کے تمام اکابر نے اپنی جان کی قربانی دی)

مذکورہ بالا تفصیلات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ثابت ہوا کہ ہر وہ مسلمان جو اسلامی قوت رکھتا ہو یا اسلامی قوت کا خواہشمند ہو اور اس کے دل میں اسلام کی محبت ہو اور وہ کفر سے نفرت رکھتا ہو اور اسلامی نظام کے نفاذ کا پرزور حامی ہو وہ بنیاد پرست ہے۔ تو بنیاد پرستی کے خاتمے کا معنی اسلامی قوت کا خاتمہ ہے۔ بنیاد پرستی پر پابندی کے معنی اسلامی جہاد پر پابندی ہے، بنیاد پرستی کی حرمت پر فتوے کا واضح مطلب جہاد کی حرمت پر فتویٰ لگانا ہے کیونکہ کافر طاقتوں کو صرف اور صرف وہ مسلمان برداشت ہیں جو کفر کی غلامی پر راضی ہوں، جو کبھی بھی اسلامی نظام کے نفاذ کی بات نہ کرتے ہوں، جو اپنی زندگی اور اپنے دین سے جہاد کو نکال چکے ہوں اسی وجہ سے امریکہ کو لاکھوں مسلمان وقتی طور پر قابل

برداشت ہیں جو خود امریکہ میں مقیم ہیں حالانکہ ان میں سے بہت سارے بظاہر اسلامی شعائر و عبادت کے پابند بھی ہوں گے لیکن امریکہ سے ہزاروں میل دور پشاور میں مقیم چند سو عرب مسلمان امریکہ کو برداشت نہیں کیونکہ یہ چند عرب مسلمان اسلام کے نفاذ کی بات کرتے ہیں۔ اس پر بات کرنے سے قبل کہ بنیاد پرستی کی موجودہ اصطلاح کے متعلق اسلام کے کیا احکامات ہیں' مجبوری یہ لکھنا پڑرہا ہے کہ ہمارے بہت سارے مسلمان جو مختلف دینی اور دنیاوی شعبوں سے منسلک ہیں وہ بھی بنیاد پرستی کے لفظ سے خوفزدہ ہیں اور ان مسلمانوں کو کراہیت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جن پر کافر طاقتوں نے بنیاد پرستی کا لیبل چپکادیا ہے اور یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ بنیاد پرست مسلمان ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں اور بدامنی پھیلانے کا ذریعہ ہیں اور ان کی وجہ سے مختلف ممالک میں انتشار کی کیفیت ہے۔

حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اگر دنیا میں مسلمانوں کی تھوڑی بہت ساکھ کہیں پر ہے تو انہیں اسلامی قوت رکھنے والے مسلمانوں کی وجہ سے ہے۔ ویسے تو کافروں کی خصلت ہے کہ وہ مسلمانوں کو اور اسلام کو قطعی طور پر برداشت نہیں کرتے اور ان کی پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ یا تو ان مسلمانوں کا وجود ختم کردیا جائے یا انہیں مسلمان نہ رہنے دیا جائے۔

دیدہ عبرت

۱۹۳۶ء میں جبل زیتون میں دنیا میں عیسائیت پھیلانے والی مشنریوں کے بڑے بڑے پادری جمع ہوئے اور ان میں سے ہرپادری نے اس پر اپنی تشویش کا اظہار کیا کہ عیسائیوں کو مسلمان ممالک میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہورہی۔ کیونکہ ان اسلامی ممالک میں عیسائی ہونے والے مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے جبکہ محنت بہت زیادہ کی جارہی ہے۔

انہی خیالات کا اظہار تقریباً سب پادریوں نے کیا۔ آخر میں لاٹ پادری نے کہا کہ

آپ لوگ ابھی تک اپنے مشن ہی کو نہیں سمجھے۔ ہمارا مشن یہ ہرگز نہیں کہ ہم سب مسلمانوں کو عیسائی بنادیں بلکہ ہمارا مشن یہ ہے کہ مسلمانوں کو مسلمان نہ رہنے دیں۔ سو ہم اپنے مشن میں کامیاب جارہے ہیں۔ ہماری محنت کی بدولت مسلمانوں کی اکثریت صرف نام کی مسلمان ہے اور وہ حقیقی اسلام سے بہت دور ہوچکے ہیں۔

کافروں کی ان تمام تر محنتوں اور خواہشات کے باوجود اگر دنیا میں مسلمانوں کا وجود ہے اور ان کی ساکھ ہے تو وہ انہیں مسلمانوں کی وجہ سے ہے جن کے پاس اسلام بھی ہے اور اسلامی قوت بھی۔ انہیں کے خوف سے کفر لرزہ براندام ہے اور اپنے وہ بھیانک مقاصد پورے نہیں کرپارہا ہے جن کے منصوبے وہ تیار کرچکا ہے۔ یہاں ہم نے قارئین کو اپنی بات سمجھانے کے لیے اسلام اور اسلامی قوت کے دو الگ الگ عنوان قائم کیے ہیں۔ وگرنہ حقیقت میں ان دونوں میں تفریق کرنا اور انہیں الگ الگ سمجھنا ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ کیونکہ اسلامی قوت خود اسلام کا جز ہے۔ وہ اسلام جو بطور دین کے اللہ رب العزت نے اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا وہ ہمیں قوت بنانے کا حکم دیتا ہے اور اتنی قوت بنانے کا حکم دیتا ہے جس سے کافروں پر اور اسلام کے دشمنوں پر رعب اور دہشت طاری رہے اور وہ مسلمانوں کے خلاف اپنے غلط عزائم کو پورا نہ کرسکیں۔ اس لیے اسلامی قوت اسلام کا ایک حکم ہے جو آدمی اسلام کو تو مانتا ہو اور خود کو مسلم کہتا ہو اور اسلامی قوت بنانے پر یقین نہ رکھتا ہو تو وہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہا ہے۔ وہ ہرگز اس اسلام پر نہیں ہے جس پر صحابہ کرامؓ تھے۔ خلاصہ کلام یہ کہ ہمارے مسلمانوں کو بھی کافروں کے ظاہری امن پسندی کے نعرے سن کر دھوکے میں نہیں آنا چاہیے اور نہ ہی اسلامی قوۃ کے علمبردار مسلمانوں سے نفرت کرنی چاہیے بلکہ دین کا تقاضہ یہ ہے کہ سب مسلمان مل کر مضبوط قوت بنائیں اور اسلام دشمنوں کا قلع قمع کریں اور اگر یہ نہیں کرتے تو کم سے کم ان مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور پشت پناہی کریں جو عملی طور پر اسلامی قوت بنانے کے لیے کوشاں ہیں اور اسلام کے دشمنوں کے خلاف برسرپیکار ہیں۔

بنیاد پرستی کی شرعی حیثیت

اب آئیے بنیاد پرستی کے موجودہ استعمال کی شرعی حیثیت کی طرف تو کتاب و سنت اور صحابہ کرامؓ کے عمل اور حضرات فقہا کی تحقیقات کو سامنے رکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام امور جن کی وجہ سے آج کے کافر مسلمانوں کو بنیاد پرست کہہ رہے ہیں وہ تمام امور مسلمانوں کے لیے فرض کے درجے میں ہیں بلکہ بعض امور تو ایسے ہیں کہ اگر مسلمان ان پر عمل پیرا نہ ہوں تو وہ مسلمان ہی نہیں رہتے۔ مثلاً" وہ اہم ترین عنصر جس کی وجہ سے بنیاد پرست کا لقب دیا جاتا ہے وہ ہے اسلام میں پختگی اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ مسلمان کٹ تو سکتا ہے مگر اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ اسلام تو ہماری بنیاد ہے اور اللہ پاک نے ہمیں پورا پورا اسلام میں داخل ہونے کا حکم دیا ہے اور اسلام پورے ضابطہ حیات کا نام ہے۔ اب کافر اولاً" تو یہ برداشت ہی نہیں کرتے کہ ہم مسلمان رہیں اور اگر برداشت کریں تو صرف اتنا اسلام برداشت کر ہیں جتنے میں ان کے لیے کوئی تکلیف نہ ہو اور نہ ہی ان کی زیادتیوں کی روک تھام کی اس میں کوئی بات ہو۔ بنیاد پرستی کا دوسرا عنصر (کافروں کی اصطلاح میں) قوت ہے جسے جہاد سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ بھی اسلام کے اہم ترین فرائض میں سے ہے جس کا انکار کفر ہے اور ترک کرنا ہلاکت اور ذلت ہے اور قوت ختم کرنے کا مقصد کفر کی غلامی اور اسلام سے ہاتھ دھونا ہے اور کافر چاہتے بھی یہی ہیں کہ وہ مسلمانوں کو نہتا کر کے رکھیں جب چاہیں تر نوالہ سمجھ کر ہڑپ کرلیں اور جب چاہیں انہیں ذلیل و رسوا کریں۔

مسلمان کافی عرصہ تک یہ ذلت اور غلامی برداشت کرتے رہے اور کمزور ہوتے چلے گئے' ان کا دشمن مضبوط تر ہوگیا چلاگیا۔ پھر اللہ کا فضل ہوا۔ مسلمانوں نے تھوڑی سی انگڑائی لی اور اللہ کی نصرت دیکھئے کہ صرف انگڑائی لیتے لیتے اپنے دو بڑے دشمنوں میں سے ایک بڑے دشمن (روس) کو تباہ و برباد کرکے صفحہ ہستی سے مٹادیا۔ روس کی حالت

زار دیکھ کر دوسری بڑی طاقت کے چھکے چھوٹ گئے اور اسے اپنا انجام اپنی آنکھوں سے نظر آنے لگا چنانچہ فوری طور پر اس نے اپنی ہلاکت کو کچھ موخر کرنے کے لیے عراق' کویت کا چکر کھیلا اور عرب دنیا کو باور کرایا کہ روس کے ختم ہوجانے کے بعد بھی چھوٹے ملکوں کو اپنے دفاع کے لیے امریکہ کی ضرورت ہے۔

مگر افغانستان کے اثرات پوری دنیا میں پھیلنے لگے۔ مسلمانوں کو اپنا بھولا ہوا سبق یاد آگیا۔ شوق شہادت کی دبی چنگاری شعلہ جوالہ بن کر کفر کو جلانے لگی۔ الجزائر' مصر' فلپائن' تھائی لینڈ' شام' لبنان ہر طرف سرفروش کھڑے ہوگئے۔ ہر سو ایمان کی ہوائیں چلنے لگیں' جمود ٹوٹنے لگا تو مسلمانوں کو پھر سے سلانے بلکہ اب تو مکمل طور پر مٹانے کے لیے نت نئے طریقے ایجاد ہونے لگے۔ انہی طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ نکالا گیا کہ ان اسلام کے شیدائیوں کو بدنام کرنے کے لیے اور انہیں امت مسلمہ کا کٹا ہوا بازو بنانے کے لیے یہ مشہور کردیا جائے کہ یہ مسلمان بنیاد پرست اور دہشت گرد ہیں جو دوسرے مسلمانوں کو بھی ہلاکت کی طرف دھکیل رہے ہیں اور اس پروپیگنڈے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو باور کرایا جائے کہ بنیاد پرست مسلمان دوسرے مسلمانوں سے ایک الگ دھڑا ہے اور ان کا ختم کرنا ضروری ہوچکا ہے اور دوسرے مسلمان ان بنیاد پرستوں کے خاتمے میں امریکہ کا ساتھ دیں۔

اس پروپیگنڈے کے مقاصد حاصل کرنے میں کفریہ طاقتیں کہاں تک کامیاب ہوئیں اور کہاں تک ناکام؟ فی الحال اس کا تجزیہ کرنا مشکل ہے لیکن اس کا ہر کوئی اقرار کررہا ہے کہ کفر کی ان کوششوں سے بنیاد پرستی کا رجحان پہلے کی نسبت بڑھ گیا ہے اور بنیاد پرستوں کی طاقت آئے دن بڑھتی چلی جارہی ہے اور یہ بات مسلمانوں کے لیے حوصلہ افزاء ہے لیکن خطرہ صرف ایک بات کا ہے وہ یہ کہ کفر کی پوری کوشش یہ ہے کہ بے بنیاد مسلمانوں (مثلاً" حسنی مبارک وغیرہ) کو بنیاد پرست مسلمانوں سے ٹکرادیا جائے تو مسلمان آپس میں لڑیں اور ان کی قوت منتشر ہوجائے۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ سازش بھی ناکام ہوگی اور مسلمانوں کی بیداری میں اور اضافہ ہوگا اور بے بنیاد مسلمانوں سے بھی ہماری

جان جلد چھوٹ جائے گی۔ ضرورت اس کی ہے کہ ہم سب پورے فخر اور اطمینان کے ساتھ بنیاد پرستی کے اس طعنے کو تمغہ سمجھیں اور اس گالی کو اپنا اعزاز سمجھیں تب جا کر کفر کو احساس ہوگا کہ اس نے غلطی کی اور اس کی یہ غلطی اس کے خاتمے کا ذریعہ بن جائے گی۔ (انشاء اللہ)

ابھرتا ہوا سوال

مسلمان تو صدیوں سے موجود ہیں۔ ماضی بعید میں بھی موجود تھے اور ماضی قریب میں بھی مگر وہ کون سی تبدیلی آئی جس کی وجہ سے بعض مسلمانوں کو "بنیاد پرست" کا لقب دیا گیا۔ کیا ان مسلمانوں نے کوئی نیا عقیدہ ایجاد کیا ہے یا کسی دینی رسم کا اضافہ کیا ہے۔ اس کا جواب نفی میں ملے گا۔

پھر آخر کیا وجہ ہے کہ آج سے چند سال پہلے تک یہ اصطلاح موجود نہیں تھی جو آج زور و شور سے استعمال ہو رہی ہے۔ اس نکتے پر اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو بعض اہم حقائق سامنے آسکتے ہیں اور یہ وہ حقائق ہیں جنہیں چھپانے کی بھرپور کوشش کی جا رہی ہے مگر وہ وقت آچکا ہے کہ ان حقائق کا منظر عام پر آنا ناگزیر ہو چکا ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ یہودیوں' عیسائیوں اور ان کے حواریوں نے اس کوشش میں ناکامی کے بعد کہ مسلمانوں کو بڑے پیمانے پر مرتد کیا جائے یعنی وہ جس پیمانے پر مسلمانوں کو عیسائی یا یہودی بنانا چاہتے تھے اس میں وہ ناکام رہے تو انہوں نے اپنی کوششوں کا رخ موڑا اور اس کی کوشش کی کہ مسلمانوں کو کافر تو نہیں بنایا جا سکتا۔ البتہ اسلام سے نکالا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس کے دستاویزی ثبوت شائع ہو چکے ہیں کہ عیسائی پادریوں نے اعلان کیا کہ ہماری محنت اور جدوجہد کا اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمان مسلمان نہ رہے۔ یعنی نام اور تعارف کے اعتبار سے تو مسلمان ہو مگر عقیدے اور عمل کے اعتبار سے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہ ہو۔ چنانچہ اسی نکتے پر محنت ہوئی اور اس کے لیے مختلف ہتھکنڈے استعمال کیے گئے مگر مسلمانوں کے پاس نظریہ جہاد کی صورت میں کفر کی ہر سازش کا جواب

موجود تھا۔ وہ عیسائی جو میدان میں مسلمانوں سے بری طرح مار کھا چکے تھے اب سازش کے سوراخوں سے ڈسنا چاہتے تھے مگر جذبہ جہاد کی وجہ سے مسلمانوں میں کفر کی ہر ادا سے نفرت اور کفر کو ہمیشہ اپنا دشمن سمجھنے کا وہ تریاق موجود تھا جس سے وہ کفر کے زہر کو اپنے میں سرایت ہونے نہیں دیتے تھے۔

چنانچہ اسلام کے اس اہم فریضے کو مسلمانوں سے نکالنے کی محنت کا آغاز ہوا۔ اسلام کے اس مرکزی محور کو مسلمانوں کی زندگیوں سے ہی نہیں بلکہ ان کی سوچ اور فکر سے نکالنے کی سازشیں تیار ہوئیں۔ غیروں کی شکل میں آنے کی بجائے اپنوں کے بھیس میں وار کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ دشمن بن کر للکارنے کی بجائے تقدس کا روپ دھار کر ڈسنے کو زیادہ موثر سمجھا گیا۔

چنانچہ مختلف تحریکیں چلیں جن سب کا مقصد مسلمانوں کو جہاد سے ہٹانا اور مسلمانوں کو جہاد بھلانا تھا۔ یہ کام اگرچہ کافی مشکل تھا کیونکہ جہاد مسلمانوں کی رگ و پے میں سرایت کر چکا تھا۔ مسلمانوں کی مائیں اپنے بچوں کو جہاد اور شہادت کے کارنامے سنا کر لوریاں دیتی تھیں۔ قرآن مجید کی سینکڑوں آیات میں جہاد کے واضح احکامات موجود تھے۔ جہاد چھوڑنے کے بدترین انجام بھی تاریخ کی روشنی میں ان کے سامنے تھے۔ بہادر نبی کی امت ہونے کی نسبت سے ہر مسلمان کو بزدلی اور حب دنیا سے فطری نفرت تھی۔ مگر جہاد کے خلاف جو محنت ہوئی اس نے یہ مشکل یوں حل کی کہ مسلمانوں کو تقدس' روحانیت' نبوت اور تجدید کے نام سے دھوکا دیا گیا۔ کافروں نے وہ دروازے تلاش کیے جن دروازوں سے داخل ہونے والوں کے لیے مسلمانوں کی نگاہیں عقیدت و محبت سے جھک جاتی ہیں۔ ان اصطلاحات کو استعمال کیا جن اصطلاحات کے سامنے مسلمان چوں و چرا نہیں کیا کرتے۔ جھوٹے مدعی نبوت کھڑے ہوئے ان کی جھوٹی نبوت کو تو مسلمانوں نے ٹھکرا دیا مگر وہ دوسرے چور راستوں سے اپنا زہر گھول گئے۔ تجدید کے نام پر ایمان فروشوں نے مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو فنا کیا۔ اہل قرآن کی اصطلاح استعمال کر کے کچھ عناصر نے قرآن میں تحریف کی اور جہاد کو مسلمانوں کی زندگی سے نکالنے کی کوشش کی۔ احادیث پر

عمل کے نام سے لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں سے کافروں کے خلاف چلنے والی تلوار چھین کر وہ لاٹھی دے دی جس سے وہ مسلمانوں کا سر پھاڑیں۔ میدان جہاد سے نکال کر انہیں مناظرے کی میدان میں لاکھڑا کیا جہاں ان کی زندگی کا مقصد دوسرے مسلمانوں کو نیچا دکھلانا بن گیا۔

روحانیت اور اصلاح نفس کے نام پر لٹیروں کو کھڑا کیا گیا جنہوں نے پورے دین کو چند رسومات میں بند کر کے مستند اور قطعی دین کو چند مصنوعی احوال سے بدل دیا۔ ہزاروں بے چین انسانوں کو سکون دلانے کے دھوکے میں قبروں کا پجاری اور قوالی کا رسیا بنا کر ان کی ہر قوت کو ختم کر کے رکھ دیا۔ بالفاظ دیگر امت مسلمہ کے مردوں کو کنگن اور ہار پہنا کر زنانے بنانے کا مشن زور و شور سے جاری ہوا۔ انگریز کی طرف سے ان تمام طبقوں پر نوازشات جاری تھیں جنہیں یہ لوگوں کو نصرت خداوندی بتلاکر اور زیادہ گمراہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ہم حق پر نہ ہوتے تو اللہ کی یہ نصرت ہمارے ساتھ کیسے ہے؟

بہرحال پوری کوشش اور محنت کر کے مسلمانوں کے قلوب اور دماغ سے جذبہ جہاد اور شوق شہادت نکال دیا گیا اور حالت یہاں تک پہنچی کہ وہ لوگ جو مرزا قادیانی سے سخت نفرت رکھتے تھے اور اس کے خلاف کام کرنے کو اپنا دینی فریضہ سمجھتے تھے وہ بھی جہاد سے اتنے ہی دور ہوئے جتنے کہ قادیانی کی کفریہ تعلیمات کو ماننے والے۔ اس کوشش اور محنت سے صرف جہاد ہی کو نقصان نہیں پہنچا بلکہ وہ تمام چیزیں جن کا محافظ جہاد تھا وہ سب کمزور ہوتی چلی گئیں۔

دین کے وارث حضرات علماء کرام کو تیسرے درجے کا فرد بنا دیا گیا۔ انہیں عام انسانوں کا ملازم اور دوسروں کے ٹکڑوں پر پلنے والا قرار دیا گیا۔ (نعوذ باللہ) مساجد کا تقدس فنا ہوا۔ نماز جیسے فریضے کی یہ قدر باقی رہ گئی کہ اذان کے باوجود اسلامی ملکوں کے بازاروں کی چہل پہل اور خرید و فروخت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ دین کے ہر حکم کا اپنے اور غیر مذاق اڑانے لگے۔ کافروں کی شکل و صورت مجبوری کی حد تک فیشن بن گئی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو ایک پسماندہ طبقے کا شعار قرار دیا گیا۔ جہاد کے کمزور پڑنے

سے وہ کون سا ظلم ہے جو مسلمانوں پر نہیں ہوا۔

ختم نبوت جیسا اہم اور اساسی عقیدہ منوانے کے لیے اور ایک واضح اسلامی حکم (کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والا اور اس کو ماننے والے کافر ہیں) کو ایک اسلامی ملک میں منوانے کے لیے ہزاروں قیمتی جانیں قربان کروانا پڑیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا غم کی بات ہوتی کہ ہمارے اسلامی ممالک میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت تک محفوظ نہیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

کافران حالات سے مطمئن تھے۔ دین کی ذلت اور علماء کی اہانت پر وہ بغلیں بجا رہے تھے۔ اسلامی ملکوں میں ان کی مرضی کے دستور و قوانین چل رہے تھے۔ ان کی پسندیدہ شخصیتیں ہر جگہ کرسیوں اور عہدوں پر قابض تھیں۔ مسلمانوں کا گلا بند اور کافروں کی زبانیں کھلی ہوئی تھیں۔ پھر اچانک یہ حالات تبدیل ہونے لگے۔ مسلمان اپنے اسی دین کی طرف لوٹنے لگے جو ان کا حقیقی دین تھا۔ جو دین اللہ نے اپنے نبی پر مدینہ منورہ میں کامل فرمایا تھا۔ جس دین کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک بہا تھا۔ جس دین پر حضرات صحابہ کرامؓ نے اپنی جانوں کو نچھاور کیا اور یہ اچانک نہیں ہوا بلکہ افغانستان میں چلنے والی جہاد کی اس تحریک کی بدولت ہوا جس تحریک کی قیادت حضرات علماء کرام اور پختہ دیندار مسلمان فرما رہے تھے۔ اس تحریک میں گرنے والے لہو نے مسلمانوں کا جمود توڑ دیا۔ اللہ رب العزت کی نصرت کو میدان جہاد میں اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے مجاہدین کی دعوت نے مسلمانوں کے جذبہ جہاد کی دبی چنگاری کو بھڑکا دیا۔ افغانستان میں فتح و کامرانی کی ایسی داستانیں زندہ ہوئیں جنہوں نے مایوس دل مسلمانوں کے دلوں کو ہر جگہ زندہ کر دیا۔ بقول علامہ اقبال شیطان نے اپنے کارندوں کو یہ حکم دیا تھا کہ افغانوں کی غیرت دین کو ختم کرنے کے لیے ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال باہر کرو۔

افغانیوں کی غیرت دیں کا ہے یہ علاج
ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو

مگر اس جہاد کی مبارک تحریک کی بدولت یہ ملا جسے افغانستان کے کوہ دمن سے نکالنے کے لیے دنیا کی ایک بہت بڑی شیطانی سپر پاور نے ایڑھی چوٹی کا زور لگایا۔ وہ افغانستان کے تخت و تاج تک جا پہنچے اور اپنوں غیروں کی آنکھیں کھل گئیں۔ ہر طرف مسلمان اپنے اصلی دین کی طرف لوٹنے لگے۔ بس یہی ایک تبدیلی آئی کہ لاکھوں مسلمانوں نے قرآن مجید کے حکم (جہاد) کو زندہ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہاتھوں میں اسلحہ تھام کر دین کو عزت دینے کا عزم کرلیا۔ قرآن مجید کے حکم **واعدوا لهم ما استطعتم** کے مطابق جہاد کی تیاری شروع کردی۔ ہر سو جہاد کا غلغلہ بلند ہوا۔ شہادت کی داستانیں ہر سو مہکنے لگیں۔

اب حقیقت میں یہ کوئی تبدیلی نہیں تھی بلکہ اپنے اصلی اور حقیقی دین کی طرف لوٹنا تھا مگر دنیا کو یہ بہت بڑی تبدیلی نظر آئی اور کفریہ طاقتوں نے بوکھلا کر اس کی مخالفت شروع کردی۔ ان کی مخالفت سے نقصان تو کیا ہونا تھا یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ سچا دین وہی ہے جس میں جہاد ہو اور قوت رکھنے کا نظریہ ہو کیونکہ کافر ہمیشہ سے سچے دین کے مخالف رہے ہیں۔ حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں قرآن مجید کی یہ خبر ہے کہ "کفر انہیں غیظ وغضب کے ساتھ دیکھتا تھا" چنانچہ اس سے مجاہدین کا حق پر ہونا معلوم ہوتا ہے۔

ان چند مسلمانوں کے خلاف کفر کے اس طوفان نے یہ ثابت کردیا ہے کہ یہ سچے ہیں اور یہ وہی جماعت ہے جس کی بشارت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مبارک حدیث میں دی ہے۔

لاتزال عصابة من المسلمين يقاتلون على الحق ظاهرين على من ناواهم الى يوم القيمة

ترجمہ :- مسلمانوں میں ایک جماعت تا قیامت ایسی رہے گی جو حق کی خاطر لڑتی رہے گی اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گی۔

(مسلم ج ۲ ص ۱۴۳)

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ آخری زمانے میں جو

جماعت حق پر ہوگی اس کی ایک بڑی اور اہم صفت قتال فی سبیل اللہ ہوگی۔ یہ مضمون اور بھی کئی احادیث شریفہ سے ثابت ہے۔ (تفصیلات کیلئے دیکھئے فضائل جہاد) مصنفہ مولانا محمد مسعود اظہر صاحب' زید مجدہ'

بہرحال کفر کی اس بوکھلاہٹ اور اسلامی قوت کا جذبہ اور نظریہ رکھنے والے مسلمانوں کے خلاف ان کی سرگرمیوں سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ کافروں کو اگر کسی سے خطرہ ہے تو انہیں مسلمانوں سے ہے۔ کافران مسلمانوں کے وجود کو اپنے لیے موت سمجھتے ہیں۔

اس سلسلے کی ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کو جہاد کی اس قدر قوت بنانے کا حکم دیا ہے جس سے کفر پر دہشت طاری ہوجائے۔ قرآن مجید کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

واعدوالهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدو كم

ترجمہ :- اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے ان کافروں کے مقابلے کے لیے خوب طاقت اور تیار بندھے ہوئے گھوڑے مہیا کرو تاکہ اس کے ذریعے سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو خوفزدہ کردو۔

اس آیت میں ترھبون کا لفظ استعمال ہوا ہے اور آج یہی لفظ گالی بنا کر مسلمانوں کے خلاف استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ اسلامی قوت رکھنے والے مسلمانوں کو ارھابی (دہشت گرد) کہا جاتا ہے تو اب اس گالی سے مسلمانوں کو شرمانے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ پاک نے خود مسلمانوں کے لیئے اللہ کے دشمنوں کو خوفزدہ اور دہشت زدہ کرنے کا حکم دیا ہے تو جو مسلمان اللہ کا یہ حکم پورا کرے گا وہ یقیناً" ارھابی ہوگا تو ارھابی ہونا سعادت ہوا نہ کہ باعث شرم۔ اللہ کے دشمنوں پر دہشت طاری کرنا عبادت ہوا فساد نہیں اور اس میں مسلمانوں کو کوئی جھجک نہیں ہونی چاہیے اس لیے کہ اللہ کے دشمن (کافر) اللہ کی زمین پر فساد برپا کرتے ہیں۔ اپنی خواہشات کی پیروی میں ایسے ظالمانہ نظام بناتے ہیں جو پوری

انسانیت کو مصائب کا شکار کر دیتے ہیں۔ اللہ کے یہ دشمن اپنوں اور غیروں سب کے لئے معیبت بنے رہتے ہیں اور اگر ان کو کھلی چھٹی مل جائے تو پھر ایسی حرکتوں پر اتر آتے ہیں جن سے انسانیت کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ ابھی تو ایک ہی صدی گزری ہے کہ گورے کافروں نے براعظم افریقہ کے انسانوں پر وہ مظالم ڈھائے جن کا اب بھی تذکرہ کیا جائے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں' لاکھوں انسانوں کو زنجیروں میں جکڑ کر دوسرے علاقوں میں لے جایا گیا۔ جہاں انہیں غلام بنا کر رکھا گیا۔ کروڑوں لوگوں کو برسرعام قتل کیا گیا۔ بہرحال اس ظلم کی داستان بہت طویل ہے جسے لکھنے کا یہ موقع نہیں۔

تو اگر ایسے ظالم درندوں کو دہشت زدہ اور خوفزدہ کیا جائے یا انہیں قتل کر کے انسانیت کو آرام پہنچایا جائے تو یہ کوئی بری بات نہیں بلکہ پوری انسانیت پر احسان عظیم ہے۔

چنانچہ اسی چیز کا حکم اللہ رب العزت نے دیا ہے کہ کافروں کو ان کی ظالمانہ حرکتوں اور گستاخانہ ہتھکنڈوں سے باز رکھنے کے لیے مسلمان ہمیشہ تیار رہیں اور یہ تیاری ایسی ہو کہ کفر پر دہشت طاری ہو جائے۔

بہرحال اس پوری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو کسی تبدیلی کی بناء پر بنیاد پرست نہیں کہا جا رہا بلکہ اپنے اصلی دین کی طرف لوٹ آنے کے صلے میں یہ لقب مل رہا ہے اور اس لقب کا ملنا مسلمانوں کے لیے سعادت ہے کیونکہ حق جماعت وہی ہوگی جو قتال فی سبیل اللہ بھی کرے گی اور قتال سے پہلے قتال کی جس قدر تیاری کا حکم اللہ رب العزت کی طرف سے ہے کہ اس تیاری کو دیکھ کر کفر پر رعب اور دہشت طاری ہو جائے' وہ بھی کرے گی۔

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین

جزِ پنجم

میرا بھی ایک سوال ہے

مصنف
حضرت مولانا محمد مسعود اظہر

میرا بھی اک سوال ہے

وہ آج بہت عمدہ تقریر کر رہے تھے۔

الفاظ کی روانی' انداز کی جولانی نے ان کی خطابت کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ پورا مجمع نقش کا الحجر بنے بیٹھا غور و فکر سے یہ خطاب دلپذیر سن رہا تھا۔ وہ کبھی خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید سناتے تو کبھی حدیث شریف کی خوشبو سے محفل کو معطر کر دیتے۔ کبھی تقریر کا رخ موجودہ سیاست کی طرف مڑ جاتا اور کبھی قرون اولیٰ کے تذکرے چھڑ جاتے۔ اردو فارسی اشعار اور عجیب و غریب حکایات نے تقریر کو بہت دلچسپ بنا دیا تھا۔ مقرر کا جوش عروج پر تھا۔ وہ عوام کے جذبات کے سمندر میں تلاطم برپا کر رہے تھے اور کسی نفیس موتی جیسے خوبصورت الفاظ کو فصاحت کی لڑی میں پرو کر داد خطابت دے رہے تھے۔ اس خطابت کو سننے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مجمع تاحد نظر پھیلا ہوا تھا مگر مجال ہے کہ کوئی درمیان سے اٹھ جائے یا دائیں بائیں دیکھ سکے۔ سب کی نظریں اسٹیج پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ مقرر کی ایک ایک بات کو بغور سن رہے تھے اور بھرپور اثر لے رہے تھے' ہاں کبھی تکبیر کے بلند نعرے اور اسلام زندہ باد کے نعرے فضا کے سکوت کو توڑ دیتے اور مقرر کو کچھ آرام کا موقع مل جاتا۔ جیسے ہی نعرے بند ہوتے' خطیب کی آواز پھر گونجنا شروع ہو جاتی۔ یہی سلسلہ جاری تھا۔ ہر آدمی دل میں یہ دعا کر رہا تھا کہ آج یہ تقریر ہوتی رہے اور اللہ پاک خطیب محترم کو ہمت عطاء فرمائیں' اچانک مقرر نے سکوت اختیار کیا۔ انکو خاموش دیکھ کر مجمع بے قرار ہونے لگا لیکن پھر خطیب صاحب کی بلند آواز نے سب کو متوجہ کر لیا۔ اس سکوت میں نہ جانے انہوں نے کیا دعا پڑھ لی تھی کہ اب ان کی تقریر کی چاشنی میں اضافہ ہو چکا تھا۔ اب وہ اسلام کی عظمت' صداقت اور اس کے عالمگیر مذہب ہونے کے موضوع پر پرمغز تقریر کر رہے تھے۔ اسی دوران انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں یہ الفاظ کہے۔

محترم سامعین

میں مکمل اعتماد اور یقین کے ساتھ یہ دعویٰ کر رہا ہوں اور اس دعوے کی صداقت پر مجھے سورج کی روشنی سے بھی زیادہ یقین ہے۔ وہ دعویٰ یہ ہے کہ مذہب اسلام ایک کامل دین ہے۔ دنیا و آخرت کا کوئی بھی مسئلہ ہو' ہمارے دین میں اس کا حل موجود ہے۔ دنیا بدل سکتی ہے' زمانے تبدیل ہو سکتے ہیں' تہذیبیں کروٹ لے سکتی ہیں' انسانوں کے مزاج اور طبائع مختلف ہو سکتے ہیں مگر ہمارے دین میں ہر زمانے کے لئے' ہر طبقے کے لئے' ہر مزاج کے لئے ہر ضرورت کے لئے واضح ہدایات موجود ہیں۔ عبادت ہو یا معاشرت' معیشت ہو یا ثقافت' ہر ایک کے متعلق ہمارے مذہب میں بغیر کسی ترمیم و تغیر کے احکامات موجود ہیں۔ دنیا آسمان کے اوپر چلی جائے یا زمین کے نیچے ہمارے مذہب میں اس کے لئے رہنمائی ضرور ملے گی۔ میرے اس دعوے میں اگر کسی کو کوئی شک ہو تو وہ تقریر کے بعد سوالات کی نشست میں ہر قسم کا سوال کر سکتا ہے۔ رات کے دو پہر گزر چکے تھے مگر کسی چہرے پر نیند اور تھکاوٹ کے آثار نہیں تھے۔ خطیب صاحب نے اپنی تقریر کو ختم کیا اور اعلان کیا کہ جو جانا چاہے جا سکتا ہے۔ اب سوالات کی محفل ہوگی مگر کوئی نہیں اٹھا' سب بیٹھے رہے۔ خطیب صاحب کی اجازت ملتے ہی ایک شخص کھڑا ہوا۔ اس نے سوال کیا کہ جناب دین اسلام میں شاید صحت مند انسانوں کے لئے احکامات ہوں مگر میرے لئے کیا حکم ہوگا' مجھے تو ایک ایسا مرض لاحق ہے جس نے مجھے سب سے جدا کر رکھا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مجھے نکسیر کا مرض ہے میری ناک سے سارا دن خون نکلتا رہتا ہے۔ اتنے بھی وقت یہ خون بند نہیں ہوتا کہ میں وضو کر کے فرض ادا کر سکوں۔ اب میں کیا کروں' مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس گندگی اور نجاست میں نماز ادا کرنے اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوں اس وجہ سے نماز سے محروم ہوں۔ میرے متعلق شریعت میں کیا حکم ہے؟

خطیب صاحب نے انتہائی پر اعتماد لہجے میں فرمایا "کیوں نہیں؟ آپ نے خواہ مخواہ اتنا

عرصہ نماز سے روگردانی کی۔ آپ وضو کر کے نماز پڑھ لیا کریں' اللہ پاک نے رخصت اور معافی دی ہے۔ اس خون سے آپکا وضو نہیں ٹوٹے گا"۔

اسی اثناء میں ایک دوسرا شخص کھڑا ہوگیا۔ اس نے پوچھا کہ میری اہلیہ کو استحاضہ کا مرض ہے جس کی وجہ سے میں پریشان ہوں۔ شرم کے مارے کسی سے پوچھ تک نہیں سکتا۔

خطیب صاحب نے فرمایا کہ اس میں شرم کی کیا بات ہے۔ دینی مسائل میں شرم کرنا' یہ بے شرمی کی بات ہے۔ استحاضہ کے لئے ہماری شریعت میں مکمل تفاصیل موجود ہیں۔ اس کے بعد خطیب صاحب نے تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کو بیان فرمایا۔

سوالات کا سلسلہ جاری تھا' عوام اس محفل سے بہت محظوظ ہو رہے تھے' مقرر صاحب ہر مسئلہ کا جواب اس طرح سے دیتے کہ ہر آدمی کی تشفی ہوجاتی۔ لوگوں کا اطمینان مزید بڑھ رہا تھا۔ اچانک اس بھرے مجمع میں ایک کونے سے ایک شخص کھڑا ہوا جو جسمانی طور پر بہت نحیف نظر آرہا تھا۔ اس کے خوبصورت چہرے پر مردنی اور اداسی چھائی ہوئی تھی۔ لباس بھی کافی پھٹا ہوا تھا۔ اس کی پراگندہ حالت کے باوجود یہ محسوس ہو رہا تھا کہ یہ شخص کافی پڑھا لکھا ہے اور کسی اچھے خاندان کا چشم و چراغ ہے۔ عمر اس کی پچیس تیس سال کے لگ بھگ ہوگی۔ اس نے کھڑے ہو کر خطیب صاحب سے پوچھا کہ جناب کیا میرے مسئلے کا حل بھی آپ کے پاس موجود ہے؟ اس کی لرزتی آواز نے پورے مجمع کے دل ہلادیئے۔ خطیب صاحب نے بغور نوجوان کی طرف دیکھا جس کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے اور کہا "نوجوان! اپنے مسئلے کو بیان کرو۔ ہمارا مذہب الحمدللہ ہر مشکل کا حل بتاتا ہے' ہر مصیبت کا مداوا کرتا ہے' ہر تکلیف سے چھٹکارا دلاتا ہے۔ تم بے خوف اپنے مسئلے کو بیان کرو"۔ نوجوان نے ذرا سنبھل کر کہا "جناب! میں پہلے اپنا تعارف کرادوں تاکہ میرا مسئلہ سمجھنے میں آپ کو آسانی ہو۔ میرا تعلق کشمیر کی حسین وادی سے ہے۔ میں وہاں کے ایک دینی متمول گھرانے کا چشم و چراغ ہوں۔ میرا مسئلہ میری ذات سے متعلق نہیں ہے بلکہ آج میں ایک اجتماعی مسئلے کا جواب لینے کے

لئے کھڑا ہوا ہوں۔ کیا مجھے آپ اجازت دیں گے کہ میں کچھ عرض کرسکوں"۔

خطیب صاحب نے پرمسرت لہجے میں کہا "ضرور بھائی ضرور! اب تو اور بھی آپ کا حق بڑھ گیا۔ آپ ہمارے مہمان ہیں' آپ ضرور اپنا مسئلہ بتائیں"۔

اب نوجوان کافی سنبھل چکا تھا مگر آنسو بدستور اس کی آنکھوں کی حدود پار کرنے کے لئے بے چین تھے۔ اس نے بلند آواز میں کہنا شروع کیا۔

جناب مولانا صاحب اور میرے مسلمان پاکستانی بھائیو

آپ میری ظاہری حالت دیکھ کر یہ مت سمجھ لینا کہ میں کوئی بھکاری ہوں اور آپ سے بھیک مانگنے آیا ہوں۔ میں اس وقت ایک اہم مسئلے کے سلسلے میں آپ کے معزز فاضل خطیب صاحب سے اپنی اور آپ کی ذمہ داری پوچھنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔ میری باتوں کو غور سے سننا۔ ممکن ہے یہ کل تمہیں دہرانی پڑیں۔ میری گفتگو کو افسانہ مت سمجھنا' میں حقیقت کی عکاسی کروں گا۔

جناب عالم صاحب

آپ کے اس دعوے نے کہ ہمارے مذہب میں ہر مسئلے کے لئے واضح ہدایات موجود ہیں' مجھے اس پر ابھارا ہے کہ میں اپنا مسئلہ آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ اس اہم مسئلے کو ذکر کرنے سے قبل میں کچھ سوالات کرنا چاہوں گا۔ امید ہے آپ ان سوالات کا جواب مرحمت فرمائیں گے۔

جناب میرا پہلا سوال یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں جہاد کا لفظ آیا ہے' اس کے کیا معنی ہیں۔ خطیب محترم نے برجستہ جواب دیا۔

جہاد جہد سے مشتق ہے۔ اس کے معنی کوشش اور محنت کے آتے ہیں۔ دین کے سلسلے میں جو بھی محنت کی جائے' وہ جہاد ہے خواہ وہ کسی کو مسئلہ بتانا ہو یا دین سکھانا ہو۔ کسی اہم موضوع پر تصنیف اور لوگوں کو سمجھانے کے لئے تقریر' یہ سب جہاد کہلاتے ہیں۔

کشمیری نوجوان نے قدرے بلند آواز سے کہا

جناب والا میں جہاد کے لغوی معنی اور اس کا عمومی استعمال دریافت نہیں کررہا' بلکہ میں جہاد فی سبیل اللہ کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔ وہ جہاد فی سبیل اللہ جس کو قرآن میں قتال سے تعبیر کیا گیا ہے۔ میں اس جہاد کے متعلق پوچھ رہا ہوں جس کا کرنے والا عرف عام میں مجاہد کہلاتا ہے' میرا سوال اس جہاد کے متعلق ہے جس کی آواز مدینہ کی گلیوں میں لگتی تھی اور صحابہؓ کرام صرف ایک ہی معنی یعنی قتال سمجھ کر اسلحہ اٹھاکر میدانوں کی طرف دوڑتے تھے۔ میں اس جہاد کے متعلق معلومات کرنا چاہتا ہوں جس پر ابھارنے کا حکم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرآن مجید میں دیا گیا۔ میرا مقصود وہ جہاد ہے جس کی فرضیت کی آیات قرآن مجید میں موجود ہیں' میرا مطلوب وہ جہاد ہے جس کے بعد شہادت کی موت اور مال غنیمت اور فتح کے تذکرے کیے جاتے ہیں۔ میں اس جہاد کے متعلق سوال کررہا تھا جس کے لئے امام بخاری نے کتاب الجہاد کے عنوان سے 241 ابواب باندھ کر سینکڑوں احادیث نقل فرمائیں۔ جس جہاد کے تذکرے کرتے ہوئے امام مسلم نے کتاب الجہاد کے عنوان سے 100 ابواب باندھے' امام ابو داوٗد نے اپنی سنن میں اسی جہاد کے ذکر میں 176 ابواب ذکر فرمائے' امام ترمذی نے اسی جہاد کی فضیلت اور اہمیت اور آداب پر 115 ابواب لکھے' اسی جہاد کی اہمیت کو اجاگر فرمانے کے لئے امام نسائی نے نسائی شریف میں 48 ابواب کے تحت احادیث ذکر فرمائیں' اسی جہاد کے بیان میں امام ابن ماجہ نے سنن ابن ماجہ میں 46 ابواب باندھ کر احادیث کو جمع کیا۔ ان عظیم محدثین نے اپنی مقبول عام تصانیف میں جس جہاد کو سمجھا ہے اس میں اسلحے' شہادت' گھوڑے' تیراندازی' جنگی چالیں' جاسوسی' اموال غنیمت کی تقسیم' غازی کی فضیلت' زخمی ہونے کی فضیلت' تیر پھینکنے کی فضیلت کے تذکرے ہیں حالانکہ یہ ساری چیزیں نہ تقریروں میں ہوتی ہیں اور نہ تحریروں میں۔

میں تو آپ سے اس جہاد کے متعلق پوچھ رہا ہوں جس سے اسلام کو عظمت ملتی ہے'

جس سے مومن اور منافق کا امتیاز ہوتا ہے' جس سے کافروں پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھتی ہے' جس سے خلافت اسلامیہ کا قیام ہوتا ہے۔ میں اس جہاد کے متعلق سوال کررہا ہوں جس سے مظلوموں کو ظلم سے نجات ملتی ہے۔ جس سے ہر فتنہ دب جاتا ہے۔ میں اس جہاد کے متعلق پوچھ رہا ہوں جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کرام نکلتے تھے۔ جس میں آسمان سے فرشتے اترتے تھے' جس میں حورعین کا تذکرہ ہوتا تھا۔ جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جماعتیں روانہ کرتے تھے۔ میں تو اس جہاد کے بارے میں معلومات چاہتا ہوں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس ستائیس مرتبہ نکلے' جس کے لئے آپ نے پچپن مرتبہ اپنی زندگی میں صحابہؓ کرام کو روانہ فرمایا۔ میں اس جہاد کے متعلق سوال کررہا ہوں جس میں کوتاہی کرنے پر حضرت کعب بن مالک سے حضور علیہ السلام نے ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے قطع تعلق کرلیا تھا۔ میں اس جہاد کو پوچھ رہا ہوں جس میں چوکیداری ہوتی ہے' جس میں گھوڑے بھاگتے ہیں اور رب راضی ہوتا ہے۔ جس میں خون نکلتا ہے اور خوشبودار ہوجاتا ہے' جس میں مومن اپنے جان و مال کے ذریعے اللہ پاک سے جنت خریدلیتا ہے۔

کشمیری نوجوان روانی کے ساتھ بول رہا تھا۔ ہر ایک شخص اس کی یہ پر مغز باتیں سن کر حیران ہورہا تھا۔ کشمیری نوجوان کی آواز گونج رہی تھی۔

جناب من میرا استفسار اس جہاد کے متعلق ہے جس کے چھوڑنے سے قومیں ذلیل ہوجاتی ہیں۔ میں اس جہاد کے بارے میں معلومات چاہتا ہوں جو دین اور شعائر دین کا محافظ ہے۔

یہ الفاظ کہہ کر کشمیری نوجوان رک گیا۔ مجمعے کی نظریں خطیب صاحب کے چہرے کی طرف تھیں جو خلاف عادت گردن جھکائے خاموش بیٹھے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ ان پر سکتہ طاری ہوگیا ہے۔ کافی دیر کی خاموشی کے بعد انہوں نے گردن اٹھائی اور فرمانے لگے۔

نوجوان تمہاری بات درست ہے' جہاد کے حقیقی معنی اللہ کے راستے میں

لڑنے کے ہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کے معنی ہمارے فقہا نے بھی یہی بیان کیے ہیں کہ کفار کو دعوت دی جائے ایمان کی۔ اگر وہ اس دعوت کو نہ مانیں اور جزیہ بھی نہ دیں تو ان سے جنگ کی جائے۔ یہ جہاد کا اقدامی درجہ ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کے اصل معنی میں قتال ایک اہم عنصر ہے اور حقیقت میں مجاہد کہتے ہی اسے ہیں جو میدان میں نکل کر اسلام کی حفاظت کرے۔

عزیز نوجوان یہ جہاد اسلام کا اہم فریضہ ہے اور اعمال میں سب سے افضل ہے اس راستے میں نکل کر مرنے والا شہید زندہ لوٹ آنے والا غازی کہلاتا ہے اور جہاد ہی اسلام کی عظمت اور سربلندی کا واحد راستہ ہے اور اصل جہاد وہی ہے جو اسلحے کے ساتھ میدانوں میں نکل کر دشمن اسلام کی سرکوبی کے لئے ہو۔ اس جہاد کے راستے میں اگر کسی کو غبار بھی لگ جائے گا تو اس پر جہنم کی آگ حرام ہوجائے گی۔

عزیز نوجوان تمہاری یہ بات بھی درست ہے کہ محدثین نے جہاد کو اسی (قتال) کے معنی میں لے کر احادیث نقل کی ہیں۔

خطیب صاحب کی زبان سے یہ باتیں سنکر پورا مجمع حیرت اور استعجاب میں ڈوب گیا۔ انہوں نے آج پہلی مرتبہ یہ سنا تھا کہ اسلام کے دشمن کا مقابلہ کرنا بھی ایک اہم فریضہ اور عبادت ہے۔

کشمیری نوجوان جو قدرے مطمئن نظر آرہا تھا' اس نے کہا خطیب صاحب میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے حقیقت پسندی کا ثبوت دیا اور جہاد فی سبیل اللہ کے وہی معنی بتلائے جو ہمارے اسلاف نے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں اور اپنے عمل سے بتلائے ہیں۔ میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ اس جہاد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟' یہ فرض ہے یا واجب؟ مستحب ہے یا سنت؟ کوئی اہم عمل ہے یا صرف مجبوری کا نام؟

خطیب صاحب نے فرمایا

جہاد کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اقدامی اور ایک دفاعی۔ اقدامی جہاد یہ ہے کہ مسلمان

کافروں کو ایمان کی دعوت دیں۔ اگر وہ نہ مانیں تو ان سے جزیہ طلب کریں اور اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کریں تو پھر ان سے قتال کیا جائے کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک کافر' خدا کا باغی' اسلام کا منکر' خدا کی زمین پر حکومت کرتا رہے۔ جہاد کی یہ قسم فرض کفایہ ہے۔ اگر ایک جماعت اس کو ادا کرے تو سب کی طرف سے ساقط ہوگا اور دوسری قسم جہاد کی جہاد دفاعی ہے۔ اگر کافر مسلمانوں کے کسی ملک پر حملہ کردیں تو اس ملک کے مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہوجاتا ہے۔ اگر اس ملک کے مسلمان کافی نہ ہوں تو ان کے ساتھ والے ملک کے مسلمانوں پر اور اگر وہ بھی کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے ساتھ والے مسلمانوں پر فرض عین ہوجائے گا۔ اس طرح پوری دنیا کے مسلمانوں پر فرض عین ہوتا چلا جائے گا۔ فرض عین کا معنی یہ ہے کہ ہر آدمی پر فرض ہوگا۔ کسی کے ادا کرلینے سے دوسرے پر سے ساقط نہیں ہوگا۔ فرض عین کی صورت میں نہ والدین کی اجازت کی ضرورت ہے نہ کسی سے مشورہ لینے کی۔ جہاد فرض عین اس وقت ہوگا جب کافر مسلمانوں کے کسی ملک پر حملہ کریں یا مسلمانوں کی کسی زمین پر قبضہ کریں یا مسلمانوں کو اسلام کی دعوت سے روکیں یا کچھ مسلمانوں کو قید کرلیں یا مسلمانوں اور کافروں کی صفیں آمنے سامنے آجائیں۔ ان تمام صورتوں میں جہاد فرض عین ہوجاتا ہے' اور فرض عین کا حکم یہ ہے کہ جو بھی اسے ترک کرے گا وہ فاسق ہوگا۔

کشمیری نوجوان نے کہا جناب حضرت والا' میرا ایک اہم سوال یہ ہے کہ کیا قتال فی سبیل اللہ صرف حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کے زمانے کے ساتھ مختص تھا یا یہ عمل قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے ہے۔ نیز' اس کی بھی وضاحت فرمادیجئے کہ مجاہد کے ساتھ اللہ رب العزت کی نصرت اور طاقت ہمیشہ کے لئے ہے یا یہ بھی کسی زمانے میں تھی اور قرآن مجید میں جو فرمایا گیا کہ اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کردے گا اور حدیث شریف میں یہ بتایا گیا کہ جب تم بزدل ہوجاؤ گے اور شہادت کی موت سے ڈرنے لگوگے اور دنیا میں رہنا اور دنیا کے عہدے اور عزت تمہیں محبوب ہوجائے گی تو اس وقت تمام قومیں تم پر ٹوٹ پڑیں گی

اور تمہیں نوچ نوچ کر کھائیں گی اور ایک حدیث شریف میں اس کی وضاحت ہے کہ جب تم جہاد کو چھوڑ دو گے تو تم پر ذلت مسلط کر دی جائے گی تو یہ سارے احکام ہمیشہ کے لئے ہیں یا یہ بھی کسی زمانے کے لئے خاص تھے۔

خطیب صاحب نے جواب دیا :

عزیز من، جہاد فی سبیل اللہ اسلام کے اہم ترین فرائض میں سے ہے بلکہ اسلام کے تمام فرائض کی حفاظت جہاد ہی سے ہے۔ یہ جہاد کا عظیم عمل قیامت تک کے لئے ہے، اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ دوسری ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ میری امت کی ایک جماعت ہر وقت قتال میں مصروف رہے گی تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قتال کا مبارک عمل قیامت تک جاری رہے گا اور مجاہد کے ساتھ ہمیشہ اللہ پاک کی نصرت رہے گی۔ مجاہد جب بھی میدان میں نکلے گا، وہ اکیلا نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ اللہ پاک کی طاقت ہوگی، وہ کمزور ہوگا یا طاقتور، وہ کثرت میں ہوگا یا قلت میں، وہ مسلح ہوگا یا نہتا، اس کا مولیٰ ہر حال میں اس کا مددگار ہوگا بشرطیکہ وہ اخلاص کے ساتھ دشمن کے مقابلے میں نکلے اور

عزیز من تم نے جو احادیث سنائیں ہیں اور قرآن مجید سے جو وعید سنائی ہے وہ بھی حق اور سچ ہے اور اس کا حکم بھی قیامت تک کے لئے ہے، اس لئے آج تک کسی مفسر، محدث اور فقیہ نے یہ نہیں کہا اور لکھا کہ جہاد و قتال کی آیات منسوخ ہو چکی ہیں۔ ہاں، البتہ انگریزوں نے ایک نقلی، جعلی نبی صرف اس لئے پالا کہ وہ برصغیر کے مسلمانوں کو جذبہ جہاد سے عاری کر دے اور وہ یہ اعلان کرے کہ مسلمان تو امن پسند ہے۔ اس کا جنگ و قتال سے کیا تعلق، تاکہ انگریزوں کو اور دیگر استعماری طاقتوں کو مسلمانوں کو نگلنے کا باآسانی موقع مل جائے۔ چنانچہ انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ اعلان کیا کہ جہاد منسوخ ہو چکا ہے۔

خطیب محترم یہ علمی جواب دے کر خاموش ہو چکے تھے۔ عوام کی معلومات میں انہوں

نے مندرجہ امور کا اضافہ کر دیا تھا کہ

() قتال اسلام کا اہم ترین فریضہ ہے۔
() قتال کا عمل قیامت تک جاری رہے گا۔
() قتال کے چھوڑنے سے سوائے ذلت کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔
() قتال کا منکر کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا بلکہ ایک ملعون جھوٹے نبی نے قتال کے منسوخ ہونے کا اعلان انگریز کی شہہ پر کیا۔

اب ایک مرتبہ پھر کشمیری نوجوان کی آواز فضا میں گونج رہی تھی۔

نوجوان جناب مجھے کچھ دن ہوئے ہیں میں کشمیر سے آیا ہوں۔ شاید آپ کو معلوم ہوگا کہ کشمیر کی جنت نظیر وادی مسلمانوں کا وطن ہے۔ بہت بڑے عرصے سے یہاں پر مسلمان آباد ہیں، مگر آج مسلمانوں کے اس خوبصورت وطن میں آگ جل رہی ہے۔ وہاں کے عوام کو صرف مسلمان ہونے کے جرم کی پاداش میں مٹایا جا رہا ہے۔ پوری وادی میں خونخوار ہندو بھیڑیئے دندناتے پھر رہے ہیں۔ اسکولوں کو نذر آتش کر کے ہمارے معصوم بچوں کو زندہ جلایا جا رہا ہے، مساجد اور مدارس کی پامالی کی داستان اس سے زیادہ دردناک ہے۔

جناب والا وادی کشمیر میں اسلام سب سے بڑا جرم اور مسلمان سب سے بڑا مجرم بن چکا ہے۔

کشمیر کی مسلمان بہنیں جو آپ کی بھی بہنیں ہیں، بیوہ ہو رہی ہیں، معصوم بچے یتیم ہو چکے ہیں۔

جناب والا

کشمیر کی حسین دھرتی پر یہ ظلم بھی ہوا جس سے آسمان کانپ اٹھا کہ نوجوان مسلمان لڑکیوں کی شرمگاہوں میں سنگینیں ڈال کر گولیاں چلائی گئیں اور امت کی ان باعصمت بیٹیوں کو بے آبرو کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

لیکن

اس لرزہ خیز صورتحال کے باوجود ہم نے اسلام اور عظمت اسلام کی خاطر ہر قربانی دینے کا عزم کرلیا ہے۔ ہمارے مرد تو مرد عورتیں بھی میدانوں میں نکل کر دشمن کا مقابلہ کررہی ہیں۔ ہم صرف اسلام اور قرآن کے تحفظ کی جنگ لڑ رہے ہیں۔

مگر

دشمن بہت مضبوط ہے۔ وہ جدید اسلحہ سے لیس ظلم اور انتقام کی آگ میں بھرا ہوا ہے۔ وہ کشمیر کی وادی کو اسلام اور مسلمانوں سے خالی کرنے کا عزم لے کر اترا ہے۔ اس کے پاس مسلح فوج، بمبار طیارے اور طاقتور ٹینک ہیں۔

اور

ہم کمزور، نہتے، ناتجربہ کار صرف اللہ کے بھروسے پر میدانوں میں آچکے ہیں۔ کاش ہمیں یہ بتلایا جاتا کہ جہاد اور اس کی تیاری کا حکم بھی قرآن مجید میں موجود ہے تاکہ ہم اس ناگہانی مصیبت کا منہ توڑ جواب دے سکتے۔ مگر افسوس ہے کہ مسجد کے منبرو محراب سے ہمیں ہر بات بتلائی گئی، ہمیں وضو سے لے کر حج، زکوٰۃ تک کے مسائل اور فضائل سنائے گئے، ہمیں بزرگوں کے ادب اور بچوں پر شفقت کے شرعی احکامات بتلائے گئے، مگر ہمیں یہ نہیں سمجھایا گیا کہ اپنے دشمن سے نمٹنے کے لئے اسلام کے پاس کیا ہے۔ ہم سے اسلام کی تاریخ کو اوجھل رکھا گیا، ہمارے دلوں میں سستی اور بزدلی کے خلاف نفرت کے جذبات نہیں ابھارے گئے۔ ہمیں تو اب جاکر یہ معلوم ہوا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو قتال پر ابھارا کرتے تھے، اس کی ترغیب دیتے تھے، خود بھی نکلتے تھے۔ چنانچہ اس زمانے کے لوگوں نے عزت وعظمت حاصل کی، چین، سکون، عفت، عظمت کی زندگی گزاری مگر ہمیں نہ تو اس کا عملی نقشہ دکھایا گیا اور نہ قرآن وحدیث کا یہ حکم سنایا گیا۔ معلوم نہیں حضور علیہ السلام کے ورثا کہاں تھے؟ چنانچہ وہ وقت بھی آچکا ہے جب ہمارا

دشمن ایک جائز حق مانگنے پر ہم پر مظالم ڈھا رہا ہے۔ ہماری عورتوں کی عزتیں ہمارے سامنے لوٹی جارہی ہیں۔

جناب خطیب صاحب

شاید آپ یقین نہ فرمائیں مگر کشمیر میں ایک بھائی کے سامنے اس کی بہنوں کو برہنہ کیا جاتا ہے۔ بیٹے کے سامنے اس کی ماں اور خاوند کے سامنے اس کی بیوی کو بے آبرو کیا جارہا ہے۔

خطیب صاحب

کاش ہمیں بتلایا جاتا کہ اسلحہ چلانا اور اسے سیکھنا یہ بھی ہمارے مذہب کا ایک اہم جزو ہے مگر معلوم نہیں کیوں ہم سے ان احکامات کو مخفی رکھا گیا جس کی سزا ہم بھگت رہے ہیں۔

لیکن

بغیر کسی ٹریننگ کے اور بغیر کسی اسلحہ کے، ہم نے اپنے اللہ کی ذات پر بھروسہ کرکے جہاد کے مبارک عمل کو شروع کردیا ہے اس لئے کہ ہمیں یقین تھا کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارے ہم مذہب اس دنیا میں ایک ارب سے زائد ہیں۔ پھر ہم اس مذہب کے نام لیوا ہیں جس کا ماننے والا محمد بن قاسم ایک بچی کی پکار پر حجاز سے دیبل پہنچ گیا تھا، جس مذہب کے ماننے والے طارق بن زیاد نے ایک عیسائی لڑکی کو انصاف دلانے کے لئے اندلس کے ساحل پر تاریخی جنگ لڑی تھی۔

جس مذہب کے پیروکار محمود غزنوی اور احمد شاہ ابدالی افغانستان سے فوجیں لے کر ہندوستان میں اترے اور انہوں نے تاریخ کا رخ پلٹ دیا۔

ہمیں یقین تھا کہ جب ہماری ماؤں بہنوں کی آہ وپکار کشمیر کی درودیوار سے بلند ہوگی تو پاکستان کا مسلمان بے چین ہوجائے گا۔ وہ ان دلخراش چیخوں کو سن کر بے چین ہوجائے گا

جو چیخیں جلتے ہوئے مسلمان بچوں نے بلند کی تھیں۔

جناب خطیب صاحب

ہماری مائیں اپنی مایوس بچیوں کو یہ کہہ کر دلاسا دیتی ہیں کہ بے فکر رہو، ظلم کی اندھیری رات ڈھلنے والی ہے، عنقریب امت کا کوئی عالم حضور علیہ السلام کا وارث، کوئی ایماندار نوجوان صلاح الدین ایوبی بن کر آئے گا اور تمہیں عزت و عفت کی زندگی دے گا۔

جناب والا

میں پاکستان میں وہی پیغام لے کر آیا ہوں۔ میں نے یہاں آکر ایک ایک کی منت کی۔ خون مسلم کی دہائی دی، خدا کا واسطہ دیا، خطرناک مستقبل سے خبردار کیا مگر کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ کسی نے میری بات تک نہ سنی، کسی نے سن کر چند آنسو بہالئے، کسی نے صرف لفظی مذمت پر اکتفا کیا، کسی نے اخباری بیان بازی اور احتجاجی جلوس و جلسوں سے ہمارے دکھوں پر ماتم کیا اور مطمئن بیٹھ گیا۔ مگر کشمیر کی مسلمان ماؤں اور بہنوں کو، کشمیر کی اجڑی ہوئی مساجد اور جلائے گئے قرآن کو، کشمیر کے مظلوم اور یتیم پھول جیسے معصوم بچوں اور بچیوں کو نہ آنسوؤں کی ضرورت ہے نہ باتوں کی۔ انہیں نہ جلسوں سے فائدہ پہنچے گا نہ انہیں جلوسوں سے آزادی ملے گی۔

جناب مولانا صاحب

ہمارے دین میں ایسے وقت کے کیا احکامات ہیں۔ کیا ہم کشمیر ہندوؤں کے حوالے کردیں؟ کیا ہم اکیلے اس آگ میں جلتے رہیں؟ کیا ہم خود کو مسلمان کہنا چھوڑ دیں؟

ایسے وقت میں اسلام کیا حکم دیتا ہے؟ ایسے وقت میں ہمارے لئے اور دیگر مسلمانوں کے لئے، آپ کے لئے اور پاکستان کے عوام کے لئے کیا حکم ہے؟

کشمیری نوجوان بات مکمل کرچکا تھا۔ ہر آنکھ سے آنسو بہہ رہے تھے۔ ہر دل غمگین

تھا، کہیں کہیں سے ہچکیاں لے کر رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔ لوگ منتظر تھے کہ ہر سوال کا ترکی بہ ترکی جواب دینے والے خطیب صاحب کیا جواب دیتے ہیں؟ مگر سب حیران تھے۔ خطیب صاحب خاموش تھے، ان کا چہرہ ان کے اندرونی کرب کی عکاسی کررہا تھا، ان کے آنسو رخسار سے بہہ کر داڑھی کو تر کرچکے تھے۔

ان کی خاموشی دیکھ کر کشمیری نوجوان ایک مرتبہ پھر گرجا۔ اب اس کی آواز رندھائی ہوئی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا، جناب خطیب صاحب! اگر کشمیر کی وادی سے اسلام کو مٹادیا گیا تو پھر یہی مظالم اس پاک سرزمین پر دہرائے جائیں گے۔ ہندو کے عزائم صرف کشمیر تک محدود نہیں بلکہ وہ پاکستان کو اپنا اٹوٹ انگ سمجھتا ہے۔ جناب عالم صاحب! اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ایک کامل مذہب ہے لیکن یہ تو بتلایئے کہ اس کامل مذہب نے اپنے اور اپنے پیروکاروں کے تحفظ کے لئے کیا ہدایات جاری فرمائیں ہیں؟

خطیب صاحب نے دھیمی آواز میں جواب دینا شروع کیا۔

عزیزمن

تم نے آج مسئلہ دریافت نہیں کیا بلکہ میرے ضمیر کو جگادیا ہے۔ تم نے آج ہماری غیرت ایمانی کو زندہ کردیا ہے۔ بے شک، اسلام اس وقت جہاد اور صرف جہاد کا حکم دیتا ہے۔ آج پوری دنیا میں مسلمانوں کی ذلت کی وجہ ترک جہاد ہے مگر بزدلی، تن آسانی اور موت کے خوف نے ہمیں اس اہم فریضے سے غافل کیا ہوا ہے۔

اے غیرت مند نوجوان

اصلی بات یہ ہے کہ خود ہم پر وہ حالات نہیں آئے جن کی آگ میں تم جل رہے ہو۔ ہم آرام، سکون، عیش کی زندگی میں ہیں اس لئے ہم جہاد کے حقیقی معنی تک سے بہت دور ہیں۔ کبھی کبھی اس کا شعور بھی ابھرتا ہے کہ خدا کا دین ذلت میں ہے، قرآن کا دستور انگریز کے دستور کے نیچے ہے، مگر یہ سوچ کر خاموش ہوجاتے ہیں کہ ہماری عزت تو کچھ نہ

کچھ بنی ہوئی ہے۔

عزیز نوجوان

جہاد کے حقیقی معنی صرف وہی مسلمان سمجھے ہیں جن پر ایسے حالات آچکے ہیں۔ ہم تو دور کے تماش بین ہیں۔ قلم سے لکھنا اور زبان سے کہنا واقعی آسان ہے' مگر جس کے سامنے اس کی بیٹی کو ننگا کیا گیا ہو' اس سے پوچھا جائے کہ جہاد کا شرعی حکم کیا ہے۔ یقیناً" وہ صحیح بتاسکے گا۔ ہماری آنکھیں اگرچہ بند نہیں ہیں' مگر حالات نے ان پر پردہ ڈال دیا ہے۔

عزیز من

میں اس کا بھی اقرار کرتا ہوں کہ علم اور علماء کی عزت اور اسلام کی حقیقی عظمت کا واحد راستہ جہاد ہے اس لئے کہ جب تک ہم جہاد نہیں کریں گے' اسلام اور دین کا دشمن کھلے بندوں لوگوں کو گمراہ کرے گا۔ انہیں علم' علماء اور دین سے متنفر کروے گا اور میں اس بات کا بھی اعتراف کرتا ہوں کہ جہاد پر ابھارنا اور اپنے عمل سے اس کی دعوت دینا ہمارا فریضہ تھا مگر ہم نے اس سے پہلو تہی کی ہے۔

لیکن

یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ جب بخارہ' سمرقند میں کفار ظلم و ستم کررہے تھے' اس وقت افغانستان کے علماء فرض عین' فرض کفایہ' شرعی جہاد' شرعی شرائط وغیرہ کی بحثوں میں پڑے رہے لیکن جب ان پر کفار نے حملہ کیا تو انہیں سمجھ آیا کہ جہاد کیا ہے لیکن انہوں نے بروقت اس کا فتویٰ دیا اور اپنی خداداد فطری صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر دشمن کے مقابلے میں ڈٹ گئے لیکن اس وقت ہم وہی باتیں کررہے ہیں۔ نوجوان دعا کرو کہ اللہ پاک ہمیں حالات کے آنے سے قبل یہ مسئلہ سمجھادے۔

نوجوان !اللہ تمہیں جزائے خیردے' تم نے اس راستے کی طرف ہماری رہنمائی کی جس میں عزت' عظمت اور آزادی ملتی ہے۔ اللہ کی محبت اور حضور علیہ السلام

کا عشق نصیب ہوتا ہے۔ بے شک ہمارے نبی نبی الملاحم (جنگوں والے نبی) اور نبی السیف (تلوار والے نبی) تھے۔ بے شک ہمارے نبی خود زرہ اور تلوار پہن کر میدانوں میں نکلے اور صحابہ کو نکالا۔ اب ہم بھی اس طریقے کو زندہ کریں گے اور کشمیر کی ماؤں اور بہنوں کی حفاظت کے لئے پہنچیں گے اور اللہ کے حضور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرکے اس کی وحدانیت اور اسلام کی عظمت کی شہادت دیں گے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم و تب علینا انک انت التواب الرحیم

جز

ششم

اسلام

اور

جہاد کی تیاری

مصنف

حضرت مولانا محمد مسعود اظہر

بسم اللہ الرحمان الرحیم

اسلام اور اسلحہ کی ضرورت

اسلام کی عظمت سربلندی اور بقاء جہاد میں ہے اور جہاد کے لیے ضروری ہے کہ اس کے لیے ایسے افراد ہوں جو تن من دھن کی بازی لگاکر دشمنان اسلام کے مقابلے میں سینہ سپر ہوں اور ایسا اسلحہ ہو جس کے ذریعے دشمنان اسلام جنگ سے قبل خوفزدہ اور مرعوب ہوں اور جنگ کے دوران اس اسلحہ سے ان کا قلع قمع کیا جاسکے۔ چونکہ جہاد اسلام کے ان احکامات میں سے ہے جن پر اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کی حفاظت موقوف ہے اور اسی لیے اس عمل کو قیامت تک کے لیے جاری فرمایا گیا چنانچہ جہاد کے لیے افرادی اور عسکری قوت بنانے کی طرف اسلام نے خاص توجہ دلائی ہے اور اس سلسلے میں خصوصی احکامات نافذ فرمائے ہیں۔

افرادی قوت

اس سلسلے میں ہمارے دین اسلام میں ہر فرد کو مجاہد بننے کا حکم دیا گیا ہے اور ماسوا چند ایسے افراد کے جن کو اسلام نے معذور قرار دیا ہے باقی ہر فرد کے لیے مجاہدانہ زندگی اور جہاد کی تیاری کو ضروری قرار دیا ہے۔ جب کہ جہاد کے لیے معذر اشیاء کی ممانعت فرمادی ہے۔

وہ افراد جن کو اسلام نے مستثنیٰ قرار دیا ہے اس آیت کریمہ میں مذکورہ ہیں۔

لیس علی الضعفا ولا علی المرضی ولا علی الذین لا یجدون ماینفقون حرج اذا نصحو اللہ و رسولہ

توبہ' آیت ۔۹۱

ترجمہ نہیں ہے ضعیفوں پر نہ مریضوں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کے پاس نہیں ہے خرچ کرنے کو کچھ گناہ جب کہ دل سے صاف ہوں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ۔

دور نبوت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دور قرآن مجید کی زندہ تفسیر تھا تمام صحابہ کرامؓ میں سے کوئی فرد بھی سوائے ان معذور افراد کے میدان جنگ سے باہر نظر نہیں آتا تھا اور ان معذور افراد میں سے بھی بہت سے ایسے مبارک اشخاص ملتے ہیں جنھوں نے باوجود عذر کے عزیمت پر عمل کیا اور میدانوں میں نکلے۔ مرد تو مرد خواتین بھی میدان جہاد میں نظر آتی تھیں۔

اس مبارک دور میں میدان جہاد سے پیچھے رہ جانا اللہ رب العزت اور اس کے رسولؐ کی ناراضگی اور دینی و دنیاوی خسارہ سمجھا جاتا تھا اس لیے ہر فرد میدان کی طرف سبقت کرتا تھا۔

عسکری قوت

دعوت نبوی کا پہلا مرحلہ افراد کو جہاد پر یعنی جان اور مال کی قربانی پر تیار کرنا تھا اور جب یہ افراد مکمل طور پر تیار نظر آئے تو اب دوسرا مرحلہ ان افراد کی جنگی تیاری کا تھا۔ قرآن مجید نے خاص توجہ دلائی اور مسلمانوں کو بھرپور قوت بنانے کی وہ ترغیب دی جسے اپنا کر مسلمانوں نے پوری دنیا پر اسلامی عظمت و شوکت کے جھنڈے گاڑدیے۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ کو تیراندازی گھڑسواری اور پیراکی وغیرہ کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

حدیث حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے آیت کریمہ

واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ

تلاوت فرمائی (اور پھر فرمایا) خبردار قوت رمی میں ہے۔ رمی کے معنی پھینکنے کے آتے ہیں اس کا اطلاق تیراندازی پر بھی ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان آفاقی الفاظ میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ اصل قوت پھینکنے کی قوت ہے چنانچہ

اس دور کے اندر اگر غور کیا جائے تو اصل قوت پھینکنے میں ہے جس کا میزائل جتنا دور مار ہوگا اور جس کی بارود اور لوہا پھینکنے کی طاقت جس قدر زیادہ ہوگی بظاہر وہی غالب ہوگا' تو نبی مقدس نے اسقدر تاکید کے ساتھ رمی کو قوت قرار دیا اور مسلمانوں کو اس قوت کے بنانے اور بڑھانے کا قرآنی حکم سنایا تاکہ مسلمان اس میدان میں اپنے دشمنوں سے پیچھے نہ رہ جائیں کیونکہ اگر قوت کے میدان میں یہ پیچھے رہ گئے تو دین و دنیا دونوں کی تباہی ان کا مقدر بن جائے گی اور یہ اپنے دشمن کے لیے تر نوالہ بن جائیں گے۔

بخاری جلد نمبرا ص ۴۰۴

حدیث اسی طرح حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے تیراندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

مسلم۔ جلد نمبرا ص ۱۴۳

دیکھیے کس قدر سخت وعید ہے اسلحہ سیکھ کر چھوڑ دینے اور بھول جانے پر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلحہ سیکھنا اور پھر اسے یاد رکھنا یعنی استعمال کرتے رہنا یہ اسلامی احکامات میں سے ہے اور اس کے چھوڑنے پر سخت وعید ہے۔ اب وہ مسلمان اپنی زندگیوں پر غور فرمائیں جنہوں نے کبھی اس اسلامی حکم کی طرف ذرہ برابر بھی توجہ نہیں کی۔ بلکہ اس کو اپنے دین کا حصہ تک نہیں سمجھا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلیم خود بھی اسلحہ سیکھتے تھے اور دوسروں کو اس کی ترغیب دیتے تھے۔

حدیث حضرت سلمہؓ بن اکوع سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر اسلم قبیلے کے بعض افراد پر ہوا جو تیراندازی کر رہے تھے تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ پھینکو یعنی تیراندازی کرو تحقیق کہ تمہارے والد (حضرت اسماعیل) بھی تیر پھینکنے والے تھے تیر پھینکو اور میں فلاں قبیلے کی طرف سے ہوں فرماتے ہیں کہ یہ سن کر

ایک جماعت نے اپنے ہاتھ روک لیے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوگیا پھینکتے کیوں نہیں ہو تو انہوں نے کہا کہ ہم کیسے پھینکیں اس حال میں کہ آپ دوسری جماعت کی طرف سے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھینکو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

غزوہ احد کے موقع پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت سعد بن وقاص سے فرمایا۔

اے سعد تیر پھینکو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔

اسی طرح آپ حضرت ابو طلحہ کے ساتھ ایک ہی ڈھال لیے ہوئے تھے مگر جب حضرت ابو طلحہ جو کہ بہترین تیرانداز تھے تیر پھینکتے تو حضور علیہ السلام سر مبارک اٹھا کر ان کے تیر لگنے کی جگہ کو دیکھتے۔ بخاری جلد نمبرا ص نمبر ۴۰۴

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات میں سے مساجد کا احترام اور لہو ولعب سے ان مساجد کو خالی رکھنا ہے بلکہ مساجد میں لہو ولعب کو علامات قیامت میں سے قرار دیا گیا ہے۔ مگر مسجد میں اسلحہ سیکھنا اور اس کی مشق کرنے کی ممانعت نہیں فرمائی بلکہ جب اہل حبشہ کی ایک جماعت مسجد میں نیزہ بازی کا مظاہرہ کر رہی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود مشاہدہ فرماتے رہے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کنکریاں اٹھا کر ان لوگوں کو بھگانا چاہا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ عمر۔ ان کو اپنی حالت پر چھوڑ دو۔

بخاری جلد نمبرا ص ۴۰۴

مسجد نبوی میں اسلحے کا مظاہرہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ جہاد کی تیاری ان عبادات میں سے ہے جن کے ذریعے سے مسلمان اللہ رب العزت کا تقرب حاصل کرتا ہے اس لیے مسجد تک میں اس کی اجازت دی گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب و تشویق کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرامؓ جنگی امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور گھڑسواری اور تیراندازی میں اعلیٰ درجے کی مہارت حاصل کرنا باعث سعادت و عزت سمجھتے تھے اور ان چیزوں میں ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کرتے تھے چنانچہ ان کی مہارت کا یہ عالم ہو چکا تھا کہ وہ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بے دھڑک

سواری کرتے تھے اور بھاگتے ہرن کی ایک آنکھ کو تیر سے نشانہ بناتے تھے۔

گھڑ سواری اور تیر اندازی کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کو سمندر میں پیراکی اور بحری جنگی امور میں مہارت کی ترغیب دی اور ان لوگوں کے لیے من جانب اللہ جنت کی بشارت سنائی جو سمندروں کو عبور کر کے اسلامی بحری بیڑے کے ذریعے سے فتوحات حاصل کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مبارک ترغیب اس اسلامی بیڑے کے لیے بنیاد بنی جس بیڑے نے آئندہ چل کر پوری دنیا کے ساحلوں پر اسلامی حکومتیں قائم کیں اور بے شمار علاقے فتح کر کے اسلامی خلافت کا حصہ بنائے اور طویل عرصہ تک یہ اسلامی بحری بیڑے سمندروں کے بے تاج بادشاہ بن کر تکبیر کے نعروں کو دنیا میں بلند کرتے رہے یہاں تک کہ وہ دور آپہنچا جس میں مسلمان کے لیے کسی بھی قسم کی جنگی تیاری کو کوئی اہمیت باقی نہ رہی اور اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کی حفاظت کا خیال تک ان کے دلوں سے نکل گیا۔ بخاری جلد نمبر۱ ص ۳۹۴

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح خلفائے راشدین کے مبارک دور میں بھی مسلمانوں کی جنگی تیاری اور ہر فرد کو مجاہد بنانے کا عزم تازہ رہا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے وہ خطوط اس سلسلے کی اہم کڑی ہیں جو انہوں نے اپنے کمانڈروں اور گورنروں کے نام لکھے اور اسلامی فوج کو تعیش اور آرام پرستی سے دور رکھنے اور جفاکشی اور محنت سکھانے کے سلسلے میں تحریر فرمائے ان حضرات کی مبارک زندگی خود اس جفاکشی اور ہمہ وقت جہاد کی تیاری کا ایک بہترین نمونہ تھی سخت چمڑے کے بستر یا زمین پر سونا پتھروں کو تکیہ بنانا خوردونوش میں سادگی گھوڑے کی ننگی پشت پر اچھل کر سوار ہونا بڑے بڑے معرکوں کے لیے شمشیر بکف خود نکلنے کے لیے اپنے آپ کو سب سے پہلے پیش کرنا موٹے کپڑے پہننا، بغیر چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نوش فرمانا ان حضرات کے عمومی معمولات تھے۔

ایک جنگ کے بعد جب حضرت عمرؓ کو ٹھنڈا پانی پیش کیا گیا تو واپس فرمادیا اور فرمایا کہ کہیں ہمیں قیامت کے دن یہ نہ کہہ دیا جائے کہ تمہیں تو تمہارے اچھے اعمال کا بدلہ دنیا

میں مل چکا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ کی جہاد کی تیاری کے ساتھ اس لگاؤ اور محبت کا سرچشمہ وہ قرآنی احکامات ہیں جن میں اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو جہاد کی تیاری کا حکم دیا اور قوت بنانے کے ساتھ ساتھ قوت کی بنیاد کا بھی ذکر فرمادیا اور کافروں کی اس خواہش سے بھی مسلمانوں کو متنبہ کردیا کہ کافر مسلمانوں کو اسلحے سے غافل دیکھنا چاہتے ہیں اور اسلحہ سازی کی نعمت کا تذکرہ اپنے انبیاء پر اس طرح سے فرمایا کہ مسلمانوں کے قلوب اسلحے کی محبت سے لبریز فرمادیئے۔

آیئے ان قرآنی احکامات پر غور کرتے ہیں ممکن ہے کہ ہمیں اپنے احتساب کی توفیق مل جائے اور غفلت سے ہمارا چھٹکارہ ہوجائے۔

جہاد کی تیاری کی ضرورت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان جہاد کے بعد صحابہ کرامؓ جہاں بڑھ چڑھ کر اس مبارک عمل میں شرکت کی کوشش کرتے تھے اور باوجود معذور ہونے کے بھی بہت سے افراد اس سعادت کو چھوڑنے پر رضامند نہ ہوتے تھے عورتیں اپنے معصوم بچوں کو پیش کرتی تھیں اور بوڑھی مائیں اپنے جوان لخت جگر بنا سنوار کر میدان میں لے آتی تھیں وہاں پر منافقین جہاد میں شرکت سے ٹال مٹول کرتے تھے اور طرح طرح کے بہانے بنا کر اس مبارک عمل سے جان چھڑانے کی بھرپور کوشش کرتے تھے۔ قرآن مجید نے ان کے بہانوں کا تذکرہ کیا ہے کہ کبھی تو وہ گرمی کو بہانا بنا کر کہتے تھے۔

لا تنفروا فی الحر

ترجمہ = مت کوچ کرو گرمی میں

تو ان کو جواب دیا جاتا کہ جہاد چھوڑنے کی وجہ سے تمہیں جس جہنم میں ڈالا جائے گا اس کی گرمی بہت سخت ہے تم اس عارضی گرمی سے بچنے کی خاطر اس ہمیشہ کی سخ گرمی کو کیوں قبول کرتے ہو۔

کبھی وہ بہانہ بناتے کہ۔

ان بیوتنا عورۃ

ترجمہ = گھر کھلے ہیں۔

تو قرآن مجید اس بہانے کو بھی رد فرمادیتا کہ **وماھی بعورۃ**

ترجمہ = اور وہ کھلے نہیں پڑے۔

کبھی وہ یوں کہتے کہ جہاد کہاں ہو رہا ہے اگر جہاد ہوتا تو ہم ضرور شریک ہوجاتے۔

لو نعلم قتالا لا تبعنا کم

ترجمہ = اگر ہم کو معلوم ہو لڑائی تو البتہ تمہارے ساتھ رہیں، مگر قرآن مجید ان کے ان تمام بہانوں کو مسترد کرتا ہے۔ لیکن وہ منافقین پھر بھی یہی رٹ لگاتے تھے کہ ہمارا تو جہاد میں نکلنے کا ارادہ ہے مگر کوئی نہ کوئی عذر آڑے آجاتا ہے تو قرآن مجید نے ایک قاعدہ کلیہ بتادیا کہ جہاد کا ارادہ کب معتبر ہوگا؟ وگرنہ ہر آدمی یہی کہے گا کہ میرا جہاد کا ارادہ ہے مگر مجھے عذر پیش آگیا ہے اس طرح ہر آدمی ہزاروں بہانے بنا کر جہاد کو بھی ترک کردے گا اور یہ دعوٰی بھی کرتا رہے گا کہ میرا ارادہ پکا ہے میں تو جہاد کے لیے تڑپ رہا ہوں جہاد کا شوق تو میرے رگ و پے میں سرایت کرچکا ہے۔ تو قرآن مجید نے ایک اصول بیان فرمادیا جس سے معذور اور غیر معذور کا پتہ چل جائے گا جس سے بہانہ بنانے والے اور سچ بولنے والوں کے درمیان فرق ہوجائے گا۔ قرآن مجید کا اصول ملاحظہ فرمائیں۔

ولو ارادوا الخروج لا عدوالہ عدۃ ولکن کرہ اللہ انبعاثھم فثبطھم وقیل اقعدوا مع القعدین۔

ترجمہ : اور اگر وہ نکلنا چاہتے تو وہ ضرور کچھ سامان تیار کرتے اس کا لیکن پسند نہ کیا ان کے اٹھنے کو اللہ نے سو انکو روک دیا اور حکم ہوا کہ بیٹھے رہو بیٹھنے والوں کے ساتھ

اس اصول سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ اگر کسی نے جہاد کی تیاری کی ہوئی ہے جسمانی اور عسکری طور پر وہ جہاد کے لیے بالکل تیار ہے۔ پھر اسے یہ عذر پیش آگیا کہ وہ بیمار ہوگیا یا معذور ہوگیا یا اس کے پاس جہاد میں جانے کے لیے خرچہ نہیں ہے اور وہ مجاہدین

کو جاتا دیکھ کر رو رہا ہے اور اس کا دل کڑھ رہا ہے مگر اس کے پاس مالی طور پر اتنی استطاعت نہیں کہ جاسکے تو یہ معذور ہے اس کا عذر قابل قبول ہے۔

مگر وہ آدمی جس نے جہاد کی تیاری ہی نہیں کی، باوجود استطاعت کے اس نے جہاد کے لیے کچھ سامان تیار نہیں کیا اور نہ ہی عسکری طور پر جہاد کے لوازمات کو پورا کیا پھر بہانے بنا رہا ہے تو یہ آدمی جھوٹا ہے۔ اللہ رب العزت اس جیسے آدمی کو جہاد کے مبارک میدان میں لانا پسند فرماتے ہی نہیں، اس لیے اسے عورتوں کے پاس بٹھادیا ہے۔

قابل غور لمحہ

اب اس قانون کی روشنی میں ہر آدمی ________ اپنے آپ کو پرکھے وہ مفکر بھی جو جہاد کے فضائل کے قائل ہیں مگر ان کے نزدیک جہاد کی شرائط پوری نہیں ہوئیں اور وہ یہ نعرہ لگا رہے ہیں کہ اگر جہاد ہوا تو ہم ضرور نکلیں گے۔ کیا وہ اتنی تیاری رکھتے ہیں کہ جہاد کے میدان میں کھل کر دشمن کا مقابلہ کرسکیں گے ہرگز نہیں بلکہ ایسے لوگوں کے دلوں میں کبھی وسوسے کے طور پر بھی یہ نہیں آیا کہ انہوں نے کبھی عملی جہاد کرنا ہے بلکہ انہوں نے جہاد کو ایک علمی، فکری مسئلہ بنا کر صفحات کے صفحات لکھ ڈالے، کسٹوں کی کسٹیں بھرڈالی ہیں مگر خود عملی جہاد نہ کرنا چاہتے ہیں نہ دوسروں کو اس میں جانے کی ترغیب دیتے ہیں اور نہ ہی ان کے پاس جہاد کی کوئی تیاری ہے کہ اگر ان کی خود ساختہ شرائط پوری ہو بھی جائیں تو وہ جہاد میں جاسکیں۔

بہرحال، اس قرآنی اصول سے جہاد کی تیاری کی اہمیت معلوم ہوئی کہ بغیر تیاری کے کوئی ارادہ بھی قابل قبول نہیں ہے بلکہ جب جہاد کا ارادہ ہوگا تو کسی نہ کسی قسم کی تیاری ضرور شروع کردی جائے گی۔

جہاد کی تیاری کا وجوب

اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو جہاد کے لیے اس قدر قوت بنانے کا حکم دیا ہے جس

سے دشمنوں پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ جائے اور وہ مسلمانوں کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کا تصور تک نہ کر سکیں۔

اللہ رب العزت کا مبارک ارشاد ہے۔

واعلو الھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدو کم واخرین من دونھم لا تعلمونھم اللہ یعلمھم۔

سورۃ الانفال۔ آیت نمبر۲۰

ترجمہ = اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور دوسروں پر ان کے سوا۔ جن کو تم نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے۔

اس آیت کریمہ کے ایک ایک حصے کی تشریح کرنے سے انشاء اللہ اس موضوع کی کچھ وضاحت ہو جائے گی۔

اعدوا

امر کا صیغہ ہے اور اس میں تیاری کا حکم دیا گیا ہے اور یہ حکم وجوبی ہے اور اللہ رب العزت کا ہر حکم مسلمانوں کی زندگی کا ضامن ہوتا ہے اور اس حکم سے روگردانی امت کی اجتماعی موت ثابت ہوتی ہے۔

لھم

یعنی ان کافروں کے لیے اسلام کے دشمنوں کے لیے یعنی جب تک مسلمانوں کے دشمن کافروں کے پاس طاقت موجود ہے وہ اسے مسلمانوں کے خلاف خرچ کرتے رہیں گے تو مسلمان کو چاہیے کہ ان سے بڑھ کر طاقت اور قوت مہیا کریں۔

ما استطعتم

یعنی جس قدر استطاعت ہو جہاد کی تیاری کو کسی ایک حد میں بند نہیں کیا گیا بلکہ جس قدر مسلمانوں کی استطاعت ہو اور جس قدر طاقت مہیا کر سکتے ہوں کریں کیونکہ جس قدر

طاقت زیادہ ہوگی اسی قدر مسلمانوں کو غلبہ ہوگا اور اعلائے کلمۃ اللہ کا شرعی فریضہ پورا ہو سکے گا اور فتنے ختم ہو جائیں گے اور فتنہ پرست لوگ اپنی موت آپ مر جائیں گے چونکہ کافر ہر وقت مسلمانوں کی گھات میں بیٹھے ہیں اور ان کی پوری کوشش ہے کہ یا تو مسلمانوں کو تباہ و برباد کردیں یا انہیں ان کے مذہب سے ہٹا کر گمراہ کردیں اس لیے مسلمانوں کا مقابلہ ہر فتنہ پرست کافر سے ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو مسلمان ایک ملت ہیں جب کہ سب کافر دوسری طرف اس کے مقابلے میں ایک ملت ہیں اس لیے جہاد کی تیاری کی کوئی حد بیان نہیں فرمائی بلکہ حکم دیا کہ جتنا کر سکتے ہو تیاری کرلو تاکہ تمہیں ہزیمت اور ذلت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

قوۃ

قوت میں ہر قسم کا اسلحہ آجاتا ہے وہ اسلحہ جو صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں استعمال کیا وہ بھی اور وہ اسلحہ جو مسلمانوں نے بعد میں ایجاد کیا وہ بھی اور قیامت تک استعمال ہونے والی قوت اس میں آجاتی ہے۔ اسی لیے قوۃ کو نکرہ رکھا گیا کہ ہر قسم کی قوت کی تیاری کرنا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے اور اس قوت میں سب سے اہم قوت پھینکنے کی قوت ہے جو اس دور میں راکٹوں' میزائلوں' بموں کے ذریعے سے استعمال کی جارہی ہے۔

اب یہ قوت کہاں سے حاصل کی جائے گی تو قرآن مجید نے اس قوت کا منبع بھی مسلمانوں کو بتادیا کہ اس قوت کا منبع وہ لوہا ہے جس میں اللہ رب العزت نے سخت طاقت رکھی ہے اور اس میں لوگوں کے لیے بے شمار منافع ہیں خصوصاً" جب لوہے کے ساتھ آگ کو استعمال کیا جائے تو یہ بہترین قوت بن جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔

وانزلنا الحدید فیہ باس شدید و منافع للناس

ترجمہ = اور ہم نے اتارا لوہا' اس میں سخت لڑائی ہے اور لوگوں کے کام چلتے ہیں۔

آیت کریمہ میں لوہے کے متعلق فرمایا کہ ہم نے لوہا اتارا ہے جس میں سخت پکڑ ہے۔ "**بأس شدید**" کی تفسیر صاحب کشاف نے قتال سے کی ہے کہ لوہے کے ذریعے سے جہاد کیا جاتا ہے اور پھر جہاد کے ذریعے سے فتنہ و فساد ختم ہوتا ہے تو لوگ امن و سکون اطمینان کی زندگی گزارتے ہیں یہ بھی مقصد ہو سکتا ہے **منافع للناس** کا۔

اس سے پہلی آیات پر غور کرنے سے وہ ربط معلوم ہوتا ہے جو ان آیات میں کتاب' میزان اور لوہے کے درمیان پیدا کیا گیا کہ اللہ رب العزت نے کتاب بھی نازل فرمائی اور لوہا بھی نازل فرمایا کہ اس کتاب کی بقاء اور اس کا نفاذ لوہے کے ذریعے سے ہوگا جو بھی اس کتاب یا انصاف کے درمیان رکاوٹ ڈالے گا تو لوہے کے ذریعے سے اس کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ تو کتاب اور عدل و انصاف کی حفاظت لوہے کے ذریعے سے ہو گی یعنی لوہے سے بنائے گئے آلات قتال کے ذریعے سے۔

آیت کے اگلے حصے میں فرمایا گیا کہ **ولیعلم اللہ من ینصرہ** تاکہ اللہ رب العزت جان لے کہ کون اس کے دین کی نصرت کرتا ہے یعنی لوہے کے بنے ہوئے آلات جہاد مثلاً تلوار' نیزے اور دیگر آلات کے ذریعے سے کون اللہ کے دین کی نصرت کرتا ہے اور ان آلات کو اللہ کے دین کے دشمنوں کے خلاف استعمال کرتا ہے **ان اللہ قوی عزیز** بے شک اللہ رب العزت طاقت والا غالب ہے وہ خود اپنے دشمنوں کو ہلاک کرنے کی طاقت رکھتا ہے مگر اس نے جہاد کا حکم دیا تاکہ مسلمان اس حکم کو پورا کر کے دنیاوی اور اخروی بے شمار فوائد حاصل کر سکیں۔

انبیاء سابقین میں سے حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام پر اللہ رب العزت نے خصوصی فضل فرمایا اور لوہے کو ان کے لیے نرم فرمادیا جس سے وہ دیگر سامان کے ساتھ ساتھ اسلحہ اور جنگ میں حفاظتی سامان بنایا کرتے تھے۔

قرآن مجید کا ارشاد گرامی ہے۔

ولقد اتینا داود منا فضلا یا جبال اوبی معہ والطیر والنالہ الحدید ان اعمل سابغات وقدرفی السرد واعملوا صالحا انی بما تعلمون

بصیر۔

سورۃ سبا۔ آیت نمبر۱۰۔۱۱

ترجمہ = اور ہم نے دی ہے داؤد کو اپنی طرف سے بڑائی اے پہاڑو خوش آوازی سے پڑھو اس کے ساتھ اور اڑتے جانوروں کو اور نرم کر دیا ہم نے اس کے آگے لوہا کہ بنا زرہیں کشادہ اور اندازے سے جوڑ کڑیاں اور کرو تم سب کام بھلا جو کچھ تم کرتے ہو میں دیکھتا ہوں۔

اس طرح تفسیر قرطبی میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت آدم جب جنت سے زمین پر اترے تو ان کے پاس لوہے کے پانچ اوزار تھے۔ السندان (نہائی)' الکلبتان (لوہار کا زنبور)' والمیقعہ' والمطرقہ (ہتھوڑا)' والابرہ (سوئی) قرطبی ۱۷؍۲۶۱

اس طرح اللہ رب العزت نے حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام پر اپنی اس نعمت کا تذکرہ فرمایا کہ ہم نے ان کو جہاد کے لیے اسلحہ بنانے کا فن سکھایا تھا ارشاد ربانی ہے۔

وعلمنٰہ صنعتہ لبوس لکم لتحصنکم من بأسکم فھل انتم شاکرون
(الانبیا۔ آیت ۸۰)

ترجمہ = اور اس کو سکھایا ہم نے بنانا ایک تمہارا لباس کہ بچاؤ ہو تم کو تمہاری لڑائی میں سو تم کچھ شکر کرتے رہو۔

اس طرح لوہے اور آگ کو دشمن کے خلاف استعمال کا تذکرہ قرآن مجید میں حضرت ذوالقرنین کے قصے میں بھی ہے۔

قالوا یا ذالقرنین ان یاجوج و ماجوج مفسدون فی الارض فھل نجعل لک خرجا علی ان تجعل بیننا و بینھم سداً قال ما مکنی فیہ ربی خیر فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم وبینھم ردما اتونی زبر الحدید حتی اذا ساوی بین الصدفین قال انفخوا حتی اذا جعلہ نارا قال اتونی افرغ علیہ قطرا فما اسطاعوا ان یظھروہ وما استطاعو لہ نقبا
(الکھف۔ آیت ۹۴ ۔ ۹۸)

ترجمہ = بولے اے ذوالقرنین یہ یاجوج و ماجوج دھوم اٹھاتے ہیں ملک میں سو تو کہے ہم مقرر کردیں تیرے واسطے کچھ محصول اس شرط پر کہ بنادے تو ہم اور ان میں ایک آڑ بولا جو مقدور دیا مجھ کو میرے رب نے وہ بہتر ہے سو مدد کرو میری محنت میں بنادوں تمہارے ان کے بیچ میں ایک دیوار موٹی۔ لادو مجھ کو تختے لوہے کے یہاں تک کہ برابر کردیا دونوں پھانکوں تک پہاڑ کی۔ کہا دھونکو یہاں تک کہ جب کردیا اس کو آگ کہا لاؤ میرے پاس کر ڈالوں اس پر پگھلا ہوا تانبا پھر نہ چڑھ سکیں اس پر اور نہ کرسکیں اس میں سوراخ۔

ان دلائل سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور اللہ رب العزت کے مقرب بندے جن کے ایمان کی مضبوطی اور توکل کی طاقت کا اندازہ لگانا ہمارے لیے ممکن نہیں ہے لوہے کو دشمن کے خلاف موثر انداز میں استعمال فرماتے تھے اور خود اسلحہ بناتے اسے سیکھتے اور استعمال کرتے تھے۔ اس لیے اسلحہ نہ ہی ایمان کے منافی ہے اور نہ ہی ایمان والے اسلحہ سے خود کو مستغنی سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی اسلحے کے منافع اور ضروریات کا انکار کیا جاسکتا ہے۔

پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ اسلام کی عظمت اور سربلندی جہاد میں ہے اور جہاد بغیر آلات جہاد کے نہیں ہوتا تو جہاد کے بے شمار فضائل اور منافع کا حصول بغیر آلات جہاد کے ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ قوت کے حصول کے اس حکم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب عمل کیا اور کرایا آپ نے اس دور کے جدید اور موثر اسلحے کو سیکھنے کے لیے صحابہ کرامؓ کے وفود روانہ فرمائے۔ ابن سعد اور ابن ہشام نے ذکر فرمایا ہے کہ عروہ بن مسعود اور غیلان بن سلمہ طائف کے محاصرے میں شریک نہیں تھے کیونکہ یہ دونوں حضرات جرش نامی مقام پر منجنیق، دبابہ اور ضبور سیکھنے کے لیے گئے ہوئے تھے۔

منجنیق اور توپ اس زمانے کا سب سے بہترین اور موثر اسلحہ تھا جب کہ ضبور اس زمانے کی بلٹ پروف جیکٹ کے طور پر استعمال ہوتا تھا جسے صحابہ کرامؓ استعمال فرماتے اور اسے پہن کر دشمن کے تیروں سے بے خطر حملہ کرتے تھے اور بعض دوسری قسم کا محفوظ اسلحہ بھی صحابہ کرامؓ نے استعمال فرمایا۔ طائف کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے منجنیق استعمال فرمائی۔

ابن ہشام سیرت میں لکھتے ہیں کہ۔

اسلام میں منجنیق استعمال فرمانے والی پہلی شخصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ بعض روایات میں خیبر کے موقع پر منجنیق استعمال کرنے کا ذکر آتا ہے۔

من رباط الخیل

قوت کے بعد خاص طور پر گھوڑے باندھنے کا حکم دیا گیا۔

میدان جہاد میں گھوڑے کو ایک خاص اہمیت اور مقام حاصل ہے چنانچہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں مجاہد کے ہانپتے دوڑتے چنگاریاں نکالتے اور حملہ کرتے گھوڑوں کی قسم کھائی ہے۔

والعادیات ضبحا فالموریات قدحا فالمغیرات صبحا فاثرن بہ نقعا فوسطن بہ جمعا۔ العادیات ۱ تا ۵

ترجمہ = قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی ہانپ کر، پھر آگ سلگانے والے جھاڑ کر، پھر غارت ڈالنے والے صبح کو، پھر اٹھانے والے اس میں گرد، پھر گھس جانے والے اس وقت فوج میں۔

قرآن مجید نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ انبیاء سابقین نے جہادی قوت کے لیے گھوڑے کو استعمال فرمایا اور اس کی طرف خصوصی توجہ فرمائی خود حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے جب جہاد کا ارادہ فرمایا تو گھوڑوں کو طلب فرمایا پھر ان گھوڑوں کو دوڑانے کا حکم دیا جب یہ گھوڑے دوڑ کر نظروں سے غائب ہوگئے تو انہیں واپس بلوایا جب ان کو واپس لایا گیا تو محبت کے ساتھ ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرا اس کی وجہ گھوڑوں کی ضرورت اور اہمیت اور میدان جہاد میں ان کی اعلیٰ کارگزاری تھی۔

اللہ رب العزت اس واقعے کو قرآن مجید میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

ووھبنا لداود سلیمان نعم العبد انہ اواب اذ عرض علیہ بالعشی

الصافنات الجیاد فقال انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب ردوھا علی فطفق مسحا بالسوق والاعناق

(آیت ۳۰ - ۳۳)

ترجمہ = اور دیا ہم نے داؤد کو سلیمان بہت خوب بندہ وہ ہے رجوع رہنے والا' جب دکھانے کو لائے اس کے سامنے شام کو گھوڑے بہت خاصے۔ تو بولا میں نے دوست رکھا مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد سے یہاں تک کہ سورج چھپ گیا اوٹ میں' پھر لاؤ ان کو میرے پاس پھر لگا جھاڑنے ان کی پنڈلیاں اور گردنیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کو باندھنے اور اسکے پالنے کے عجیب و غریب فضائل بیان فرمائے' بخاری شریف کی روایت کے مطابق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑے کی پیشانی میں خیر کو قیامت تک کے لیے رکھ دیا گیا ہے مراد اس سے اجر یا غنیمت ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

کہ جس نے ایمان واحتساب کے ساتھ جہاد کے لیے گھوڑا باندھا تو اس کا کھانا پینا لید اور پیشاب قیامت کے دن میزان اعمال میں ہوں گے۔

بعض احادیث میں جہاد کے لیے پالے گئے گھوڑے پر خرچ کرنے کو صدقے کی طرح قرار دیا گیا۔

اسلام کی ابتدائی جنگوں میں تو مسلمان پیادہ جہاد کرتے رہے اور انہیں گھوڑے کی سہولت حاصل نہیں تھی۔ احد کی لڑائی میں مسلمانوں کے پاس دو گھوڑے تھے بنی قریظہ کے محاصرے کے وقت مسلمانوں کے پاس کل چھ گھوڑے تھے جب مسلمانوں کو بنی قریظہ سے کافی مقدار میں غنیمت ملی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلیم نے ان کے قیدی اور دیگر سامان نجد کی طرف بھیجا جہاں مسلمانوں نے ان کے بدلہ گھوڑے اور اسلحہ خریدا چنانچہ غزوہ خیبر میں مسلمانوں کے پاس دو سو گھوڑے تھے اسی طرح مسلمان جنگی سامان خصوصاً گھوڑوں میں ترقی کرتے رہے یہاں تک کہ تبوک کے موقع پر اسلامی لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی جن میں دس ہزار گھڑسوار تھے۔

اسلامی لشکر اور اس کے ساز و سامان میں یہ حیرت انگیز ترقی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلیم کی اس سلسلے میں بنفس نفیس خصوصی توجہ اور اہتمام کی وجہ سے تھی۔

بخاری شریف میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی نضیر کے اموال مال فئے میں سے تھے یعنی مسلمانوں نے بغیر جنگ کے حاصل کیے تھے اس وجہ سے یہ اموال خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھے آپ نے ان اموال میں سے اپنے اہل و عیال کا نفقہ پورا فرمایا اور جو اس میں سے بچ گیا تو اس سے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے اسلحہ اور گھوڑے خریدے۔

ترھبون بہ عدوا اللہ وعدو کم

اسلحے اور قوت بنانے کا مقصد کافروں پر رعب ڈالنا ہے تاکہ وہ مرعوب رہیں اور مسلمانوں کے خلاف فتنے برپا نہ کر سکیں۔ آیت کریمہ کے اس حصے سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو بروقت ایسا اسلحہ اور اتنی قوت بنا کر رکھنی چاہیے جس سے کافر مرعوب اور خوفزدہ رہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مروجہ اسلحہ تیر' تلوار' منجنیق' گھوڑے وغیرہ تھے جن کی کثرت اور جودت سے دشمن دب جاتے تھے مگر اس زمانے میں جدید اسلحہ ایجاد ہو چکا ہے اور جب تک کسی قوم کے پاس یہ جدید ہتھیار نہ ہوں دوسری اقوام اس کا استحصال کرتی رہتی ہیں خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اتنی قوت پیدا کریں جس سے ان کا دشمن دب جائے اور مسلمان چین اور اطمینان کے ساتھ ایمان و سلامتی کی زندگی گزار سکیں اور اگر مسلمان اس امر میں کوتاہی کریں گے تو یقیناً ان کا دشمن ان پر غالب آجائے گا اور مسلمانوں کی جان اور ان کا ایمان ہمیشہ کے لیے خطرہ میں رہے گا۔

چنانچہ جس دور میں مسلمانوں نے ان قرآنی آفاقی تعلیمات کو اپنایا اس دور میں انہوں نے پوری دنیا پر حکمرانی کی اور بحر و بر پر اسلامی جھنڈے لہرائے۔ اسلحے کے سلسلے میں مسلمانوں کی ترقی نے اس دور کے کفار کی کمر توڑ کر رکھ دی سلطان صلاح الدین ایوبی کے

دور میں مسلمانوں نے دستی بموں اور آگ کے شعلوں سے دشمن کے عزائم خاک میں ملائے اسی طرح اندلس کی لڑائیوں میں مسلمانوں نے سب سے پہلے بارود بنایا اور بڑی توپیں استعمال کیں۔

مگر آج جب مسلمان اس میدان میں کفار سے پیچھے رہ گئے اور ان کے ایجاد کردہ اسلحے کو کافروں نے ترقی کے مختلف ادوار سے گزار کر وہ قوت حاصل کر لی ہے کہ جب چاہتے ہیں مسلمانوں کو رسوا کرتے ہیں اور خون مسلم کی ہولی کھیلتے ہیں۔

ہائے کاش مسلمان اب بھی بیدار ہوں اور ان قرآنی تعلیمات کو اپنا کر آگ اور لوہے کی ربانی نعمتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے وہ قوت پیدا کریں جس سے ان کا دشمن مرعوب و مرعوب ہو جائے اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ بحال ہو۔

اس دور میں بھی اگر اسلام نے کفر کو شکست دی ہے تو صرف اور صرف جہاد کے ذریعے سے دی ہے۔ آج افغانستان کی فتح مبین اسی جہاد کا نتیجہ ہے۔ سوویت یونین کی تباہی و بربادی مسلمانوں کی میدان جہاد میں قربانیوں کا ثمرہ ہے اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دین کے اس شعبے کو دوبارہ زندہ کریں اور اسلام کی عظمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر اسلحہ بنائیں سیکھیں جمع کریں اور پھر اسے کفر کے خلاف حکمت و جرات کے ساتھ استعمال کریں۔

جز

ہفتم

اللہ والے

مصنف

حضرت مولانا محمد مسعود اظہر

بسم اللہ الرحمان رحیم

اللہ والے

قرآن مجید میں اللہ والوں کا تذکرہ

وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیرا" فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ وما ضعفو اوما استکانوا واللہ یحب الصابرین (الی خر الایتہ)

ترجمہ: "اور بہت نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والے لڑے ہیں پھر نہ ہارے ہیں کچھ تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ میں اور نہ سست ہوئے ہیں اور نہ دب گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے ثابت قدم رہنے والوں سے۔"

مختصر تفسیر

اور بہت نبی ہو چکے ہیں جن کے ساتھ بہت بہت اللہ والے (کفار کے ساتھ) لڑے ہیں' نہ انہوں نے ہمت ہاری ان مصائب کی وجہ سے جو ان پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئیں اور نہ ان کے (قلب یا بدن) کا زور گھٹا اور نہ وہ (دشمن کے سامنے) دبے (کہ ان سے عاجزی اور خوشامد کی باتیں کرنے لگیں) اور اللہ تعالیٰ کو ایسے مستقل مزاجوں سے محبت ہے (اور افعال میں تو ان سے کیا لغزش ہوتی) ان کی زبان سے بھی تو اس کے سوا اور کچھ نہیں نکلا کہ انہوں نے (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں اور ہمارے کاموں کو حد سے آگے نکل جانے کو بخش دیجئے' اور ہم کو (کفار کے مقابلہ میں) ثابت قدم رکھیے' اور ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے تو (اس استقلال اور دعا کی برکت سے) ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا بدلہ بھی دیا (یعنی فتح و ظفر) اور آخرت کا بھی عمدہ بدلہ دیا (یعنی رضا اور جنت اور اللہ تعالیٰ کو ایسے نیکو کاروں سے محبت ہے)

مختصر شان نزول

غزوہ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سات سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف لے گئے اور حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو پچاس تیرانداز صحابہ کرامؓ کے ساتھ پیچھے گھاٹی پر مقرر فرمایا۔ مشرکین مکہ بڑی تیاری کے ساتھ آئے تھے جنگ شروع ہوئی تو بڑے گھمسان کا معرکہ ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک میں تلوار لے کر فرمایا کہ کون اس کا حق ادا کرے گا۔

حضرت ابو دجانہؓ نے وہ تلوار لے لی اور سرخ عمامہ باندھ کر اکڑ کر چلنے لگے حضور علی السلام نے فرمایا کہ یہ چال اللہ کے لئے ناپسند ہے لیکن اس موقع پر یہ چال پسندیدہ ہے جانبین سے سخت مقابلہ ہوا۔ اللہ پاک نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور مسلمانوں کو فتح و کامرانی عطاء فرمائی بہت سے کافر قتل ہوئے باقی بھاگنے لگے کافروں کی رسوا کن ہزیمت کا حال دیکھ کر گھاٹی پر متعین صحابہ اپنے امیر کے سمجھانے کے باوجود یہ سمجھ کر کہ دشمن کو مکمل شکست ہو چکی ہے گھاٹی سے اتر مال غنیمت جمع کرنے لگے حضرت خالد بن ولیدؓ (اس وقت مشرکین کے میمنہ کے امیر تھے) نے موقع غنیمت جان کر اس گھاٹی کی طرف سے حملہ کر دیا اور حضرت عبداللہ بن جبیر سخت دفاعی مقابلہ فرما کر شہید ہو گئے۔ مسلمان اس خبر سے بے خبر تھے اس ناگہانی آفت نے کسی کو سنبھلنے کا موقع نہ دیا چنانچہ مسلمانوں میں کھلبلی مچ گئی بہت سوں کے پاؤں اکھڑ گئے' کافی صحابہ کرام شہید کر دیئے گئے زخمیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی' بہرحال مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ مبارک سے ایک بالشت بھی نہیں ہٹے اور برابر تیر اور پتھر مشرکین کی طرف برساتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد پندرہ صحابہؓ جن میں آٹھ مہاجر اور سات انصار تھے جمے رہے اسی دوران میں ایک مشرک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارا جس سے دندان مبارک شہید ہو گئے ایک اور مشرک نے سر مبارک کو زخمی کر دیا جس سے اتنا خون نکلا کہ ریش مبارک تر ہو گئی۔ عبداللہ بن قمیہ

مشرک نے پتھر سے رخسار مبارک زخمی کیا اور خود کی دو کڑیاں رخسار میں دھنس گئیں پھر عبداللہ بن قمیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے حملہ کیا تو اسلامی لشکر کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیرؓ دفاع فرمایا۔ ابن قمیہ نے ان کو شہید کر دیا حضرت مصعبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے ابن قمیہ نے اعلان کر دیا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا ہے۔

اس پر شیطان ابلیس نے زور سے ندا کردی کہ (محمدؐ قتل ہو گئے) بس اس دلخراش اور درد ناک خبر کا مشہور ہونا تھا کہ مسلمانوں میں سراسیمگی پھیل گئی عین جنگ کے میدان میں صحابہ کرامؓ پر یہ خبر بجلی بن کر گری کہ وہ ہستی جو ان کی کوششوں کا محور اور امیدوں کا مظہر تھی جس کی خاطر انہوں نے سب کچھ قربان کیا تھا جس کا عشق ان کے رگ و پے میں سرایت کر چکا تھا وہ ان سے جدا ہو چکی ہے۔

چنانچہ مسلمانوں کے درمیان بھگدڑ مچ گئی بعض نے واپسی کا ارادہ کیا بعض نے کچھ اور سوچا اور بعض یہ کہتے ہوئے دیوانہ وار میدان میں کود گئے کہ آپؐ کے بغیر زندگی کا کیا مزا یہ حالت دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹان پر چڑھ گئے حضرت طلحہؓ نے آپؐ کو اٹھا کر چٹان پر پہنچایا تو آپؐ نے ان کو جنت کی بشارت دی۔

چٹان پر چڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو پکارا' اللہ کے بندو اوپر آؤ' آواز پہچان کر صحابہ کرامؓ کی ایک جمعیت آپؐ تک پہنچ گئی وہ سب آپؐ کے محافظ بن گئے' سعد بن وقاصؓ نے اتنے تیر پھینکے کہ چھ کمانیں ان کے ہاتھ سے ٹوٹیں حضرت ابو طلحہؓ بھی تاک تاک کر تیر پھینک رہے تھے انہوں نے دو یا تین کمانیں توڑیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس سے گزرنے والوں کو حکم دے رہے تھے کہ وہ اپنے تیر ابو طلحہؓ کو دے دیں' جب ابو طلحہؓ تیر پھینکتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گردن اٹھا کر تیر لگنے کی جگہ کو دیکھتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس بچاتے ہوئے حضرت طلحہؓ کا ہاتھ مبارک شل ہو گیا سر مبارک میں ایسی چوٹ آئی کہ بے ہوش ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پانی چھڑکا تو ہوش آیا' ہوش آتے ہی پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے اس وقت ابی بن خلف

جمحی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا آپ نے خود اس پر نیزے کا وار فرمایا' جس کی تکلیف سے وہ بعد میں مردار ہو گیا۔

بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سے بعض حضرات کے قدم اکھڑ گئے جس پر قرآن مجید کی یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔

چند مفید نکات

ان آیات مبارکہ میں اللہ پاک نے پہلی امتوں کے خدا پرست اور حق پرست لوگوں کا کردار بیان فرمایا اور اس کردار کے صلے میں اللہ پاک کی طرف سے ہونے والے دنیاوی اور اخروی انعامات کا بھی تذکرہ فرمایا۔ ان آیات میں ربیون سے اللہ والے اور اللہ کی رضا چاہنے والے لوگ مراد ہیں۔ ابن عباس اور حسن بصری کی روایت ہے کہ ربیون سے مراد علماء فقہا ہیں۔

ان آیات کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ پہلی امتوں کے نیک اور اللہ والے لوگ اپنے انبیاء کے قتل ہو جانے کے باوجود لڑتے رہے اور انہوں نے کسی قسم کی کمزوری نہیں دکھلائی اور وہ دبے نہیں لیکن تفسیر کشاف ص ۴۲۴' ج: ۱ پر حضرت سعید بن جبیرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے (**ماسمعنا بنبی قتل فی القتال**) کہ کوئی نبی میدان قتال میں شہید نہیں ہوئے بہرحال مفسرین کا یہی خیال ہے کہ مقصود ان آیات میں یہ بتلانا ہے کہ تم لوگوں نے جب اپنے نبی کے قتل کی خبر سنی تو بھاگ نکلے لیکن بہت سے اللہ والے حق پرست اپنے انبیاء کے قتل ہو جانے کے باوجود میدانوں میں ڈٹے رہے۔

اللہ والے بنیے

اس مختصر گفتگو سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) غزوہ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مل کر شریک قتال تھے۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنفس نفیس اس مبارک عمل میں شرکت فرمائی۔

(۳) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ابتداء کفار کو قتل کیا اللہ پاک نے اسے اپنا فضل اور اپنی نصرت قرار دیا۔

(۴) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پسپائی پر اللہ پاک نے تنبیہہ فرمائی اور پھر اس کو معاف فرمادیا۔

(۵) گزشتہ امت کے نیک اور خدا پرست لوگ بھی قتال کیا کرتے تھے۔

(۶) اس سے یہ دعویٰ بھی غلط ثابت ہوا کہ انبیاء سابقین نے قتال فی سبیل اللہ نہیں فرمایا۔

(۷) وہ قتال میں کسی قسم کی کمزوری' بزدلی نہیں دکھاتے تھے اور اللہ پاک کو ان کی یہ صفت پسند آئی۔

(۸) وہ تھک کر یا گھبرا کر یا مایوس ہو کر قتال کو ہرگز موقوف نہیں فرماتے تھے اللہ پاک کو ان کی یہ خصلت بھی پسند آئی۔

(۹) وہ اللہ پاک سے نصرت مانگتے تھے کیونکہ نصرت تو صرف اللہ پاک ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے !

وما النصر الامن عنداللہ

"کہ نصرت تو اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔"

اور اللہ پاک نے خود نصرت کی ذمہ داری لی ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

"حقا" علینا نصر المومنین"

(۱۰) یہ بھی معلوم ہوا کہ میدانوں میں نکل کر اللہ سے نصرت مانگنا یہ انبیاء اور ان کے متبعین کا شیوہ رہا ہے۔

اللہ پاک نے ان لوگوں سے جنہوں نے ڈٹ کا قتال کیا اپنی محبت کا واضح اعلان فرمایا

ہے اور ان کو دنیا میں فتح و کامرانی اور آخرت میں رضا و جنت کی بشارت دے کر محسنین یعنی اہل احسان قرار دیا ہے۔

تلک عشرۃ کاملۃ

پس ثابت ہوا کہ اللہ کے دشمنوں کے ساتھ قتال کرنا' میدانوں میں نکل کر ان کا مقابلہ کرنا اور اس میں ڈٹ جانا یہ اللہ پاک کی رضا و محبت کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ چنانچہ سورہ صف میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔

ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا" کانھم بنیان مرصوص

ترجمہ : "اللہ محبت فرماتے ہیں ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں قطار باندھ کر گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔"

○ اس آیت مبارکہ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعلق مع اللہ اور وصل باللہ کا بڑا ذریعہ اللہ کی راہ میں قتال کرنا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف کی رو سے مجاہد کی دعا میدان قتال میں انبیاء علیہم السلام کی طرح قبول ہوتی ہے ○ اسی محبت کا نتیجہ ہے کہ مجاہد کے قدموں کی دھول جہنم سے برات کا ذریعہ ہے ○ اللہ پاک کی اس محبت ہی کا ثمرہ ہے کہ مجاہد کا ایک صبح یا ایک شام میدان جہاد میں گزار دینا دنیا و مافیہا کے نیک اعمال سے زیادہ افضل ہے ○ اسی محبت ہی کا پھل ہے کہ شہید سے موت کی سختی اٹھا لی گئی ہے ○ اسی محبت کا ہی اثر ہے کہ شہید کو زندہ کر دیا گیا ہے ○ اسی محبت ہی کی علامت ہے کہ شہید کے جسم کو زمین پر حرام کر دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ جہاد کے عمل کو تمام اعمال سے افضل اور شہادت کی موت کو تمام اموات سے اعلیٰ قرار دیا گیا ہے۔

اور حقیقت یہی ہے کہ اللہ کی محبت انسان میں حرکت کو پیدا فرما دیتی ہے۔

اللہ کی محبت انسان کو بہادر اور نڈر بنا دیتی ہے۔

اللہ کی محبت دنیا سے کفر کو نابود اور حق کو جاوداں کرنا سکھا دیتی ہے۔

اللہ کی محبت شہادت کی طلبگار بنادیتی ہے۔

اللہ کی محبت دین کے دشمنوں کی نفرت دل میں بٹھادیتی ہے۔

اللہ کی محبت موت کو محبوب بنادیتی ہے۔

اللہ کی محبت دنیا سے بے رغبت کردیتی ہے۔

اللہ کی محبت دلوں میں جان ومال کی قربانی کا جذبہ پیدا فرمادیتی ہے۔

اللہ کی محبت قرآن وسنت کی بالادستی کا طریقہ سکھادیتی ہے۔

اللہ کی محبت اور کفر سے سمجھوتہ کبھی جمع نہیں ہوسکتے۔

اللہ سے تعلق اور بزدلی کبھی اکٹھے نہیں ہوسکے۔

اللہ سے تعلق اور دنیا کی رغبت کبھی یکجا نہیں ہوسکتے۔

اللہ سے تعلق اور کفر کی حکومت پر رضا کبھی جمع نہیں ہوسکتے۔

بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ عشق ومحبت کا حقیقی امتحان میدان قتال ہی میں ہوتا ہے تو کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درجات کی تقسیم بھی ہجرت اور جہاد کے اعتبار سے سمجھی جاتی تھی فلاں بدری صحابیؓ ہیں فلاں فتح مکہ سے قبل مسلمان ہوئے فلاں بعد میں۔

اسی طرح قرآن مجید کی بعض آیات کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاد ہی کے ذریعے ایمان والوں اور منافقین میں امتیاز کیا جاتا تھا۔

مختصر یہ کہ یہ بات تو بلاشک وشبہ ثابت ہوگئی کہ قتال کا مبارک عمل اللہ کے قرب کا بہترین ذریعہ ہے بلکہ ایک حدیث شریف میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

الجہاد مختصر طریق الجنۃ

"جہاد جنت میں پہنچنے کا مختصر راستہ ہے"

اہم سوال

تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ عظیم عمل صرف اسلاف ہی کے لئے تھا یا اس زمانے کا مسلمان بھی اس فضیلت سے بہرہ ور ہوسکتا ہے اور دوسرا سوال یہ بھی ہے کہ کیا دین اسلام کا یہ اہم ترین فریضہ اپنی اسی شکل میں باقی ہے جس پر عمل کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا' یا اب زمانے کی تبدیلی سے اسے بھی تبدیل کردیا جائے گا اور کسی دوسری چیز کو قتال وجہاد کا قائم مقام بنادیا جائے گا۔

جواب پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ قتال ایک محکم شرعی حکم ہے اور قرآن مجید کا ہر حکم قطعی ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے۔ مزید براں یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ فیصلہ فرمادیا ہے کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا اس حدیث شریف سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ جہاد کا حکم کبھی منسوخ نہیں ہوسکتا اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ قتال وجہاد کا یہ مبارک عمل مسلسل جاری رہے گا۔ اس میں **انقطاع** نہیں آئے گا۔ اگر اکثر مسلمان بھی اس میں تکاسل کا شکار ہوجائیں گے تب بھی اس امت کے کچھ ایماندار اللہ والے دیوانے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرکے شجر اسلام کی آبیاری کرتے رہیں گے اور اس مختصر جماعت کا میدان قتال میں ڈٹا رہنا ان مسلمان نام نہاد منکرین کے لئے تازیانہ عبرت ہوگا جو یہ سمجھ بیٹھیں گے کہ اب حالات قتال وجہاد کی اجازت نہیں دیتے پس یہ معلوم ہوا کہ جہاد کا عمل قیامت تک مسلسل جاری رہے گا کیونکہ کافروں کی سرکشی موجود ہے مسلمانوں کی مظلومیت موجود ہے' حدود اللہ کا تجاوز موجود ہے' اللہ کے شعائر کی توہین موجود ہے' مسلمان عورتوں کی ہتک حرمت موجود ہے' اس وقت اگر جہاد کا عمل موجود نہ ہو تو پھر اسلامی اقتدار اور اسلامی قانون اور مسلمانوں کا تحفظ نہیں رہے گا اور ان کو حرف غلط کی طرح مٹایا جائے گا مسلمانوں پر ذلت اور حب الدنیا کا مرض غالب آجائے گا اور پھر یہ سارے کے سارے کافروں کے ذہنی اور جسمانی

غلام بن جائیں گے اور پھر غیر محسوس طریقے پر اسلام سے نکل کر کفر میں داخل ہو جائیں گے چنانچہ ضروری ہے کہ قتال کے مبارک عمل سے کافروں کے تسلط اور سحر آفرینی کو توڑا جائے اور اللہ کی عظمت کا سکہ دلوں پر بٹھا دیا جائے۔

چنانچہ ہمارا عقیدہ ہے، ہمارا پر اعتماد دعویٰ ہے کہ شرعی جہاد کا عمل آج بحمد اللہ موجود ہے اگرچہ اکثر مسلمان اس سے روگردانی کیئے ہوئے ہیں۔

کیونکہ

اگر یہ کہا جائے کہ افغانستان میں خانہ جنگی ہے، فلسطین میں عرب قومیت کی جنگ ہے، کشمیر ہندوستان کا داخلی مسئلہ ہے۔

تو پھر

قتال کہاں ہو رہا ہے؟ کیا قتال بند ہو چکا ہے؟ کیا جہاد شرعی موقوف ہو چکا ہے تو پھر؟

نعوذبا للہ

مرزا قادیانی ملعون کی یہ بکواس سچی ہوگی کہ قتال و جہاد منسوخ ہو چکے ہیں۔

نعوذبا للہ

صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان خلاف واقع ہوگا کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

ہرگز نہیں

کیونکہ قادیانی ملعون نجس جھوٹا ہے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم صادق المصدوق سراپا صدق و وفا ہیں جہاد جاری ہے، جہاد جاری رہے گا اور امت کے مجاہدین کا آخری دستہ دجال کے فتنے کو سبوتاژ کرے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم

موجود تھے سترہ غزوے ہوئے ۵۵ سرایا بھیجے گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اتریں گے جہاد ہی جہاد ہوگا۔

مگر

انبیاء کرام کے اس محبوب عمل سے آج ہم کیوں محروم ہیں؟

دوسرے سوال کا جواب

اسلام کے فرائض کا جو نقشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا اس میں رد و بدل دین میں واضح تحریف ہے۔ نماز، روزہ، حج زکوٰۃ کے متبادل کوئی عمل نہیں ہو سکتا تو قتال کے متبادل بھی کوئی عمل (احتجاج، خاموش مظاہرے) نہیں ہو سکتے۔ قتال اور جہاد اسی طرح موجود ہیں جس طرح رہبر امت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلایا افغانستان کے پہاڑ، فلسطین کے ریگزار، کشمیر کی حسین وادیاں آج اس کی گواہی دے رہی ہیں آیئے! اور قتال فی سبیل اللہ میں حصہ لے کر اللہ کے محبوب بنیں، اولیاء اللہ بنیں

انشاءاللہ

قتال فی سبیل اللہ کے مبارک عمل کو زندہ کرنے سے دیگر اعمال میں بھی زندگی پیدا ہوگی اور دیگر اعمال بھی جاندار ہو جائیں گے۔

جہاد افغانستان کا حیرت انگیز سچا واقعہ

درج ذیل واقعہ ہمیں برادر فریدون نے سنایا جو ایک عرصہ تک کابل میں ہونے والی کارروائیوں میں شریک رہے ہیں۔ کوئی آٹھ برس پہلے کی بات ہے کہ کابل سے متصل

صوبہ لوگر سے تعلق رکھنے والے دو نوجوان لڑکوں نے جو کابل کی پولیس اکیڈمی میں زیر تربیت تھے باہم مشورے کے بعد مجاہدین سے جا ملنے کا فیصلہ کیا۔ دونوں چھٹیوں پر گھر آئے تو واپس نہ لوٹے انہوں نے اپنے علاقے کے مجاہدین سے رابطہ قائم کیا اور ان میں شامل ہوئے۔ وقت گزرتا رہا اور جنگ کی شدت میں خاک و کندن بنتا رہا۔ آخر ایک وقت آیا جب ان میں سے ایک نوجوان اسی گروپ کا کمانڈر ہو گیا جس میں وہ شامل ہوئے تھے اور دوسرا ایک آزمودہ مجاہد کے طور پر گروپ کا رکن۔ یہ مجاہد اپنے پیچھے صرف ایک بوڑھی ماں رکھتا تھا جس گاؤں میں اس کی والدہ رہائش پذیر تھی اس کے اور اس مجاہد گروہ کے قیام گاہ کے درمیان کابل لوگر شاہراہ حائل تھی گاؤں والے مکمل طور پر مجاہدین کے حامی تھے اور یہیں سے ان مجاہدین کو روٹیاں پکوا کر بھجوائی جاتی تھیں اپنی باری آنے پر مذکورہ مجاہد کی ڈیوٹی گاؤں سے روٹیاں لانے پر لگی تو اس نے کمانڈر سے اس امر کی اجازت بھی لے لی کہ وہ اپنی بوڑھی والدہ سے بھی مل آیا کرے۔ ایک دن صبح یہ نوجوان بیدار ہوا تو اپنے ساتھیوں سے بولا کہ آج میں شہید ہو جاؤں گا اس کے ساتھی اس جملے کو اس کی دیرینہ خواہش سمجھ کر ٹال گئے پھر وقت مقررہ پر یہ مجاہد حسب معمول روٹیاں لینے گاؤں کی طرف چل دیا .... اسی رات کابل سے ایک بڑا فوجی کانوائے اس شاہراہ پر گاؤں کے عین سامنے آن ٹھہرا تھا جہاں موجود چند مجاہدین اور کانوائے کے درمیان جنگ جاری تھی نوجوان مجاہد نے یہ منظر دیکھا تو خود بھی اس جنگ میں شریک ہو گیا' انہوں نے دشمنوں کو خاصا نقصان پہنچایا لیکن آخر کار چاروں طرف گھر جانے اور گولیاں ختم ہو جانے کے باعث چالیس مجاہدین زندہ گرفتار کر لئے گئے جب کہ کچھ دیگر مجاہدین بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ روسیوں نے تمام گرفتار شدگان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں ایک بہت بڑے گڑھے میں لٹایا اور اوپر سے بلڈوزر چلا کر منوں مٹی تلے دفن کر دیا' یہ نوجوان مجاہد بھی ان شہیدوں میں شامل تھا۔

نوجوان مجاہد کی شہادت کی خبر اس گروپ کو مجاہدین نے پہنچائی جو بچ نکلے تھے اور جنہوں نے یہ دردناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس نوجوان کی شہادت کے دو دن

کے بعد کا ذکر ہے کہ اس کی بوڑھی والدہ اس کے کمانڈر اور پرانے دوست کے پاس پہنچی اور اسے اطلاع دی کہ ہمارے گاؤں کے ساتھ والے ٹیلے پر دشمن نے ایک نئی پوسٹ قائم کی ہے تم اپنے گروپ کے ساتھ محتاط رہو اور میرے بیٹے کو بھی منع کر دو کہ اب وہ مجھ سے ملنے نہ آیا کرے' کہیں ایسا نہ کہ اس کی آمدورفت دشمن کی نظر میں آ جائے اور وہ اسے نقصان پہنچائیں مجھے اس سے ملنا ہو گا تو از خود یہاں آ جایا کروں گی۔ کمانڈر نے شہید والدہ کی یہ گفتگو سنی تو اسے ہمت نہ ہوئی کہ اسے اس کے جوان اکلوتے بیٹے کی شہادت کی خبر سنا سکے جس سے وہ تاحال بے خبر تھی۔ اس شہید کی والدہ کو ایسا ہی کرنے کا یقین دلایا اور نہایت عزت و توقیر سے واپس بھیج دیا تین دن بعد یہی خاتون دوبارہ آئیں اور آتے ہی کمانڈر سے شکوہ کناں ہوئیں کہ تم نے میرے بیٹے کو منع نہیں کیا چنانچہ اب بھی وہ مجھ سے ملنے گھر آتا ہے براہ خدا اسے حکم دو کہ وہ ایسا نہ کرے۔ کمانڈر نے یہ سنا تو اندر تک لرز گیا اس نے خاتون سے استفسار کیا کہ کیا آپ کا بیٹا اب بھی آپ سے ملنے گھر آتا ہے؟ خاتون نے اثبات میں سرہلایا کمانڈر پسینہ پسینہ ہو گیا اور اس کی حالت غیر ہو گئی لیکن اس کے لبوں کی خاموشی پھر بھی نہ ٹوٹی۔ خاتون یہ کہہ کر واپس لوٹ گئیں کہ اب بھی وقت ہے اسے سمجھاؤ کہ وہ دشمن کی نئی پوسٹ کے اتنے قریب سے گزر کر گھر نہ آیا کرے کیوں وہ اتنا بڑا خطرہ مول لیتا ہے۔ کوئی پانچ دن کے وقفے کے بعد وہ خاتون سہ بارہ کمانڈر کے پاس پہنچیں اب کہ وہ قدرے غصے میں تھیں کمانڈر کا سامنا ہوتے ہی انہوں نے اسے ڈانٹا کہ تم کیسے کمانڈر ہو تم سے اپنا ایک مجاہد نہیں سنبھلتا پچھلی بار جب میں تم سے شکایت کر کے لوٹی تو بجائے اس کے کہ میرا بیٹا محتاط ہو جاتا اس نے گھر آنا جانا پہلے سے بھی زیادہ کر دیا اور پچھلے پانچ دن سے تو وہ بلاناغہ روزانہ گھر آ رہا ہے کیا تم اسے روک نہیں سکتے۔ کمانڈر جس نے بڑی مشکل سے خود پر قابو پایا ہوا تھا یہ سن کر تاب کھو بیٹھا اور چیخ کر بولا کہ تمہارے بیٹے کو شہید ہوئے آج دسواں دن ہے۔

اسی کمانڈر نے فریدون کو جب یہ واقعہ سنایا تو اس کی آنکھوں سے اشک رواں تھے اس نے کہا کہ میرے انکشاف کے بعد شہید کا اپنی والدہ سے ملنے کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

جز

ہشتم

تعلیم الجہاد

مصنف

حضرت مولانا محمد مسعود ازہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعلیم الجہاد

سوال نمبر۱ : جہاد کے کیا معنی ہیں ؟

جواب : اللہ رب العزت کے دین کی سربلندی اور مظلوم مسلمانوں کے تحفظ کے لیے خوب محنت کے ساتھ کافروں سے مسلح جنگ کرنا یا جنگ کرنے والوں کی تمام ضروری امور میں بھرپور معاونت کرنا، خواہ یہ جنگ ان کافروں سے ہو جن تک اسلامی دعوت پہنچ چکی ہو اور انہوں نے اس دعوت کو قبول نہ کیا ہو یا ان کافروں سے ہو جو مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے ہوں (امیر کی اطاعت میں کافروں کے ساتھ جنگ کے کسی بھی شعبے میں کام کرنا جہاد ہوگا)

سوال نمبر۲ : جہاد کا حکم کب نازل ہوا ؟

جواب : جہاد کا حکم مدینہ منورہ میں ۲ھ میں نازل ہوا۔

سوال نمبر۳ : جہاد کے متعلق سب سے پہلے کون سی آیت نازل ہوئی ؟

جواب : جہاد کے متعلق سب سے پہلی آیت سورہ حج کی یہ آیت کریمہ ہے :

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر :

ترجمہ: ان لوگوں کو حکم دیا گیا جہاد کا جن سے کافر لڑتے ہیں اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔

سوال نمبر۴ : غزوہ کس جہاد کو کہتے ہیں ؟

جواب : جس جہاد میں خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی ہو

اسے غزوہ کہتے ہیں۔

سوال نمبر۵ : سریہ کس جہاد کو کہتے ہیں ؟

جواب : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک زمانے میں جہاد کے جو لشکر روانہ فرمائے اور خود ان میں شریک نہیں ہوئے، ان معرکوں کو سریہ کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر۶ : غزوات کی تعداد کتنی ہے ؟

جواب : حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ستائیس لڑائیوں میں حصہ لیا تو غزوات کی کل تعداد ستائیس ہوئی۔ بعض روایات سے اس سے کم یا زیادہ کی تعداد بھی معلوم ہوتی ہے۔

سوال نمبر۷ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کتنے سریے ہوئے ؟

جواب : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں چھپن سرایا ہوئے۔ اس میں اور روایتیں بھی ہیں۔

سوال نمبر۸ : جہاد کا کیا حکم ہے ؟

جواب : جہاد ایک اسلامی فریضہ ہے اور اہم ترین عبادت ہے۔

سوال نمبر۹ : جہاد کی حکمت کیا ہے ؟

جواب : اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں جہاد کی یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ اگر جہاد نہ ہو تو زمین پر فساد برپا ہو جائے اور عبادت گاہوں کو ڈھا دیا جائے یعنی اگر جہاد کی وجہ سے ظالم اور سرکش لوگوں کو ختم نہ کیا جائے تو پھر یہ زمین فتنہ اور فساد کی لپیٹ میں آجائے گی اور سرکش کافر مسلمانوں کی عبادت گاہوں کو گرا دیں گے اور مسلمانوں کو ختم کر دیں گے مگر جہاد کے ذریعے سے تمام فتنے ختم ہو جاتے ہیں اور زمین پر امن و سکون اور عدل و انصاف عام ہوتا ہے اور اللہ کا دین اور اس کا نظام بلند اور غالب رہتا ہے۔

سوال نمبر ۱۰ : کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے بھی جہاد کیا ؟

جواب : جی ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کئی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے جہاد نے فرمایا اور ان انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مل کر اس زمانے کے اللہ والوں نے بھی بھرپور طریقے سے جہاد میں حصہ لیا۔

سوال نمبر ۱۱ : وہ کون سے نبی ہیں جنھوں نے بچپن میں ظالم کافر بادشاہ کو قتل کیا ؟

جواب : وہ نبی حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام ہیں جنھوں نے بچپن میں ظالم کافر بادشاہ جالوت کو قتل فرمایا تھا۔

سوال نمبر ۱۲ : وہ کون سے نبی ہیں جنھوں نے اپنی قوم کو جہاد کی دعوت دی مگر قوم نے ہٹ دھرمی کی ؟

جواب : حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ کا جہاد والا حکم قوم کو سنایا مگر قوم والوں نے کہا کہ آپ اور آپ کا خدا مل کر لڑیں ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔

سوال نمبر ۱۳ : وہ کون سے نبی ہیں جنھوں نے یہ نیت کی تھی کہ اللہ پاک ان کو سو بیٹے دے تو وہ انہیں اللہ کے راستے کا شہسوار اور مجاہد بنائیں گے ؟

جواب : وہ نبی حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔

سوال نمبر ۱۴ : قرآن مجید کی وہ کون سی آیت ہے جس میں جہاد کی فرضیت کا حکم ہے ؟

جواب : وہ آیت سورۃ بقرہ پارہ نمبر ۲ میں ہے :

کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسی ان تکرھوا شیئا" وھو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیئا" وھو

شرلکم واللہ یعلم وانتم لاتعلمون۔

ترجمہ: فرض کیا گیا تم پر کافروں سے لڑنا اور وہ تم کو برا لگتا ہے اور شاید کہ تم کو کوئی چیز بری لگے وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور شاید تم کو ایک چیز بھلی لگے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

سوال نمبر۱۵ : قتال کے کیا معنی ہیں ؟

جواب : قتال اللہ کے راستے میں اللہ کے کلمے اور دین کی سربلندی کے لیے دشمنوں سے لڑنے کو کہتے ہیں۔

سوال نمبر۱۶ : جہاد رحمت ہے یا فساد ؟

جواب : جہاد اللہ رب العزت کی طرف سے پوری انسانیت کے لیے ایک بہت بڑی رحمت ہے۔

سوال نمبر۱۷ : جہاد مسلمانوں کے لیے کس طرح رحمت ہے ؟

جواب : جہاد کے ذریعے سے مسلمانوں کو اللہ پاک کی محبت اور قرب ملتا ہے اور وہ بڑے بڑے انعامات ملتے ہیں جن کا اللہ رب العزت نے جہاد کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے۔ اسی طرح جہاد کے ذریعے سے مسلمانوں کو زمین پر خلافت ملتی ہے اور کافروں سے اموال غنیمت ملتے ہیں جن سے ان کی معاشی حالت سدھرتی ہے اور جہاد سے شہادت کا عالی مقام بھی خوش قسمت لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

سوال نمبر۱۸ : جہاد کافروں کے لیے کس طرح رحمت ہے ؟

جواب : جہاد کافروں کے لیے اس طور پر رحمت ہے کہ انہیں جہاد کی بدولت بسا اوقات کفر سے نجات ملتی ہے اور وہ مسلمانوں سے شکست کھا کر ہٹ دھرمی چھوڑ دیتے ہیں اور اللہ کی عظمت کو جان لیتے ہیں اور بعض اوقات مسلمانوں کے زیر سایہ رہنے کی وجہ سے انہیں اسلام سے محبت ہو جاتی ہے اور وہ مسلمان ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کافروں کو جہاد کی

بدولت کفر کے ظالمانہ نظام سے چھٹکارا ملتا ہے اور وہ اسلامی حکومت کے عدل و انصاف میں سکون سے رہتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۹ : جہاد سے پہلے کیا چیز ضروری ہے ؟

جواب : جہاد سے پہلے جہاد کی تربیت اور تیاری بہت ضروری ہے۔ خود قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو جہاد کی تیاری کا حکم دیا ہے۔

سوال نمبر ۲۰ : جہاد کی تیاری کے کیا معنی ہیں ؟

جواب : جہاد کی تیاری سے مراد اسلحہ بنانا' اسے سیکھنا' جسمانی طور پر جہاد کے لیے مضبوط ہونا' جنگی فنون اور آلات حرب کو زیادہ سے زیادہ سیکھنا' جہاد کے لیے گھوڑے' پالنا اور ہر زمانے کے مطابق اتنا اسلحہ جمع کرنا کہ کفار رعب میں رہیں اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں نہ کر سکیں۔

سوال نمبر ۲۱ : کیا جہاد کی تیاری پر بھی ثواب ملے گا ؟

جواب : جہاد کی تیاری پر اللہ رب العزت کی طرف سے بہت اجر ملتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر جہاد کی نیت سے گھوڑا پالا جائے تو اس گھوڑے کے چلنے پر بھی اس کے مالک کو اجر ملتا ہے اور اس گھوڑے کے لید اور پیشاب پر بھی قیامت کے دن اس کے مالک کو ثواب ملے گا۔ یہی حکم جہاد کی تیاری کے لیے رکھی جانے والی ہر چیز کا ہے۔

سوال نمبر ۲۲ : جہاد کی دعوت دینے کی کیا اہمیت ہے ؟

جواب : اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ خود بھی جہاد کیجئے اور ایمان والوں کو اس عمل پر ابھاریئے۔ چونکہ جہاد ایک مشکل کام ہے اور نفس و شیطان انسان کو اس عظیم عمل سے روکتے ہیں اس لیے جہاد کی خوب دعوت دینی چاہیے تاکہ دعوت دینے والوں اور سننے والوں میں یہ جذبہ زندہ رہے۔

سوال نمبر ۲۳ : جو مسلمان جہاد کرتے ہوئے دشمن کے ہاتھوں مارا جائے اسے کیا کہتے ہیں ؟

جواب : جو مسلمان جہاد کرتے ہوئے دشمن کے ہاتھوں مارا جائے اسے شہید کہتے ہیں۔

سوال نمبر ۲۴ : شہید کی کیا فضیلت ہے ؟

جواب : اللہ پاک نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ شہید کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ شہید کو اللہ پاک چھ نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔ (۱) پہلے ہی لمحے میں اس کی مغفرت کردی جاتی ہیں اور اس کو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے۔ (۲) عذاب قبر سے محفوظ کردیا جاتا ہے۔ (۳) فزع اکبر (قیامت کی مصیبت) سے مامون کردیا جاتا ہے۔ (۴) اس کے سر پر عزت و وقار کا تاج رکھا جاتا ہے۔ جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہے۔ (۵) گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی بہتر حوروں سے اس کی شادی کردی جاتی ہے۔ (۶) اس کے ستر رشتہ داروں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

سوال نمبر ۲۵ : شہادت کی تمنا کرنا کیسا ہے ؟

جواب : ہر مسلمان کو شہادت کی تمنا کرنی چاہیے اور اللہ پاک سے اس کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے راستے میں بار بار شہید ہونے کی تمنا فرمائی۔

سوال نمبر ۲۶ : جو مسلمان جہاد میں شہید نہ ہو اسے کیا کہتے ہیں ؟

جواب : اسے عام طور پر غازی کہا جاتا ہے۔ ویسے تو غازی ہر جہاد کرنے والے کو کہتے ہیں مگر یہ لفظ عام طور پر ان لوگوں پر بولا جاتا ہے جو میدان جہاد میں جہاد کرنے کے بعد واپس آتے ہیں اور شہید نہیں ہوتے۔

سوال نمبر ۲۷ : وہ مال جو جہاد میں مسلمان کافروں سے حاصل کر ہیں اسے

کیا کہتے ہیں؟

جواب : اس مال کو مال غنیمت کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر ۲۸ : غنیمت کیسا مال ہے ؟

جواب : مال غنیمت بہت ہی پاکیزہ مال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہی مال پسند فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں مال غنیمت استعمال فرماتے تھے اور آپؐ نے فرمایا کہ مسلمان کے لیے سب سے پاکیزہ مال 'مال غنیمت ہے۔

سوال نمبر ۲۹ : مال غنیمت اور مال فئے میں کیا فرق ہے ؟

جواب : اگر دشمنوں سے لڑائی کے بعد مال ہاتھ آئے تو اسے مال غنیمت کہتے ہیں اور اگر میدان جہاد میں کافر مسلمانوں کے سامنے بغیر جنگ کیے ہوئے ہتھیار ڈال دیں تو ان سے ملنے والے مال کو مال فئے کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر ۳۰ : مسلمانوں کو میدان جہاد میں کس طرح لڑنا چاہیے ؟

جواب : اللہ رب العزت کا حکم ہے کہ اے ایمان والو' جب تم کافروں سے لڑو تو ثابت قدمی کے ساتھ لڑائی کرو اور ثابت قدم رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا خوب ذکر کرو اس لیے مسلمانوں کو جہاد میں ڈٹ کر ثابت قدمی کے ساتھ لڑنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کا خوب ذکر کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے توانائی ملتی ہے اور دل سے خوف نکل جاتا ہے۔

سوال نمبر ۳۱ : میدان جہاد سے بھاگ کھڑے ہونا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب : میدان جہاد میں دشمنوں کے سامنے پیٹھ پھیر کے بھاگ کھڑا ہونا بہت بڑا گناہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ جو شخص میدان جہاد سے بھاگ کھڑا ہو اس پر اللہ کا غضب ہوتا ہے۔ ہاں اگر پیچھے پڑاؤ ڈالے ہوئے اپنے لشکر تک پہنچنے کے لئے بھاگا یا دشمنوں کو دھوکہ دے کر دوبارہ عقب سے حملہ کرنے کے لیے پیچھے ہٹا تو اس کی اجازت ہے اور ہرگز گناہ نہیں۔

سوال نمبر ۳۲ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں کتنے صحابہ کرامؓ شہید ہوئے ؟

جواب : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں ۲۵۹ صحابہ کرامؓ شہید ہوئے۔

سوال نمبر ۳۳ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے کے جہاد میں کتنے کافر مارے گئے ؟

جواب : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے جہاد میں ۷۵۹ کافر مارے گئے۔

سوال نمبر ۳۴ : رباط کسے کہتے ہیں ؟

جواب : اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لیے یا مسلمانوں کے لشکر کی حفاظت کے لیے پہرے داری کرنے کو رباط کہتے ہیں۔

سوال نمبر ۳۵ : رباط کی کیا فضیلت ہے ؟

جواب : رباط بہت افضل عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا حکم دیا ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بے شمار فضائل بیان فرمائے۔ جو خوش قسمت مجاہد رباط کا عمل کرتا ہے اسے اپنے پیچھے رہ جانے والوں کے تمام اعمال کا ثواب ملتا رہتا ہے اور وہ آنکھ جو پہرے داری کے لیے جاگی ہو اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی اور ایک دن کی پہرے داری دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

سوال نمبر ۳۶ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نام نبی السیف ہے' اس کے کیا معنی ہیں؟

جواب : نبی السیف کے معنی تلوار والے نبی ہیں۔

سوال نمبر ۳۷ : حضور صلی اللہ علیم وسلم کو نبی السیف کیوں کہتے ہیں ؟

جواب : حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

مجھے تلوار کے ساتھ بھیجا ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار کے ذریعے سے سرکش کافروں کو ختم فرمایا جس کی وجہ سے لوگوں کو اسلام کے قریب آنے کا موقع ملا اور انسانیت کو امن وسکون ملا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نام "تلوار والے نبی" ہے۔ تلوار سے مراد جہاد ہے یعنی جہاد والے نبی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جہاد کی طاقت عطا فرمائی تاکہ آپ کی دعوت کو ٹھکرایا نہ جاسکے۔

سوال نمبر ۳۸ : حضور رحمتہ اللعالمین نے فرمایا میں نبی الملاحم ہوں، اس کے کیا معنی ہیں ؟

جواب : نبی الملاحم کے معنی جنگوں والے نبی۔ ملحمہ گھمسان کی جنگ کو کہتے ہیں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جتنا جہاد ہوا اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا اور یہ جہاد آپ کی امت میں قیامت تک رہے گا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگوں والا نبی کہا جاتا ہے۔ آپؐ نے خود گھمسان کے معرکے لڑے اور آپ کے زمانے میں آپ سے زیادہ بہادر کوئی نہ تھا۔

سوال نمبر ۳۹ : جہاد کی دوسری دینی اعمال کے مقابلے میں کیا حیثیت اور مقام ہے ؟

جواب : جہاد تمام دینی اعمال میں سب سے افضل عمل ہے کیونکہ جہاد میں جان اور مال کی قربانی ہوتی ہے جو کسی اور عمل میں نہیں اس لیے جہاد کو سب سے افضل عمل قرار دیا گیا اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جہاد دیگر تمام اعمال کا محافظ ہے اس لیے اسے دوسرے تمام اعمال پر افضلیت حاصل ہے۔

سوال نمبر ۴۰ : جہاد میں ایک صبح یا ایک شام لگانے کی کیا فضیلت ہے ؟

جواب : حدیث شریف میں ہے کہ جہاد میں ایک صبح یا ایک شام لگا دینا دنیا

اور تمام دنیا کے تمام مال واسباب سے افضل ہے۔ اس حدیث کی تشریح میں علماء نے لکھا ہے کہ اگر ایک آدمی کو تمام دنیا کی مال و دولت اور اسباب دے دیئے جائیں اور وہ یہ سارا مال واسباب اللہ کی اطاعت میں خرچ کردے تب بھی اس کا اجر اس آدمی کے برابر نہیں ہوسکتا جس نے جہاد میں ایک صبح یا ایک شام لگائی۔

سوال نمبر ۴۱ : جہاد کب فرض عین ہوتا ہے ؟

جواب : جب کافر مسلمانوں پر حملہ کردیں یا مسلمانوں کی عورتوں، بچوں کو قیدی بنالیں یا مسلمانوں کی اور کافروں کی صفیں میدان جہاد میں آمنے سامنے آجائیں یا مسلمانوں کا خلیفہ لوگوں کو جہاد کے لیے بلائے تو ان تمام صورتوں میں جہاد فرض عین ہوجاتا ہے۔

سوال نمبر ۴۲ : فرض عین کے کیا معنی ہیں ؟

جواب : فرض عین کا معنی یہ ہے کہ ہر مسلمان پر جہاد فرض ہوجاتا ہے کسی کے ادا کرلینے کی وجہ سے دوسرے کے ذمے سے ساقط نہیں ہوگا۔ جب جہاد فرض عین ہوجائے گا تو والدین کی اجازت یا جس کا قرضہ دینا ہو اس کی اجازت ضروری نہیں رہتی اور نہ ہی غلام اور ملازم کے لیے اپنے آقا اور مالک کی اجازت ضروری ہوتی ہے۔

سوال نمبر ۴۳ : جہاد نہ کرنے کا کیا گناہ ہے ؟

جواب : حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس نے جہاد نہ کیا اور جہاد کا شوق اور ارادہ بھی اس کے دل میں نہ ہوا تو یہ آدمی منافقت کے ایک حصے میں مرے گا۔" اور ایک اور حدیث میں ہے کہ جس نے جہاد نہ کیا اور نہ کسی مجاہد کو سامان دیا اور نہ کسی مجاہد کے گھر کی دیکھ بھال کی تو اللہ پاک قیامت سے پہلے پہلے اسے کسی دردناک مصیبت میں مبتلا کردے گا۔

سوال نمبر ۴۴ : جہاد میں اگر مسلمان کو زخم لگے تو اس کا کیا ثواب ہے ؟

جواب : جہاد میں زخمی ہونے کا بہت ثواب ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جہاد میں زخمی ہونے والا قیامت میں آئے گا تو اس کے خون کا رنگ تو خون کا ہو گا مگر خوشبو مشک کی ہوگی۔

سوال نمبر ۴۵ : اگر جہاد میں جاتے ہوئے راستے میں انتقال ہو جائے تو اجر ملے گا یا نہیں ؟

جواب : جو مسلمان جہاد کی نیت سے نکلے پھر اسے راستے میں موت آجائے یا وہ سواری سے گر کر انتقال کر جائے یا کسی موذی جانور کے ڈسنے سے اس کا انتقال ہو جائے ہر حال میں اس کے لیے جنت کا وعدہ ہے۔

سوال نمبر ۴۶ : جس نے جہاد میں مال خرچ کیا اس کا کیا ثواب ہے ؟

جواب : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے مجاہد کے لیے سامان کا انتظام کیا اس نے بھی جہاد کیا۔ جو آدمی اپنے گھر بیٹھے ہوئے جہاد کے لیے ایک روپیہ خرچ کرے اسے سات سو گنا اجر ملتا ہے اور جو خود جہاد میں نکل کر خرچ کرے اسے ایک کے بدلے سات لاکھ کا اجر ملتا ہے اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ اجر عطا فرمادیتا ہے۔

سوال نمبر ۴۷ : سب سے افضل جہاد کون سا ہے ؟

جواب : حدیث شریف میں ہے کہ سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ مجاہد کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں اور اس کا اپنا خون بھی بہہ جائے یعنی شہید ہو جائے۔

سوال نمبر ۴۸ : دشمن پر تیر پھینکنے یا گولی چلانے کا کیا ثواب ہے ؟

جواب : جس نے دشمن کی طرف ایک تیر پھینکا وہ تیر دشمن کو لگا یا نہ لگا تیر پھینکنے والے کو ایک غلام آزاد کرانے کا اجر ملتا ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت عطا فرمائیں

گے۔ ایک اس کو جس نے ثواب کی نیت سے تیر بنایا' دوسرا تیر پھینکنے والے کو اور تیسرا تیر مارنے والے کے ہاتھ میں تیر پکڑانے والے کو۔

سوال نمبر ۴۹ : جہاد میں کافر کو قتل کرنے کا کیا ثواب ہے ؟

جواب : حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کافر اور اس کا قتل کرنے والا جہنم میں جمع نہیں ہوں گے یعنی کافر تو یقیناً جہنم میں جائے گا مگر اس کا قتل کرنے والا جنت میں جائے گا۔

سوال نمبر ۵۰ : جہاد میں نکلتے ہوئے کیا نیت کرنی چاہیے ؟

جواب : جہاد میں نکلتے وقت اللہ رب العزت کی رضا اور اس کے دین کی سربلندی کی نیت کرنی چاہیے۔ اپنے آپ کو بہادر کہلانے کے لیے یا مال و دولت جمع کرنے کی نیت سے ہرگز نہیں جانا چاہیے۔

جزء

نہم

بابری مسجد

مصنف

حضرت مولانا محمد مسعود اظہر

بسم اللہ الرحمن رحیم

بابری مسجد کے میناروں سے یہ صدا آرہی ہے

آہ! میرے در و دیوار اکھاڑے جارہے ہیں' میرے تقدس کو غلیظ جوتوں سے روندا جارہا ہے مسلمانو! تم کہاں ہو' میں تمہاری عظمت کا تابندہ نشان ہوں' میں تمہاری غیرت کا امتحان ہوں' وہ دیکھو آج میرے سینے کو چھلنی کرنے کے لئے اور مجھے بتکدہ بنانے کے لئے ہندو ظالم ہاتھوں میں کدال اٹھائے کام کرچکا ہے۔

ہائے ایمان والو! تمہیں کیا ہوگیا ہے' کیا میرا حشر بھی افغانستان کی مساجد والا ہوگا؟ کیا مجھے بھی روس کی مساجد کی طرح شراب خانہ بنادیا جائے گا؟ کیا میرے اندر بتوں کی پوجا ہوگی؟ کہاں ہو کہاں؟ میں ایک محمود غزنوی کی منتظر ہوں' کیا محمود غزنوی مرچکا ہے؟ آئندہ پیدا نہیں ہوگا؟

مجھے محمد بن قاسم کی ضرورت ہے' کیا محمد بن قاسم کسی کردار کا نام تھا جو اب مٹ چکا ہے؟ عظمت صحابہؓ کی بات کرنے والو! کیا آج صدیق اکبرؓ زندہ ہوتے تو مجھے گرایا جاسکتا تھا؟ ذرا سوچو اگر فاروق اعظمؓ زندہ ہوتے تو ان کا کیا رویہ ہوتا؟

میں تو اس لئے بنی تھی کہ خالد بن ولیدؓ کی روحانی اولاد میرے اندر سجدہ کرے گی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم اس قابل نہیں رہے کہ خدا کے گھر کی حفاظت کرسکو۔

یاد رکھو

میں گارے مٹی سے بنی ہوئی ایک عمارت کا نام نہیں ہوں۔

میں پتھروں اور اینٹوں کا کوئی مجسمہ نہیں ہوں۔

میں تو مسلمانوں کے عروج و زوال کا نشان ہوں' میں نہ مٹنے والے دین کی عبادت گاہ

ہوں' میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی محنتوں کا نتیجہ ہوں' میں بدر' احد کی قربانیوں کا ثمرہ ہوں' میں طائف میں پتھر کھا کر دین کی حفاظت کرنے والے نبی کی یادگار ہوں' میں حنین و قادسیہ کی فتوحات کا حاصل ہوں۔

کیا میرے وجود کو ختم کردیا جائے گا؟

کیا تم مجھے ہندوؤں کے حوالے کروگے؟

کیا تم اپنی غیرت کے اس امتحان میں ناکام ہوجاؤ گے؟

خوب غور سے سن لو

اب جبکہ مجھے گرادیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر تکلیف ہوئی ہوگی' آپؐ کی روح مبارک کتنی بے چین ہوگی؟ کیا تم اسی لئے رہ گئے ہو کہ اپنے پیارے نبیؐ کو ایذا پہنچاتے رہو۔

آج جب مجھے گرادیا گیا تو کل میرا ہاتھ ہوگا اور تمہارا گریبان ہوگا' قیامت کے دن تم ملزم کے کٹہرے میں کھڑے ہوگے' بتاؤ اس دن کے لئے تم نے کیا جواب تیار رکھا ہے؟

میری تباہی کا تماشہ دیکھنے والو

کیا میں مسجد نہیں ہوں؟

کیا سینکڑوں سال سے میرے در و دیوار سے اذان کی آواز بلند نہیں ہورہی تھی؟

کیا میں نے لاکھوں انسانوں کو خدا کی توحید کا نغمہ نہیں سنایا؟

کیا میرے منبر و محراب نے لاکھوں انسانوں کو ہدایت کی روشنی نہیں پہنچائی؟

یاد رکھو!......... اگر مجھے تباہ کردیا گیا .... مجھے مٹادیا گیا.........
میری جگہ مندر بنادیا گیا تو......... پھر تمہیں دنیا میں سر چھپانے کے لئے کوئی جگہ نہیں ملے گی۔

اے امت کی ماؤں

تمہاری گود میں طلحہؓ و زبیرؓ پیدا ہوئے تم ہی نے حمزہؓ و ابو دجانہؓ کو جنم دیا۔ آج تم کیوں خاموش ہو؟ تم اپنے لخت جگر کو میری حفاظت کے لئے کیوں نہیں بھیجتیں؟ اگر تمہیں خدا کے دربار میں سرخرو ہونا ہے تو اپنے جوان بیٹوں کو فوراً تیار کر کے میری حفاظت کے لئے روانہ کر دو۔

اگر یہ غازی رہے تو تمہاری سعادت ہے اور اگر میری عظمت پر کٹ مرے تو کل قیامت کے دن تمہارا سر اونچا ہو گا' جلدی کرو' جلدی کرو' انتظار کا وقت گزر چکا ہے............ سوچنے کے لمحات باقی نہیں رہے............ میری عظمت میں تمہاری عزت ہے۔ آج اگر اپنے بیٹوں کو تم نے سینے سے لگائے رکھا اور میری آخری اینٹ تک اکھاڑ دی گئی تو پھر قیامت کے دن اپنے اللہ کو کیا جواب دو گی۔

میرے نوجوانو

میں تمہارے انتظار میں تڑپ رہی ہوں............ میں بے قرار ہوں............

میں تمہاری قوت کے جوہر دیکھنے کی منتظر ہوں............ دیکھو تو سہی مجھ پر حملہ کی جسارت کرنے والے بھی جوان ہیں۔ وہ اپنے بتوں کی محبت میں مجھ پر ٹوٹ پڑے ہیں' دیکھو وہ میرے مینار پر چڑھ کر اپنی جوانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے مٹانے پر تل چکے ہیں' وہ اپنی جوانی کی قسمیں کھا کر آئے ہیں کہ بابری مسجد کو مٹا کر دم لیں گے۔ لیکن مجھے اپنے گرد تم نظر نہیں آرہے' مجھے بتایا جا رہا ہے کہ بابری مسجد! بابری مسجد! مسلمان نوجوانوں کو بھول جا' یہ ہندو نوجوان ہے جسے اپنے مذہب کی فکر ہے' جسے مندر سے محبت ہے' مسلمان نوجوان ایسا نہیں رہا' اس کا گرم خون سرد ہو چکا ہے' وہ غیرت سے ہاتھ دھو چکا ہے' اس کی جوانی جوانی نہیں رہی' اس میں قوت و شجاعت دکھانے کی سکت نہیں رہی............ میں تڑپ اٹھتی ہوں............ میں کہتی ہوں ہرگز نہیں............

مسلمان نوجوان ضرور آرہا ہو گا............ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ نہ آئے............ عنقریب وہ میری حفاظت کے لئے میرے گرد جمع ہو گا............ وہ ہر اس ہاتھ کو توڑ ڈالے گا جو میری حرمت کی طرف بڑھیں گے............ وہ ہر اس آنکھ کو نکال دے گا جو میری جگہ مندر دیکھنے کے خواب دیکھ رہی ہیں............ وہ ہر اس کھوپڑی کو اڑا دے گا جو میری ذلت کا تماشہ کر رہی ہے............ تم عنقریب دیکھو گے کہ مسلمان نوجوان میرے دشمنوں کو لاشوں کے ڈھیر میں بدل دے گا۔ مگر مجھے یہی جواب ملتا ہے کہ بابری مسجد! یہ تیری خوش فہمی ہے............ یہ تیرا حسن ظن ہے............ مسلمان نوجوان کو تیری فکر ہی کہاں ہے۔ اسے تیرے لئے فرصت ہی نہیں ہے............ اس کی للکار اب بے اثر ہو چکی ہے............ اس کی یلغار ختم چکی ہے............ وہ بکھر چکا ہے۔

بابری مسجد!............ اب عظمت کے خواب دیکھنا چھوڑ دے............ اگر تیرے مذہب کے ماننے والوں میں زندگی ہوتی' تڑپ ہوتی تو بخارا کی مسجدیں شراب خانوں میں کیوں تبدیل ہوتیں' اگر تیرے جوانوں میں دم ہوتا تو مسجد اقصیٰ میں یہودی ہیکل سلیمانی کی تعمیر کا خواب کیونکر دیکھتا؟

مگر! میں چیخ کر کہتی ہوں ایسا نہیں ہو گا............ مجھے یقین ہے کہ میرے نوجوان ضرور آئیں گے' مجھے افغانستان سے جرات و بہادری کی خوشبو آرہی ہے' مجھے کشمیر سے روشنی کی کرن دکھلائی دے رہی ہے' میں محمود غزنوی کی یلغار اور محمد بن قاسم کی رفتار دیکھ رہی ہوں' مجھے ابدالی کی فاتحانہ روش پر چلنے والے نوجوان نظر آرہے ہیں' مجھے یقین ہے کہ مجھے چھوڑ کر پاکستان جا کر بسنے والے' آزادی حاصل کر کے اپنے اسلامی وطن میں زندگی گزارنے والے میرے حفاظت کے لئے ضرور آئیں گے' موسیٰ بن نصیر اور سلطان محمد شاہ ثانی کے روحانی فرزند میری تباہی کو گوارا نہیں کریں گے۔

مگر! ہندو پھر میرا منہ چڑا کر کہہ رہا ہے کہ بابری مسجد! نوجوان نہیں آئے گا............ ہا ہا ہا ہا............ مسلمان نوجوان کبھی نہیں آئے گا' اور ہم تیرا گلا گھونٹ

دیں گے، کہیں سے صدائے احتجاج بھی بلند نہیں ہو سکے گی۔ میں بڑے عزم سے ہندو کو للکار کر کہتی ہوں علماء ضرور آئیں گے!

اور جب وہ میدان میں اتریں گے تو فتح و کامرانی ان کے قدم چومے گی .... کیوں نہ چومے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں، وہ کیسے برداشت کریں گے کہ اللہ کے گھر کو توڑ دیا جائے۔

ہندو خبردار

عنقریب امت کے علماء اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہاتھوں میں اسلحہ اٹھائے شوق شہادت سے معمور ہو کر سیلاب کی طرح بڑھیں گے اور طوفان کی طرح تمہیں بہا کر لے جائیں گے، وہ بادل کی طرح گرجیں گے اور بجلی کی طرح تم پر ٹوٹ پڑیں گے۔ وہ اپنے خون سے گنگا اور جمنا کے پانی کو سرخ تو کریں گے مگر میری طرف اٹھنے والی ہر غلط نگاہ کا حساب چکا دیں گے۔

لیکن! ظالم ہندو بھیانک قہقہہ لگاتا ہے اور طنز بھرے لہجے میں میرا دل دکھاتے ہوئے کہہ اٹھا ہے کہ

بابری مسجد! تیری جگہ مندر ہی بنے گا .... تیرا یہ رونا فضول ہے .... تیرے آنسو بے کار ہیں .... تیری چیخیں عنقریب ماضی کی داستان بن جائیں گی .... تیرا یہ ماتم ہندوؤں کو ہنسا ضرور سکتا ہے مگر کسی مسلمان کو رلا نہیں سکتا .... تیری آہ وزاری سے آسمان تو دہل سکتا ہے مگر مسلمان کی غیرت نہیں جاگ سکتی .... خوب غور سے سن لے کوئی عالم تیری حفاظت کے لئے نہیں آئے گا ہاہا ہا .... اگر ہمیں یقین تو کیا خدشہ بھی ہوتا کہ کسی عالم میں یہ ہمت باقی ہے کہ وہ تیری حفاظت کے لئے آئے گا تو ہم تجھ پر حملہ ہی کیوں کرتے .... اگر ہمیں اس کا گمان بھی ہوتا کہ آج کا عالم موت سے بے خوف ہو کر تیری حفاظت کے لئے میدان میں کود پڑے گا تو پھر ہم کبھی تجھ پر حملے کی غلطی ہی نہ کرتے۔

مگر

ہمیں یقین تھا کہ تیرے علماء بہت مصروف ہیں، وہ اپنی اپنی جگہ جہاد کر کے ثواب حاصل کر رہے ہیں، وہ تیرے لئے آنا اور مرنا تو درکنار سوچیں گے بھی نہیں .... اس لئے ہم بلاخوف و خطر کود پڑے اور ہم نے تیری دیواروں کو گرا دیا اور تیرے آدھے حصے کو ہم نے اکھیڑ کر گندگی کے ڈھیر میں ڈال دیا، اب باقی حصہ بھی جلد گرا دیا جائے گا۔ ہاہاہا .... ہم مزے سے قرآن جلائیں گے اور اس کی راکھ کو بکھیر دیں گے، ہم تیری تکہ بوٹی کر دیں گے اور ہم سے پوچھنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ چھوڑ دے واویلا کرنا۔ تیری یہ آواز کسی کو اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتی۔

مگر میں

ان ہندوؤں کو پھر ہمت اور ولولے کے نئے انداز کے ساتھ کہتی ہوں کہ علماء ضرور آئیں گے .... تیری باتیں درست ہیں مگر پانچوں انگلیاں برابر نہیں ....

اس وقت جب کہ میں سسک رہی ہوں اور میرا وجود عالم اسلام کی عزت و غیرت اور بقاء کا مسئلہ ہے، مجھے یقین ہے کہ علماء اپنے مدارس، درسگاہوں، خانقاہوں کو چھوڑ کر اپنے قلم کو تلوار بنا کر آ رہے ہوں گے۔ ان کا علم انہیں بستر پر نہیں سونے دے گا .... میری آہ و زاریاں ان کے دل کا سکون چھین لیں گی۔

وہ دیکھو

جلال الدین حقانی جیسا شیر افغانستان میں روس کو تباہ کر رہا ہے، کیا پاکستان میں جلال الدین حقانی جیسا کوئی نہیں؟

دشمن اسلام خبردار

علماء پہنچنے والے ہیں، وہ تکبیر کے نعروں سے پورے ہند پر لرزہ طاری کر دیں گے، وہ فلسفہ رازی، تلقین غزالی اور اذان بلالی کی مہک سے ہر مندر کو مسجد بنا دیں گے، انہیں معلوم ہے کہ قیامت کے دن انہوں نے اللہ کو جواب دینا ہے، وہ جانتے ہیں کہ بابری مسجد

کو اگر مٹا دیا گیا تو کل کوئی مسجد بھی محفوظ نہیں رہے گی۔ وہ اس کا یقین رکھتے ہیں کہ قرآن میں جہاد و قتال کے احکامات اسی وقت کے لئے ہیں' وہ جانتے ہیں کہ قتال و جہاد کی آیات منسوخ نہیں ہوئیں' انہیں پتہ ہے کہ ایسے وقت میں قتال نہ کرنے پر کیسا عذاب آسمان سے نازل ہوتا ہے' وہ سمجھتے ہیں کہ اگر آج انہوں نے اس میدان کو نہ سنبھالا تو ان کے علم کا کیا فائدہ؟ ان کی تفسیردانی اور نکتہ دری کا کیا ثمرہ؟ علم و عمل کے یہ غازی میدانوں کے شہسوار بن کر میری حفاظت کے لئے پہنچنے والے ہیں' گفتار کے یہ غازی اب کردار کے کرشمے دکھانے آرہے ہیں' وہ بزدلی کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دینے والے لوگ ہیں' وہ عمرؓ کا دبدبہ .... علیؓ کی شجاعت .... حمزہؓ کی یلغار .... طلحہؓ و زبیرؓ کی جوانمردی .... خالدؓ و ضرارؓ کی عظمت .... ابو عبیدہؓ کی سپہ سالاری دکھانے کے لئے آرہے ہیں' وہ ابو دجانہؓ کی چال چلتے ہوئے آئیں گے' وہ حنظلہؓ کی طرح رتبہ پائیں گے' وہ جلیبیبؓ کی طرح حوروں کے عاشق ہیں .... انہیں عبداللہ بن جحشؓ کی طرح میدان جہاد سے جنت کی خوشبو آتی ہے .... ان میں صدیق اکبرؓ کا عزم ہے .... ان میں مصعب بن عمیرؓ جیسی بہادری ہے .... ان میں عمروؓ بن جموح جیسے جذبات ہیں .... ان میں بلالؓ جیسا ایمان ہے' وہ میری عزت و عظمت کی خاطر حمزہؓ کی طرح ٹکڑے ہونا بھی جانتے ہیں اور خالدؓ کی طرح ٹکڑے کرنا بھی' وہ بزدلی نام کی کسی بلا سے واقف نہیں ہیں .... شجاعت ان کا زیور ہے .... بہادری ان کا تمغہ ہے .... غیرت ان کا ایمانی اثاثہ ہے ....

ہندو

تیر زندگی کے دن گنے جاچکے ہیں' تو نے مجھے چھیڑ کے علماء کو جگایا ہے' اب علماء جوانوں کے لشکر لے کر آئیں گے اور پورے ہندوستان کی تقدیر بدل دیں گے اور میری گری ہوئی دیواروں کا ایسا انتقام لیں گے کہ تو صدیوں تک یاد رکھے گا۔

ہندو کہتا ہے

بابری مسجد! ریت کے گھروندے مت بنا .... علماء نہ آئے ہیں نہ آئیں گے .... جب تیری جگہ مندر ہوگا اور اس پر رام جنم بھومی کا جھنڈا پورے عالم اسلام کے منہ پر طمانچہ رسید کررہا ہوگا' اس وقت یہ مائیں جنہیں تو پکار رہی ہے .... یہ نوجوان جن کی آس میں تو ہندو کو للکار رہی ہے .... یہ علماء جن سے تیری امیدیں وابستہ ہیں .... یہ زیادہ سے زیادہ چند آنسو بہالیں گے یا کوئی جلوس نکال لیں گے .... یا ہندوؤں کے خلاف اخبارات میں آواز بلند کریں گے .... یا تیرے لئے بھیک مانگنے اقوام متحدہ کے دربار میں پہنچ جائیں گے۔ اس سے ہمارا کیا بگڑے گا اور تجھے کیا ملے گا؟ .... مندر بن کر رہے گا .... رام جنم بھومی بنے گی .... تجھے مٹنا ہے .... تیرے مٹنے کا تماشہ عنقریب دنیا دیکھے گی۔

میں چلا کر کہتی ہوں' ٹھیک ہے اب میں دیکھتی ہوں کہ میرے جذبات درست ہیں یا تیری بکواس .... میری نگاہیں مسلمانوں پر لگی ہوئی ہیں اگر وہ آگئے تو میں بچی۔

لیکن! یہ خیال میرے دل کو دہلا دیتا ہے کہ اگر مسلمان' عالم اور نوجوان نہ پہنچا تو ....؟

تمت بالخیر

جزء

دھم

متفرقات

عنوانات

- عظیم ماں
- بھارت کی قید میں
- سلگتا ہے تیری یاد کا بن آہستہ آہستہ
- لاجواب خطیب بے خوف مجاھد
- زمانہ ساز شخصیت
- کس جرم میں گرفتار کیا گیا
- صحافی کا اعلیٰ ترین کردار
- مولانا محمد مسعود اظہر کی گرفتاری
- پسِ دیوارِ زنداں
- آل انڈیا رائٹرز کے نام

عظیم ماں

جہاد جب زندگی کا نصب العین بن جائے جب رگوں میں بہنے والے خون کا ایک ایک قطرہ راہ خدا میں بہانے کا سودا سر میں سما جائے اور میدان کارزار میں سینے پر چوٹ کھا کر حاصل ہونے والی موت کی تمنا چین نہ لینے دے۔ تو انسان اپنا سب کچھ اس پر قربان کر دیتا ہے چنانچہ

ادھر افغانستان کی مقدس سرزمین پر آزادی کی لو پھوٹی۔ ادھر کشمیر وادی جنت نظیر میں غلامی کے زخم تازہ ہوگئے۔ ادھر ظالم کا ظلم انتہاء کو پہنچا۔ ادھر مظلوم پر ظلم کی پھر ابتداء ہوئی۔ جب یہ خبر بجلی بن کر گری کہ ظالم بنیئے نے مولانا مسعود اظہر صاحب اور کمانڈر سجاد شاہد صاحب کو پابند سلاسل کر دیا۔ جب سے ہی بڑا شوق تھا کہ ان کے اہل خانہ سے ملوں۔ کچھ عرصہ پہلے اللہ نے موقع دیا اور ہم بہاولپور میں ڈھونڈتے ڈھانڈتے ہوئے اس عظیم مرد مجاہد کے دروازے پر پہنچے جسے زمانہ مسعود اظہر کہتا ہے اور اندر جا کے مسعود اظہر صاحب کی شفیق والدہ سے ملاقات کی۔ انہوں نے بڑے اکرام سے بٹھلایا اور
پوچھا کہ آپ کہاں سے آئی ہیں۔ جب میں نے انہیں بتایا کہ میں بھی مسعود اظہر کی بہن ہوں اور اسلام آباد سے انہیں کا غم لئے آپ کی زیارت کو آئی ہوں۔ جب میری زبان سے مسعود بھائی کا نام سنا تو زار و قطار ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور رات دو بجے تک مسعود بھائی کی بہنیں' بھابھی' والدہ سب میرے ارد گرد بیٹھی رہیں اور ان کی والدہ نے بچپن سے لے کر جوانی تک کے تمام واقعات سنائے۔

وہ کہتی تھیں کہ ہمیں تو عادت ہے جیلوں کی۔ میرے والد صاحب اکثر بھٹو دور میں مفتی صاحب کے ساتھ جیلوں میں جایا کرتے تھے۔ مگر میرا مسعود دشمن بنئیے کی قید میں ہے اس لئے زیادہ افسوس ہے۔ آج ہماری نظروں سے اوجھل ہوئے تیرہ ماہ ہوگئے ہیں۔ ساری رات وظائف میں گزرتی ہے۔ اگر کسی وقت آنکھ لگ جائے تو اچانک بے چینی سے آنکھ کھل جاتی ہے۔ نہ جانے میرے مسعود کے ساتھ درندے کیا سلوک کر رہے ہوں گے۔ نہ جانے اس کے پاس بستر ہے کہ نہیں۔ یہاں جب میرا بچہ بان کی چارپائی پر بیٹھتا تھا تو میں فوراً گدا بچھا دیتی تھی۔ اتنی محبت کرتا تھا مجھ سے' جس جگہ گھر میں بیٹھتا تھا اگر میں نظر نہ آؤں تو بے چین ہو کر چھوٹے بچے کی طرح امی جی امی جان پکارنا شروع کر دیتا تھا۔ اب میرے کان ترس گئے ہیں میرے مسعود کی آواز سننے کو۔ اللہ میرے بچے کو استقامت دے دین پر' بنئیے کے ظلم سے اس کے ایمان میں لغزش نہ آجائے۔

بار بار وہ کہتی تھی آپ تھکی ہوئی ہیں سو جائیں۔ مگر میری تو ساری تھکاوٹ اتنی عظیم اور شفیق ماں کی زیارت اور حوصلہ مندی کی باتیں سن کر دور ہوگئی۔ جب میرے کانوں نے مسعود بھائی کی والدہ کے یہ الفاظ سنے کہ میں دعا کرتی ہوں کہ میرے بیٹے سے پہلے کمانڈر نصر اللہ منصور کو خدا آزاد کردے' تو میری نگاہ میں ان کی عزت اور وقار اور بھی بلند ہوگیا۔

تحریر ام مصعب

صحافی کا اعلیٰ ترین کردار

تحریر: مدیر تکبیر، صلاح الدین مرحوم

ماہنامہ صدائے مجاہد اسلام آباد اور صوت کشمیر پشاور کے مدیر اعلیٰ محمد مسعود اظہرؔ ملک کے معروف صحافی ہیں، یہ گزشتہ ماہ باقاعدہ ویزا لے کر انڈیا گئے اور وہاں مقبوضہ کشمیر کی صورتحال کے براہ راست مشاہدہ کے لئے وادی میں داخل ہوئے۔ خبر رساں ایجنسی کے، پی آئی کے مطابق جو ۲۸ فروری کے اخبارات میں شائع ہوئی، ضلع اسلام آباد کے مقام بیج بہاڑا میں جہاں ۸۵ افراد درگاہ حضرت بل کے محاصرے کے دوران بھارتی فوج کی فائرنگ سے شہید ہوئے تھے، مسعود اظہر شہداء کے اہل خاندان سے مل کر تفصیلات حاصل کر رہے تھے کہ بھارتی فوج نے انہیں گرفتار کرلیا اور اس وقت سے وہ بھارتی فوج کی حراست میں ہیں اور ان کی زندگی کو شدید خطرہ لاحق ہے، کیونکہ اس سے پہلے بھی ایک پاکستانی صحافی بشارت عباسی بھارتی فوج کے ہاتھوں ہلاک ہوچکے ہیں۔

بظاہر ممنوعہ علاقہ میں داخلہ کا یہ اقدام قانون کی خلاف ورزی ہے لیکن ایک صحافی کی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کے حوالہ سے دیکھا جائے تو اسے پوری مہذب دنیا میں لائق تحسین قرار دیا جائے گا۔ ممنوعہ علاقے میں داخلے یا ممنوعہ معلومات کے حصول پر پابندی اگر ریاستی تحفظ کے حوالہ سے ہو تو اس کا جواز تسلیم کیا جاتا ہے لیکن اگر دنیا میں کہیں بھی یہ پابندیاں کسی طبقے کو کچلنے اور اسے بنیادی حقوق سے محروم کرنے کے لئے عائد کی جائیں یا مفاد عامہ کے خلاف ان سے کام لیا جائے تو پھر ایک صحافی کا اعلیٰ ترین پیشہ ورانہ کردار یہ قرار پاتا ہے کہ وہ جان کی بازی لگا کر جس طرح بھی ممکن ہو ان معلومات کو حاصل کرے اور ان

کی اشاعت کے ذریعہ ظلم، دھاندلی، جعلسازی کرنے والی قوتوں اور عناصر کو بے نقاب کرے۔

واٹر گیٹ جیسے واقعات عام قانون کی رو سے چوری اور سرقہ ہیں، لیکن جس صحافی نے نقب زنی کر کے یہ معلومات حاصل کیں اور انہیں منظر عام پر پیش کیا اس کی جرات کو دنیا بھر میں خراج تحسین پیش کیا گیا اور اسے صحافت کا سب سے اعلیٰ اعزاز دیا گیا۔

مسعود اظہر جو جہاد کے دوران افغانستان کے اندرونی علاقوں تک پہنچ کر رپورٹنگ کرتے رہے، اور حال میں صومالیہ کے اندر جاکر اہم خبریں لانے کا کارنامہ انجام دے چکے ہیں، مقبوضہ کشمیر میں بھی ان کا داخلہ بالکل اسی طرح بحیثیت صحافی اپنے پیشہ ورانہ فرائض کی انجام دہی کے لئے تھا، وہ یہاں کی صورتحال کا حال براہ راست مشاہدہ کرکے بیرونی دنیا کو اس سے باخبر رکھنا چاہتے تھے، اسی لئے خود مقبوضہ کشمیر کے صحافیوں نے ان کے اس کردار کو سراہتے ہوئے ایمنسٹی انٹرنیشنل اور انسانی حقوق کی دوسری تنظیموں سے ان کی رہائی کے لئے کوشش کرنے کی اپیل کی ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ حکومت پاکستان کو اس معاملے میں براہ راست دلچسپی لے کر مسعود اظہر کی رہائی کے لئے بھارتی حکومت سے بات کرنی چاہیے، پاکستان کی پوری صحافی برادری کو بھی اس معاملے میں اپنا بھرپور کردار ادا کرکے مسعود اظہر کی جان کے تحفظ اور جلد از جلد رہائی کو یقینی بنانا چاہیے۔

بھارت کی قید میں

(مجیب الرحمٰن شامی)

مدیر ہفت روزہ "زندگی" لاہور

ماہنامہ "صدائے مجاہد" اور "صوت کشمیر" کے جواں سال ایڈیٹر محمد مسعود اظہر کئی ہفتے پہلے باقاعدہ ویزا لے کر بھارت گئے تھے۔ وہ پروگرام کے مطابق دہلی تو پہنچ گئے لیکن پروگرام کے مطابق وہاں سے واپس نہیں آپائے۔ ان کے مجلات کے کارکنوں نے اخبارات میں اشتہار شائع کرایا ہے کہ سرحد پار سے آنے والی اطلاعات کے مطابق انہیں بھارت میں گرفتار کر کے فوج کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ ان پر کشمیری مجاہدین کی معاونت کا الزام لگایا گیا ہے۔

سی پی این ای کی مجلس عاملہ نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ مسعود اظہر کی رہائی کے لئے کوشش کرے۔ اب آل پاکستان نیوز پیپر سوسائٹی (اے پی این ایس) کے سالانہ اجلاس عام نے بھی اتفاق رائے سے ایک قرارداد منظور کی ہے جس میں حکومت اور بین الاقوامی اداروں کی توجہ اس واردات کی طرف دلائی گئی ہے۔ ایک پاکستانی شہری کو سفارتی آداب اور بین الاقوامی قوانین کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے حوالہ زنداں کر دینا ایک ایسی حرکت ہے کہ جسے نہ برداشت کیا جاسکتا ہے نہ اس پر غفلت کا مظاہرہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ قراردادیں اخبارات میں چھپ چکی ہیں۔ پاکستانی حکام کو روانہ بھی کی جاچکی ہوں گی، لیکن ابھی تک نہ تو وزارت خارجہ نے کوئی ردعمل ظاہر کیا ہے نہ قیدی ایڈیٹر کے لواحقین سے کوئی رابطہ قائم کیا ہے، نہ اپنی کسی کوشش سے آگاہ کیا ہے نہ ہی کوشش کرنے کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔

وزیر اعظم ہاؤس اور ایوان صدارت پر بھی ابھی تک کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور تو اور امور خارجہ کمیٹی کے چیئرمین مولانا فضل الرحمان اور کشمیر کمیٹی کے چیئرمین نوابزادہ نصر اللہ خان سے کئی افراد کے ذاتی رابطوں کے باوجود ان کی زبان بھی فیض ترجمان نہیں بنی۔

کسی پاکستانی شہری کے معاملے میں حکومت اور اس کے اداروں کا یوں چپ رہنا ایک ایسی حرکت ہے کہ جس کی کوئی وضاحت بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ تمام ممالک اپنے شہریوں کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کو اپنا فرض قرار دیتے ہیں اور تاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ کسی ملک نے کسی دوسرے ملک کے ایک شہری کو بھی بدسلوکی کا نشانہ بنایا، تو اس کے خلاف فوجیں حرکت میں آگئیں۔ پاکستانی حکام سے اس انتہائی ردعمل کا نہ مطالبہ کیا جا رہا ہے، نہ اس طرح کی کوئی توقع کی جا رہی ہے۔ ان سے تو صاف اور سیدھے الفاظ میں یہی کہا گیا ہے کہ وہ اپنا سفارتی اور اخلاقی دباؤ استعمال کریں۔ اقوام متحدہ اور اس کے اداروں کو حرکت میں لائیں اور بھارت کو بتائیں کہ مسعود اظہر نامی شخص لاوارث نہیں ہے اس کی مٹی پاکستان کی بنی ہوئی ہے اور پاکستان کے رہنے والے اپنی مٹی کی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔

محمد مسعود اظہر ایک بے باک اور جرات مند قلم کار ہیں اردو عربی پر ان کو یکساں قدرت حاصل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کے لئے ان کا دل تڑپتا ہے اور قلم شعلے اگلتا ہے۔ وہ خطیب بھی بے مثال ہیں۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر کی شہادت کے بعد پاکستانی جوانوں میں مسعود اظہر جیسا قادر الکلام عربی دان شاید ہی کوئی اور ملے۔ وہ دریا کی طرح رواں ہوتے، اور اپنے سامعین کو بہا کر لے جاتے ہیں۔

بہاولپور کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ غربت اور محنت کی انگلی پکڑ کر چلے

اور دیکھتے ہی دیکھتے ممتاز حیثیت کے مالک بن گئے وہ ابھی تیس سال کے بھی نہیں ہوئے ان کی شادی ہوئی نہیں تھی ہونے والی تھی کچھ عرصہ پہلے انہوں نے اپنے مخصوص مقتدرانہ لہجے میں کہا تھا۔ "ہم اب شادی بنانے والے ہیں" ان کے دل میں دنیا کی آسائشوں اور عشرتوں کی کوئی چاہ نہیں تھی۔ موٹا جھوٹا پہنتے اور سادہ کھانا کھاتے۔ بوسنیا سے لے کر صومالیہ تک اور کابل سے لے کر سری نگر تک کے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم ان کو خون کے آنسو رلاتے اور ان کا قلم ہی نہیں زبان بھی تلوار بن جاتی .... وہ شعلے اگلتے اور اس بات پر تعجب کا اظہار کرتے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک امت پر ستم توڑے جا رہے ہیں اور امت ہی کا ایک بڑا حصہ بے پرواہ عیش و عشرت اور آرام و سکون کی زندگی گزار رہا ہے۔ وہ چیخ چیخ کر کہتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری امت کو ایک جسم کی مانند قرار دیا ہے ایک دوسرے کے دکھ درد میں شرکت کو لازم قرار دیا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کے بہنے والے خون اور لوٹی جانے والی عزت کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ عائد کی تھی مگر مسلمانوں نے اس سلسلے میں جس غفلت کا مظاہرہ کیا ہے وہ بہت ہی باعث ندامت اور باعث شرم ہے۔ ہم آج قومیتوں میں بٹ گئے علاقائیت کا عفریت ہمارے اوپر سوار ہو گیا کفار کی محبت اور ان کی فکر تو دلوں میں بیٹھ گئی مگر ظلم کی چکی میں پسے ہوئے مسلمان بھائیوں سے ہمارا کوئی تعلق باقی نہیں رہا حالانکہ ہر جگہ مسلمانوں کو صرف مسلمان ہونے کے جرم میں مارا جا رہا ہے وگرنہ مسلمان بچوں کا قصور کیا ؟ معصوم بچیوں کا کیا جرم ہے۔ ان ماؤں کا کیا جرم ہے جنہیں اپنے بچوں کا لہو پینے پر مجبور کیا جاتا ہے ؟ ان مسلمانوں کا کیا قصور ہے جو آج بھوک اور افلاس کی وجہ سے مردوں کا گوشت کھانے کے مسائل پوچھ رہے ہیں ؟

مسعود اظہر ان سوالوں کو بار بار دہراتے اور امت کو اس کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے تھے لاریب ان کا دل امت کے لئے دھڑکتا ان کی آنکھ اس کے لئے روتی، اور ان کے قدم اس ہی کے لئے حرکت میں رہتے تھے۔

بے چینیاں سمیٹ کر سارے جہان کی
جب کچھ نہ بن سکا تو میرا دل بنا دیا

مجھے دو بار ان کے ساتھ بیرون ملک جانے کا اتفاق ہوا۔ بھاگ بھاگ کر ساتھیوں کے کام کرتے۔ ان کے آرام کا خیال رکھتے۔ ذاتی ملازم کی طرح ان کی خدمت کرتے۔ خود سختی جھیل لیتے لیکن رفقائے سفر کے لئے آسانیاں فراہم کرنے میں لگے رہتے۔ ان کے لئے نشستیں محفوظ کرانے کی ضروریات ہو یا سامان ہوائی اڈے کے اندر لے جانے کی وہ ہر کام اپنے ذمہ لے لیتے۔ نیروبی میں بھی ان کی محبت کا لطف اٹھایا اور سوڈان میں بھی۔ ان کے اندر 'انا' تکبر اور نخوت نام کی اشیا تو تھیں ہی نہیں۔ مشکل مسائل کو چٹکیوں میں حل کر ڈالتے۔ اسلامی فقہ پر ان کی نظر تھی اور علوم وحدیث میں بھی عالمانہ کمال رکھتے تھے۔ کسی مسئلے پر بحث ہوتی تو ماہر وکیل کی طرح دلائل دیتے اور مخاطب کو مبہوت کر دیتے۔

اگر اللہ تعالیٰ نے موقع دیا اور صحافت کے میدان میں جمے رہے تو وہ اس میں بہت آگے بڑھ کر دکھا سکتے ہیں۔ ان کی جوانی مولانا حسرت موہانی کی بے نیازی کی یاد دلاتی۔ ان کے طنطنے اور دبدبے میں مولانا ظفر علی خان کا لہجہ پرورش پاتا دکھائی دیتا۔

مسعود اظہر نے کئی عیدیں بھی بھارتی زندان میں گزاریں وہاں پر ان پر کیا گزری

ہوگی اس کا صرف تصور ہی کیا جاسکتا ہے اور یہ تصور ایسا ہے کہ جس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں یہاں بیٹھ کر ان کے لے دعا ہی کی جاسکتی ہے اور ان کے ہزاروں چاہنے والوں نے دعا ہی کی چادریں ان پر تان دی ہیں اے ہمارے رب' جو سری نگری میں بھی لاہور ہی کی طرح موجود ہے اپنے اس بندے کی حفاظت فرما' اس کی مشکلیں آسان کردے اور اسلام آباد میں خدا بن کر بیٹھ جانے والوں کو بھی بندہ بنادے' بندوں کی سننے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرما دے۔ ان کے دل میں اپنے ہم وطنوں کے لئے تڑپ پیدا کردے ان کو اپنے بندے مسعود اظہر کی رہائی کے لئے سرگرم کردے ان کے کان کھول دے کہ ان تک ہماری آواز ہماری فریاد پہنچ جائے۔

سلگتا ہے تیری یادوں کا بن آہستہ آہستہ

تحریر/ ڈاکٹر غلام قادر وانی

پاکستان کے معروف صحافی' بے باک مقرر اور عظیم رہنما جناب مولانا مسعود اظہر 10 فروری کو مقبوضہ کشمیر کے اسلام آباد ضلع میں بھارتی افواج کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ بھارتی افواج نے بادامی باغی کے آرمی انٹروگیشن سنٹر میں محبوس صحافی پر بے پناہ تشدد کیا اور ان کو ناکردہ گناہوں کا اعتراف کرنے پر مجبور کرنے کے لئے مبتلائے عذاب رکھا۔ مولانا مسعود اظہر کو "نمائش" کے لئے بھی پیش کیا گیا اور غیر ملکی سربراہوں' سفیروں' ریڈ کراس اور دوسرے عالمی اداروں کے وفود کے سامنے انہیں اس طرح "پیش" کیا جاتا رہا کہ جیسے وہ کوئی "انوکھی" اور "عجیب الخلقت" چیز ہوں اور پھر ان غیر ملکی نمائندوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جاتی رہی کہ کس طرح پاکستان مقبوضہ جموں و کشمیر میں "حالات بگاڑنے" میں ملوث ہے۔ ویسے یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دور میں جب ہر کسی کو آپا دھاپی ہے مولانا مسعود اظہر "انوکھی" اور "عجیب الخلقت" "شے" ہیں ...... انہیں کیا پڑی تھی کہ مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کی حالت زار دیکھنے کے لئے اور ان کے مصائب کا بچشم خود مشاہدہ کرنے کے لئے کرفیو' کریک ڈاؤن' مارو' جلاؤ کے اس ماحول میں اپنی جان ہتھیلی پر لے کر مقتل کی طرف چلے۔ کوئی بھی "دانا" آدمی یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا اور نہ عقل اس کی اجازت دیتی ہے۔ مولانا مسعود اظہر آرام کے ساتھ بیانات داغتے' بیرون ملک

دورے کرتے' چندہ جمع کرتے اور کشمیر کی بنیاد پر "بہت بڑے لیڈر" بن سکتے تھے۔ نامعلوم انہیں کیا سوجھی کہ وہ کشاں کشاں شہادت گاہ الفت کی طرف چلے گئے اور تن آسانوں کے لئے رہ زندگی اور شاہراہ عزیمت پر چلنا اور بھی دشوار بنا گئے اور اب جو لوگ مولانا مسعود اظہر کی گرفتاری کے بعد کشمیر میں "پاکستان مداخلت" ثابت کرنا چاہتے ہیں انہیں معلوم ہی نہیں کہ مولانا مسعود اظہر کسی مداخلت کے قائل نہیں بلکہ یہ ایک انوکھی تجارت ہے جس میں مولانا مسعود اظہر نے اپنی جان اور مال کو اس جنت کے عوض فروخت کیا ہے جس کی وسعت زمین و آسمان کی وسعتوں پر محیط ہے پھر انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ مولانا جس "قومیت" کے داعی ہیں اس کے عناصر ترکیبی میں کسی ملک کا شہری ہونا شامل نہیں ہے وہ ایک نظریاتی قومیت ہے اور اس کی سرحد نہیں ہے یہ پاکستانی' سوڈانی' ایرانی یا مصری مداخلت نہیں ہے بلکہ "الوہی" مداخلت ہے اور اس کا حکم خود خدائے کائنات نے بڑے غیر مبہم اور واضح الفاظ میں دیا ہے۔ پس مولانا مسعود اظہر خدائے واحد کے "ایجنٹ" ہیں اور خدائے واحد کے احکامات کی بجاآوری کے لئے کشمیر گئے۔ وہ زمین پر خدا کے نائب ہیں انہی کی پیدائش سے کائنات میں ہنگامہ گرم ہے اور انہی جیسے خود سروں کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا تھا۔

نعرہ زد عشق کہ خونین جگرے پیدا شد
عشق لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد

مولانا مسعود اظہر اگر کشمیر نہ جاتے تو صومالیہ میں ہوتے جہاں وہ امریکی سازشوں اور سامراجی چالوں کے بارے میں معلومات حاصل کر کے عالم اسلام کے دانشوروں اور مفکروں کو مسلمانوں کے مسائل کے بارے میں متوجہ کرتے۔ اگر

صومالیہ نہ جاتے تو پھر بوسنیا میں ہوتے جہاں وہ سرب درندوں کے ہاتھوں زخمی انسانیت کے دکھوں کا مداوا کرتے اور مسلمان امت کے دریدہ جسم پر ہمدردی کا پھاہا رکھتے۔ اگر بوسنیا میں نہ ہوتے تو پھر برما میں ہوتے یا فلسطین میں ہوتے اور اگر ان کے ہاتھ میں قلم نہ ہوتا تو بندوق ہوتی جس سے وہ ظالم کا سر کچلتے اور مظلوم کی حمایت کرتے .... مولانا مسعود اظہر امت مسلمہ کے عظیم فرزند' شہادت حق کا فریضہ انجام دینے والے' خیر امت کے منتخب رہنما' تلوار اور قلم کے دھنی' خطابت کے بے تاج بادشاہ' سادگی اور شائستگی کے زندہ پیکر اس وقت بھارت کے عقوبت خانوں میں قید و بند کی صعوبتوں سے گزر رہے ہیں اس بامراد انسان کی زندگی قابل تقلید بھی ہے اور قابل رشک بھی۔ اس نے افغانستان میں آگ اگلتی توپوں کے دہانوں کے سامنے کھڑے ہو کر میدان جہاد کی منظر کشی کی' اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے افغان جہاد کے لئے ہزاروں مجاہدین او رضاکار تیار کیے جنہوں نے روسی سامراج کو ناکوں چنے چبوائے۔ انہوں نے ایک بیدار مغز اور ایماندار صحافی کا رول ادا کیا .... وہ اردو اور عربی زبان پر یکساں مہارت رکھتے ہیں۔ انہوں نے عالم عرب کو کشمیر کے مسئلے کی اہمیت سے آگاہ کرنے کے لئے بے شمار مضامین تحریر کیے۔ انہوں نے بھارتی مظالم کا پردہ چاک کرنے کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کیں وہ کشمیریوں کے عظیم محسن ہیں اور تحریک آزادی کشمیر کے فقید المثال ہمدرد ہیں اس لحاظ سے وہ تحریک آزادی کشمیر کے بین الاقوامی ترجمان بھی ہیں انہوں نے عنفوان شباب میں وادی پرخار میں قدم رکھا اور اپنی آبلہ پائی کے باوجود ان کا سفر جاری ہے۔ اور ان کا اعلان ہے کہ :

تیز رکھنا سرخار کو اے دشت جنوں
شاید آجائے کوئی آبلہ پا میرے بعد

صحافت آج کل تجارت بن گئی ہے لیکن مولانا مسعود اظہر کی صحافت عبادت ہے اور اس عبادت میں وہ مخلص ہیں اور ان کے ہاں ریاکاری نہیں نہ جاہ طلبی ہے البتہ اتنا ضرور ہے کہ وہ مستقبل کے ابو الکلام ہیں۔ مجیب الرحمان شامی نے سچ کہا کہ مولانا مسعود اظہر کی جوانی مولانا حسرت موہانی کی بے نیازی کی یاد دلاتی ہے اور ان کے طنطنے اور دبدبے میں مولانا ظفر علی خان کا لہجہ پرورش پاتا دکھائی دیتا ہے۔ مولانا مسعود اظہر کو قید کرکے بھارت کشمیر کی الٹی بازی نہیں جیت سکتا۔ ان کی گرفتاری سے کشمیریوں کو یہ پیغام ملا کہ وہ دنیا میں تنہا نہیں' ان کے حوصلے بلند ہوئے ہیں او ان کے عزم کو نئی تازگی اور نیا ولولہ ملا ہے آج جبکہ مغرب نے ذرائع ابلاغ پر مکمل قبضہ جمایا ہے۔ صیہونی اور مغربی میڈیا پوری دنیا میں اپنا جال پھیلائے حالات و واقعات کو ایک خاص نہج دے رہا ہے اور اپنے مذموم مقاصد پورے کر رہا ہے عالم اسلام میں ایسے صحافی ناپید ہیں جو جفاکشی اور خطر پسندی اختیار کرکے عالم اسلام کے سلگتے مسائل پر قلم اٹھائیں اور پھر پرخطر راہوں پر چل کر اپنی زندگی سے کھیلیں۔ افسوس کہ مسلمان صحافی زر پرستی میں ڈوب گئے اور یہود و نصاریٰ نے صحافت کے میدان پر قبضہ جما کر عالم اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں کو پروان چڑھایا اور واقعات و حالات کی اس طرح رپورٹنگ کی کہ ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم بنا کر پیش کیا بھارتی قابض افواج کے ظلم ان کو نظر نہ آئے لیکن مجاہدین کو ضرور دہشت گرد کے طور پر پیش کیا جاتا رہا ان حالات میں مسلمان صحافیوں کے لئے مولانا مسعود اظہر کی مثال قابل تقلید ہے۔ لاطینی امریکہ' ایران اور دیگر عرب اور افریقی سفیر جب مقبوضہ کشمیر کے دورے پر گئے تو ان کے سامنے مولانا مسعود اظہر کو بھی پیش کیا گیا انہوں نے اعتراف کیا کہ وہ پاکستانی شہری ہیں اور فرمایا کہ کشمیری رہنماؤں نے جب بھارت کی افواج کے ہاتھوں کشمیری مسلمانوں پر ہونے والے

ظلم و ستم کی داستانیں بیان کیں اور کشمیری خواتین اور بچوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کی ہولناک منظر کشی کی تو وہ حقائق کا پتہ کرنے کے لئے کشمیر آئے لیکن اپنی آمد کے دوسرے دن ہی وہ گرفتار ہوگئے۔ اس لحاظ سے مولانا مسعود اظہر ان کشمیریوں پر بازی لے گئے اور ان کشمیری رہنماؤں اور صحافیوں پر بھی سبقت حاصل کر گئے جو تقریریں کرتے ہیں پریس کانفرنس کرتے ہیں' دورے کرتے ہیں ان سب پر بازی لے گئے۔

سودا قمار عشق میں خسرو سے کوہکن
بازی اگرچہ لے نہ سکا سر تو دے سکا
کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے رو سیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہوسکا

عالم اسلام سے' آزاد کشمیر، بہت کم صحافی سری نگر گئے سری نگر جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ بڑے جی گردے کا کام ہے۔ مولانا مسعود اظہر ہی سری نگر جاسکتے ہیں۔ وہ باقاعدہ ویزا پر بھارت گئے۔ بذریعہ طیارہ سری نگر گئے وہ پرا کی پر یقین نہیں کرتے۔ ان کو معلوم ہے کہ ان کا نصب العین صحیح ہے۔ ان کی زندگی کا ایک مقصد ہے انہیں اپنے مشن کی صداقت پر یقین ہے اس لئے وہ چوری چھپے نہیں گئے۔ علی الاعلان گئے۔ اپنے نام سے گئے۔ کسی کوڈ نام سے نہیں گئے۔ انہوں نے ظلم و ستم کا نشانہ بننے والے چند کشمیری خاندانوں سے بھی رابطہ قائم کیا اور ان کی داستان حیات قلمبند کرنے لگے انہوں نے نے بچشم خود دیکھا کہ مقبوضہ کشمیر کے مجبور عوام کی زندگی کی قبا میں ہر گھڑی درد کے پیوند لگ رہے ہیں' انہوں نے بے بس خواتین کی آہیں سنیں اور بے بس بوڑھوں کے نالے سنے وہ کشمیر سے واپس آتے تو مقبوضہ کشمیر کے الم کشیدہ اور ستم رسیدہ

عوام کا سفیر بن کر پوری دنیائے انسانیت اور عالم اسلام کو اس صورتحال کی طرف متوجہ کر سکتے تھے۔ لیکن افسوس کہ وہ گرفتار ہو گئے اور دنیائے انسانیت ظلم و ستم اور جارحیت کی وہ تصویریں دیکھ نہ سکی جو مولانا مسعود ان کو دکھا سکتے تھے۔

بھارت نے بزعم خویش مولانا مسعود اظہر کے قلم کو زنجیریں پہنائیں ایک صحافی کو پابند سلاسل کر دیا صحافت کو قتل کیا لیکن اسے معلوم نہیں کہ مسعود اظہر "ابن تیمیہ" اور "ابن حنبل" کا پیرو ہے۔ اس کی قید اس کی عزیمت اور اس کے اعلان کو پختہ کرنے کا سبب بنے گی اس کا اعلان ہے کہ

آخر ہے کس کے بس میں مرا شعلہ خیال
سنگین و آہنی مرا زندان ہوا کرے

مولانا مسعود اظہر بھارتی قید میں ہیں لیکن ان کے جواں ہمت ساتھی صدائے مجاہد شائع کر رہے ہیں۔ مولانا مسعود اظہر ہر آن ہماری بزم خیال میں جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ مولانا پر الزامات ثابت بھی ہو سکتے ہیں یا نہیں آخر آج تک بھارتی حکومت کتنے اسیروں اور نظربندوں کے خلاف الزامات کو صحیح ثابت کر سکی ہے

کشمیر میں مولانا مسعود اظہر کی گرفتاری پر شدید رد عمل ہوا۔ علماء نے اسے آزادی صحافت پر حملہ قرار دیا۔ صحافیوں نے بھی اس گرفتاری کی مذمت کی۔ عوام و خواص کو روتے دیکھا گیا۔ لیکن ابھی تک پاکستان کے سرکاری ایوانوں میں کوئی ہل چل دیکھنے میں نہیں آئی۔ اے پی این ایس کے سالانہ اجلاس میں متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور ہوئی جس میں حکومت اور عالمی اداروں کی توجہ اس واقعہ کی طرف مبذول کرائی گئی لیکن وزارت خارجہ کے لبوں پر مہر سکوت

توڑی نہ جا سکی حالانکہ مولانا کی گرفتاری سفارتی آداب کے خلاف ہے نہ معلوم حکومت پاکستان بھارت سے کیوں خائف اور مرعوب ہے اقوام متحدہ اور عالمی اداروں کی توجہ بھی آج تک اس طرح مبذول نہیں کرائی گئی۔ کیا مولانا مسعود اظہر لاوارث ہے کیا اس قوم کو ان کی عظمت و جلالت اور اہمیت کا احساس نہیں مجھے معلوم نہیں لیکن مجیب الرحمان شامی نے کہا کہ علامہ احسان الٰہی ظہیر کی شہادت کے بعد مسعود اظہر جیسا قادر الکلام عربی دان پاکستانی نوجوانوں میں دیکھنے کو نہیں ملے گا۔ مولانا مسعود اظہر اردو زبان کے ایک شعلہ نوا خطیب ہیں۔ وہ آب رواں کو ساکت اور پتھروں کو رواں کرنے کی صلاحیت و طاقت رکھتے ہیں۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کے نام جب میں نے مولانا مسعود اظہر کے بارے میں تفصیلی خط لکھا اور ان کو رہا کرانے کے لئے اپنا اثرو رسوخ استعمال کرنے کے درخواست کی تو انہوں نے ایک تفصیلی سوال نامہ روانہ کیا چنانچہ جب اس سوال نامہ کے مطابق فارم پر کرنے کا مرحلہ آیا تب جا کر معلوم ہوا کہ وہ بہاول پور کے ہیں۔ میں نے کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ وہ کہاں رہتے ہیں وہ تو ہمارے دلوں میں رہتے ہیں ایک دفعہ آنکھوں کے راستے داخل ہوئے اور اب تک بدستور من آنگن میں ایک تازہ گلاب کی مانند رنگ و بو شعاعیں بکھیر رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ابھی تک مجرد زندگی گزار رہے ہیں حیرت ہے کہ اس کم عمری میں انہوں نے اتنے کمالات کیسے حاصل کر لئے۔ مولانا مسعود اظہر کی زندگی ایثار و قربانی اور عزیمت و دعوت سے عبارت ہے۔ ان کے پاس کوئی پجارو نہیں ہے۔ عام گاڑی بھی نہیں ہے۔ ان کا لباس سادہ ہوتا ہے ان کی زبان شستہ اور لہجہ جوان اور بارعب ہے۔ ان کی تقریر میں دلائل ہوتے ہیں وہ لایعنی اور لاطائل باتیں کرنے کے عادی نہیں ہے۔ وہ خود کو امت مسلمہ کا حصہ تصور کرتے ہیں اور امت مسلمہ کے جسد واحد ہونے کے قائل ہیں اس لحاظ

سے کہیں بھی اس جسم کے کسی بھی حصے کو کوئی تکلیف پہنچے تو وہ چیخ اٹھتے ہیں انہیں تکلیف ہوتی ہے وہ فوراً" وہاں پہنچتے ہیں جہاں زخموں پر مرہم رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مسعود اظہر نے جہاد پر کئی خطبے دیے ہیں علماء کو جھنجوڑا ہے انہوں نے جہاد کے فرض عین ہونے کو ثابت کرنے کے لئے بہت سارے کتابچے لکھے ہیں ان کا استدلال ذہن کو قائل کرتا ہے۔ انہوں نے دلائل کے ساتھ مسلمانوں کی اس خود فراموشی کے خلاف آواز اٹھائی کہ اسلام محض وعظ و تبلیغ اور حسن اخلاق کی چند اقدار کو قائم کرنے والا دین نہیں ہے انہوں نے قادیانیت کی سازش کو ناکام کیا مغربی سازشوں کا پردہ چاک کیا۔ صیہونی اور بھارتی گٹھ جوڑ کا راز طشت از بام کیا اور مسلمان نوجوان کو آمادہ بغاوت کیا انہیں زندگی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کا سبق سکھایا ان کا اعلان ہے کہ

وہ نبوت ہے مسلمانوں کے لئے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

مولانا مسعود اظہر کی تیسری عید جیل میں گزر چکی ہے۔ آج جب ہم عید الاضحی کی قربانیوں کی تیاری کر رہے ہیں اور گوشت اور خون کی قربانی کرنے کیلئے بزعم خویش مسرور دکھائی دے رہے ہیں۔ مولانا مسعود اظہر نے سنت ابراہیمؑ میں ایک عظیم قربانی پیش کی ہے ! ان کی قربانی عظیم ہے۔ کوئی ہے ہم میں سے جو اس قربانی کے لئے تیار ہے مولانا مسعود اظہر کی گرفتاری کے بعد ان کے ہزاروں عقید تمند بے تاب ہیں اور ان کی گرفتاری کے بدلے کے لئے بے قرار ہیں۔ میں نے جب ان کی گرفتاری کی خبر سنی اور اس کے ساتھ حرکت الانصار کے عظیم کمانڈر جناب سجاد افغانی صاحب کی گرفتاری کی خبر بھی سنی تو میں وقتی طور پر اداس ہوگیا۔ پھر بیم ورجا اور یاس و آس کے درمیان میرا ذہن اونگھنے لگا

ایک دو ماہ تک یہی کیفیت رہی کیونکہ یہ لوگ لوجہ اللہ اور فی سبیل اللہ جہاد کے قائل ہیں اور گروہی عصبیت میں مبتلا نہیں اور نہ ہی جماعتی بالادستی کے لئے لڑتے ہیں لیکن کچھ عرصہ بعد میں نے حرکت الانصار کے مرکزی امیر مولانا سعادت اللہ خان صاحب' مرکزی نائب امیر اول مولانا فضل الرحمان خلیل اور مرکزی نائب امیر سوم مولانا محمد فاروق کشمیری امیر حرکت الانصار جموں و کشمیر کا پیغام سنا انہوں نے کہا تھا کہ یہ دل ہارنے کا موقع نہیں ہے بلکہ بیعت رضوان کی پیروکاری میں عہد کی تجدید کا موقع ہے اور شہید ساتھیوں اور گرفتار رہنماؤں کے ساتھ محبت و عقیدت کا تقاضا یہ ہے کہ اس مشن کی تکمیل کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائی جائے جس کے لئے انہوں نے شہادتیں اور گرفتاریاں دی ہیں اس پیغام کو سن کر میرے کمزور ایمان میں طاقت پیدا ہوئی اور میرا یقین مستحکم ہوگیا اور آنے والے کل کی طلوع صبح پر ایمان مضبوط ہوگیا۔

آسمان ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

سینکڑوں میل دور بھارتی قید میں محبوس مولانا مسعود اظہر کی عظمت کو میں سلام پیش کرتا ہوں اور ان سے ملاقات کے لئے بے تاب ہوں شاید عنقریب ہماری ملاقات ہو۔ میں عزم سفر کر چکا ہوں اور ان کو یاد کر رہا ہوں۔

مسافر راہ میں ہے شام گہری ہوتی جاتی ہے
سلگتا ہے تیری یادوں کا بن آہستہ آہستہ

محمد مسعود اظہر کو کس جرم میں گرفتار کیا گیا

تحریر/ عبدالحمید عباسی

ماہنامہ صدائے مجاہد کے مدیر اعلیٰ ملک کے عظیم صحافی دور حاضر میں سچی کھری اور شفاف صحافت کے علمبردار جناب محمد مسعود اظہر کو صحافتی مشن کے دوران انڈین آرمی نے سری نگر میں گرفتار کرلیا۔ انڈین آرمی نے آپ کو ۱۰ فروری ۱۹۹۴ء دوپہر بارہ بجے اس وقت گرفتار کیا جب آپ اسلام آباد (اننت ناگ) سے سری نگر جارہے تھے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ آج جس دور سے ہم گزر رہے ہیں یہ صحافت اور میڈیا کا دور ہے صحافت اور میڈیا ہی کے ذریعے بڑے انقلابات برپا ہوئے اور ہر انقلابی نے میڈیا ہی کو موثر ہتھیار کے طور پر استعمال کیا' لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جوں جوں صحافت' صحافی اور میڈیا کی ضرورت بڑھتی گئی حقیقت پسندی' اصول پسندی' جفاکشی اور حقائق کی تہ تک پہنچنے کے لئے مسلسل محنت جو ایک صحافی کا وطیرہ ہوا کرتا تھا۔ مفقود ہوتا جارہا ہے۔ دولت اور روپیہ پیسہ کے لالچ نے کھری سچی اور حقیقت پسندی پر مبنی صحافت کی جگہ جھوٹ فریب دھوکہ دہی آرام طلبی اور من پسند' صحافت کو جنم دیا' بلکہ یوں کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ ایک وسیع تر منصوبہ بندی اور محتاط پلاننگ کے تحت یہود و نصاریٰ نے میڈیا کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور دنیا بھر کا میڈیا یہود و نصاریٰ کے قائم کردہ بڑے اداروں کا دست نگر بنا ہوا ہے۔ آج روپیہ پیسہ کی فراوانی نے صحافت کو

اندھا اور بہرہ کردیا ہے اس کے بال و پر کاٹ کر اسے بے دست و پاہ کردیا ہے اور یہود و نصاریٰ آج میڈیا کے زور پر ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم ظاہر کررہے ہیں۔ اگر افغانستان میں مظلوم مسلمان جابر روس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو انہیں رجعت پسند' قدامت پسند اور ملک کی ترقی میں رکاوٹ قرار دیا جاتا ہے اور انسانیت اور مذہب کا دشمن روس جو انسانی لاشوں سے بلند و بالا عمارات تعمیر کرتا ہے جو انسانی خون سے نہریں جاری کرتا ہے وہ افغانوں کا ہمدرد اور اخوت کا علمبردار کہلاتا ہے۔

صومالیہ میں ظالم کا کردار ادا کرنے والے امریکہ اقوام متحدہ اور ان کے حلیف مظلوموں کے ہمدرد ٹھہرتے ہیں جبکہ اپنے ملک اور مذہب کے محافظ باغی اور ملک دشمن قرار پاتے ہیں۔

صحافت کے اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں محمد مسعود اظہر روشنی کی ایک کرن ہے۔ اسلامی صحافت کا روشن ستارہ نہ جھکنے والا نہ بکنے والا اس کے قلم سے حق اور سچ کے علاوہ کچھ نکلا ہی نہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ آج کا ابوالکلام آزاد ہے۔ جسے نہ بڑی کوٹھی کی خواہش ہوئی نہ اعلیٰ گاڑی کی نہ جاہ طلبی اس کے قریب بھٹکی نہ زر پرستی کا اسے خیال آیا اس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ وہ دنیا بھر کے مظلوموں کی آواز بن جائے اس کا قلم ظلم کی چکی میں پسنے والے انسانوں کا ترجمان بن جائے۔ اس کا قلم ظالم کے لئے تلوار بن جائے اپنی تحریروں کے ذریعے آگے بڑھ کر جابر و ظالم کا ہاتھ پکڑنا اس کا مشن تھا۔ ظالموں جابروں کے سینوں میں چھپے ہوئے زہریلے مادے کو اگلوانا اس کا مشغلہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی طیاروں کی بمباری توپوں کی گولہ باری اور لائٹ گنوں کی آگ برساتی گولیوں کی بارش میں وہ ہمیں افغانستان کے کوہساروں میں اپنے مشن میں مصروف نظر آتا ہے۔ کبھی صومالیہ کے دور دراز علاقے میں دنیا بھر میں ہمدردی

اور امن پسندی کے علمبردار امریکہ اقوام متحدہ اور ان کے حلیفوں کے مکروہ عزائم کو بے نقاب کرتا ہے۔ کبھی افغانستان کے شمال میں لاکھوں تاجک مہاجرین سے ان کی دکھ بھری داستانیں سنتا نظر آتا ہے۔ مظلوم کی حمایت جب زندگی کا مشن بن جائے تو پھر ہر مشکل میں کودنا آسان ہوتا ہے۔ اس کے دل میں ایک تڑپ ہے۔ ایک درد ہے جو اس کے قلم سے ظاہر ہوتا ہے۔

گزشتہ چار سال سے مقبوضہ کشمیر میں خوفناک دن اور تاریک راتوں کا جو دور دورہ ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ ظلم کی وہ کونسی قسم ہے جس کا اعادہ کشمیر میں نہیں ہوا۔ انڈین آرمی نے چنگیز اور ہلاکو کے مظالم کو مات دے دی۔ انسانیت کے ساتھ جو شرمناک سلوک کشمیر میں ہوا اس کی نظیر ملنا مشکل ہے ایک فطری تحریک کو غیر فطری طریقے سے روکنے کے لئے بھارت کشمیر میں جو گل کھلا رہا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں لیکن افسوس کہ دنیا کے آخری کونے میں ایک جانور کے قتل ہونے پر چیخ اٹھنے والے درجنوں بچوں کو آگ میں جلتا دیکھ رہے ہیں پاک دامن بہنوں بیٹیوں کی اجتماعی عصمت دری کا مشاہدہ کررہے ہیں۔ ٹارچر سیلوں میں نوجوانوں کی نیم مردہ لاشیں ان کے سامنے ہیں۔ کھیتوں اور باغات کے خاکستر ڈھیر ان کے نوٹس میں ہیں‘ لیکن ان مظلوم مسلمانوں کی حمایت میں کوئی ایک کلمہ کہنے کو تیار نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بھارت نے ان تمام مظالم کے ساتھ ساتھ یہود کے تعاون سے میڈیا کے ذریعہ ایسا پروپیگنڈہ کیا کہ انسانی حقوق کی ان کھلی خلاف ورزیوں کو اپنا آئینی اور ریاستی حق ثابت کر دکھایا جس کا واضح ثبوت حال ہی میں اقوام متحدہ میں پیش کی جانے والی کشمیر سے متعلق پاکستانی قرارداد کے ساتھ ہونے والا سلوک ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس میں حکومت پاکستان کی نااہلی کا بھی بڑا دخل ہے وہ کریڈٹ کے چکر میں ہوم ورک کرنا ہی بھول گئی۔

پاکستان کے ممتاز صحافی اور ”صدائے مجاہد“ کے مدیر اعلیٰ محمد مسعود اظہر بھارت کے اسی جھوٹے پروپیگنڈہ کو توڑنے کے لئے سری نگر پہنچے تھے تاکہ مقبوضہ خطہ میں گھوم پھر کر وہ علاقے اور لوگوں کے حالات از خود مشاہدہ کریں اور دنیا کو بھارت کا اصل چہرہ دکھائیں۔ محمد مسعود اظہر چوری چھپے غیر قانونی طریقہ سے بھارت نہیں گئے تھے بلکہ قانونی طریقہ سے ویزا حاصل کیا تھا اور باقاعدہ ایک صحافی کی حیثیت سے دہلی سے بذریعہ طیارہ سری نگر پہنچے تھے۔ اگر مقبوضہ خطہ میں صحافیوں کے داخلے پر پابندی تھی تو انہیں دہلی میں اطلاع کیوں نہ دی گئی۔ سری نگر ایئرپورٹ پر انہیں روکا کیوں نہیں گیا‘ بلکہ بھارتی حکومت انہیں تحفظ فراہم کرنے کی قانونی پابند تھی۔ محمد مسعود اظہر نے سری نگر میں مختلف لوگوں سے انٹرویوز کئے اور وہاں سے اسلام آباد گئے۔ وہ اس سفر میں بھارتی اہلکاروں انڈین آرمی کے آفیسروں عام شہریوں اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے علاوہ مجاہدین اور مجاہد کمانڈروں سے ملاقات بھی کرنا چاہ رہے تھے‘ چنانچہ آپ سری نگر سے اسلام آباد (اننت ناگ) پہنچے جہاں ایک ایسا گھرانہ آباد تھا جو درگاہ حضرت بل کے واقعہ کا متاثرہ تھا۔ اس خاندان کے ایک درجن سے زائد افراد جن میں عورتیں اور شیر خوار بچے بھی شامل تھے۔ انڈین آرمی کی گولیوں کا نشانہ بنے تھے۔ محمد مسعود اظہر نے اس خاندان کے مختلف لوگوں کے انٹرویوز کئے اور ان کی دکھ بھری داستانوں کو قلم بند کیا۔ محمد مسعود اظہر ۹ فروری کو سری نگر پہنچے تھے جبکہ ۱۲ فروری کو واپس سری نگر سے دہلی کے لئے ان کی سیٹ او کے تھی۔ اسلام آباد میں آپ کی ملاقات کچھ مجاہدین سے ہوگئی جن میں حرکۃ الانصار کے چیف کمانڈر سجاد احمد بھی تھے۔ آپ مزید مجاہدین سے انٹرویوز کرنا چاہ رہے تھے‘ چنانچہ آپ اسلام آباد سے سری نگر کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک رکشہ میں سوار تھے کمانڈر سجاد اور ایک دوسرا مجاہد آپ کے ساتھ

تھے۔ آپ کشمیر کے حالات پر ان سے بات چیت کر رہے تھے کہ انڈین آرمی نے آپ کو گھیرے میں لے لیا۔ ایک مجاہد بھاگنے میں کامیاب ہوگیا جبکہ محمد مسعود اظہر اور کمانڈر سجاد کو انڈین آرمی نے گرفتار کرلیا۔ صحافی محمد مسعود اظہر نے انڈین آرمی کو اپنا پریس کارڈ دکھایا اور بتایا کہ میں ایک صحافی ہوں اور قانونی طریقہ پر بھارت اور پھر سری نگر آیا ہوں، لیکن انڈین آرمی نے آپ کی ایک نہ سنی اور آپ کو فوجی ہیڈ کوارٹر بادامی باغ سری نگر لے گئی۔ انڈین آرمی نے نہ صرف یہ کہ بین الاقوامی قوانین کی پاسداری کرتے ہوئے مسعود اظہر کو رہا نہیں کیا بلکہ ان پر دہشت گردی کا الزام لگا کر انہیں حرکتہ الانصار کا کمانڈر ظاہر کیا۔

محمد مسعود اظہر نے اپنے انٹرویوز میں بار بار اس کا تذکرہ کیا کہ وہ ایک صحافی ہیں اور بیک وقت اردو انگریزی اور عربی میں شائع ہونے والے تین رسالوں کے ایڈیٹر ہیں، لیکن انڈین آرمی انہیں دہشت گرد قرار دے کر انہیں طرح طرح کی اذیتیں دے رہی ہے۔ محمد مسعود اظہر سے کوئی اسلحہ برآمد ہوا نہ ہی انڈین آرمی کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے کہ وہ کبھی کسی کارروائی میں ملوث رہے ہوں۔

انڈین آرمی کو صرف ایک خطرہ ہے کہ اگر مسعود اظہر کو رہا کیا گیا تو مقبوضہ کشمیر کے حقیقی حالات کو دنیا کے سامنے پیش کرے گا اور محض اس لئے کسی صحافی کو گرفتار کرنا اور اس پر تشدد کرنا نہ صرف صحافت کا قتل ہے بلکہ بین الاقوامی قوانین کی بھی کھلی خلاف ورزی ہے۔ امریکہ یا اقوام متحدہ کے دفتر کا ایک چپڑاسی بھی اگر گرفتار ہوجائے تو انسانی حقوق کے تمام ادارے حرکت میں آجاتے ہیں جبکہ بیک وقت تین زبانوں تین رسالوں کے ایڈیٹر کو گرفتار ہوئے تقریباً" تیرہ ماہ گزر چکے ہیں لیکن انسانی حقوق کے کسی ادارے کی طرف سے کوئی اخباری بیان بھی جاری نہیں ہوا۔ ہم انسانی حقوق کے عالمی اداروں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ بھارت میں انسانی حقوق کی پامالی کا سختی سے نوٹس لیں، اور محمد مسعود کی رہائی کے لئے ہر ممکنہ اقدام کریں۔

لاجواب خطیب بے خوف مجاہد

تحریر / رعایت اللہ فاروقی

مولانا محمد مسعود اظہر نوجوان عالم دین ہیں۔ بنوری ٹاؤن کے فاضل اور حرکتہ الانصار کے مرکزی ناظم عمومی ہیں۔ صرف پچیس برس کی عمر میں معتبر عالم دین، بے مثال مناظر، لاجواب خطیب، بے خوف مجاہد، اور یگانہ روزگار صاحب قلم ہیں۔

حرکتہ کے پلیٹ فارم سے دعوت جہاد میں ان کی زبان اور قلم دونوں کا جو کردار ہے وہ انہیں کا خاصہ اور حصہ ہے۔

وہ جب تقریر کر رہے ہوتے ہیں تو دل کہتا ہے، انہیں قلم سے زیادہ تقریر پر عبور حاصل ہے، اور جب لکھنے لگتے ہیں تو ان کی تحریر پڑھ کر ایک دم خیال آتا ہے کہ یہ مقرر سے زیادہ صاحب قلم ہیں۔ غرضیکہ دونوں اوصاف پر یکساں عبور رکھتے ہیں۔ جلسوں میں ان کی درد دل لئے ہوئے تقریر سن کر رونے والوں کی تعداد اگر ہزاروں میں ہے تو ان کے قلم کے سحر میں گرفتار ہونے والوں کی تعداد بھی ان گنت ہے۔

دنیا کے مختلف گوشوں میں موجود مظلوم مسلمانوں کے لئے ہمہ وقت پریشان اور مختلف محاذوں پر لڑنے والے مجاہدین اسلام کی تعداد کو بڑھانے کے لئے ہر وقت بے چین رہتے ہیں۔

وہ جب آنکھوں میں آنسو اور چہرے پر التجا لئے کسی مسلم نوجوان سے اس کی زندگی اللہ کے راستے کے لئے مانگتے ہیں تو ان کی عاجزی دیکھ کر یقین پختہ ہونے لگتا ہے کہ اب مستقبل اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا ہے۔

وہ جب دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں پر ہونے والے مظالم بیان کرتے ہیں تو

غیرت مند مسلمان نوجوان کی کنپٹیوں میں خون ٹھوکریں مارنے لگتا ہے اور جب دوسرے ہی لمحے وہ مجاہدین کی کامیابیوں کے حالات بیان کرتے ہیں تو دل میں مسرت کی ہوائیں چلتے محسوس ہونے لگتی ہیں۔

ہمارا ملک خطیبوں کے معاملے میں ہمیشہ مردم خیز ثابت ہوا ہے۔ یہاں خطیبوں اور مقرروں کی تعداد شاید سامعین سے بھی زیادہ ہو۔ ان میں مولانا محمد مسعود اظہر اس حوالے سے منفرد ہیں کہ دیگر خطباء کے خطاب سن کر سامعین گھروں کی راہ لیتے ہیں جبکہ ان کی تقریر سن کر سامعین ٹریننگ سینٹر کا رخ کرتے ہیں اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دیگر خطباء (اکثر و بیشتر) بے سوز مگر باساز خطیب ہیں اور یہ بے ساز مگر پرسوز مقرر ہیں۔

ان کا قلم "عجم" میں جہاد کے حوالے سے وہی کردار ادا کر رہا ہے جو فلسطین کے بطل جلیل اور عظیم ترین مجاہد الشیخ ڈاکٹر عبداللہ عزام شہید کے قلم نے "عرب دنیا" میں ادا کیا ہے۔

مدیر محترم کے قلم سے نکلے ہوئے مضامین اس کی سطر سطر دعوت جہاد ہے' اس کی سطر سطر فضائل جہاد ہے' اس کی سطر سطر مجاہدین کی انمٹ تاریخ ہے' اس کی سطر سطر اسلامی انقلاب کی اساس ہے۔ اس کی سطر سطر دعوت کردار ہے' اس کی سطر سطر اس راستے کی طرف دعوت ہے جس پر مسلمانوں کی بے توجہی و بے رغبتی کی گرد جمی ہوئی ہے۔ اس کی سطر سطر حق کی للکار ہے' اس کی سطر سطر کفر و باطل پر ایک مجاہد کی یلغار ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ دعوت بسوئے رضائے پروردگار ہے۔

اسیری کا ایک برس

میں نے انہیں پہلی مرتبہ آج سے نو سال قبل جامعہ بنوریہ میں دیکھا تھا' بھاری سا بدن' جھکی جھکی سے نگاہیں' ہمہ وقت کھلتی سی مسکراہٹ' سادہ سا لباس

اور دم گفتگو نرمئی گفتار۔ وہ ابھی مولانا بنے نہیں تھے بلکہ بننے والے تھے کیونکہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں درجہ سادسہ کے طالب علم تھے۔ وہ جامعہ بنوریہ اپنے کسی دوست سے ملنے آئے تھے' وہیں پتہ چلا کہ جب مجمع کو مخاطب کرتے ہیں تو "**ان من البیان لسحرا**" کا معنی سمجھ میں آجاتا ہے اور جب ان کا قلم قرطاس پر نوک بسجود ہوتا ہے تو "**ن والقلم وما یسطرون**" کی آیت بار بار یاد آنے لگتی ہے۔

پھر سوئیوں نے گھڑیوں کے اندر بہت سے چکر ہی نہ کاٹ لئے بلکہ دیواروں پر آویزاں کیلنڈر بھی چار مرتبہ بدل گئے اور پلوں کے نیچے سے بہت سا پانی بھی گزر گیا' اب وہ مولانا محمد مسعود اظہر' اور "صدائے مجاہد" کے مدیر تھے۔ اسی زمانے میں خلیج کی جنگ زوروں پر تھی ایک طرف صدام تھا کہ کونسا لمحہ تھا جو اس کے "اونچے بولوں" سے خالی ہو' دوسری طرف سعودی اور کویتی شیوخ تھے کہ جسے تھام تھام اور گلے پھاڑ پھاڑ کر "واہ امریکاہ! وا امریکاہ! پکار رہے تھے اور تیسری طرف یہودی سازشوں کے جال تھے کہ خلیج میں مسلمانوں کے گرد تنگ سے تنگ تر ہوتے چلے جا رہے تھے' اسی زمانے میں "خلیجی بحران کا پس منظر" کے عنوان سے میں نے ایک طویل مضمون لکھا جو "صدائے مجاہد" میں چھپا' یہ مضمون اپنے قارئین کو کچھ دے سکا ہو کہ نہ دے سکا ہو' مگر مجھے بہت کچھ دے گیا کیونکہ میرا اور "مدیر اسیر" کا تعارف ایک دوسرے سے اسی مضمون نے کرایا۔

میں نے ان کے حکم پر اس کے بعد بھی صدائے مجاہد کے لئے کئی مضامین لکھے مگر میرا مستقل نشیمن ہفت روزہ "ختم نبوت" تھا' پھر وقت گزرتا چلا گیا اور گزشتہ برس ماہ فروری کی وہ تاریخ ہی نہیں بلکہ وہ گھڑی بھی آپہنچی جب "حق قلم" ادا کرنے کے جرم کی پاداش میں سری نگر میں انڈین آرمی نے انہیں لوہا پہنا دیا۔

انڈیا کا کہنا ہے کہ وہ ہماری آرمی کے سینوں میں "سیسہ" اتارنے کا مجرم ہے حالانکہ وہ انڈیا کے مکروہ چہرے سے مکرو فریب کے نقاب نوچ کر اس کے "انسانیت سوز جرائم" آشکار کرنے اور ہندو بنیے کی "نفرت" لوگوں کے سینوں میں انڈیلنے کا مجرم ہے۔

صحافی کا بنیادی کام ہی "خبر کی تلاش" ہے اس کے لئے اونچے اونچے ایوانوں میں قدم رکھنے کی ضرورت پڑے کہ صحراؤں کی خاک چھاننے کی نوبت آئے' پر پیچ گلیوں والے شہروں کے پرہجوم اجتماعات میں جانا پڑے' کہ سائیں سائیں کرتے ہوئے جنگلات کا رخ کرنا پڑے' صحافی یہ سب کچھ کرتا ہے کیونکہ اس کے اس جستجو کے ثمر کے انتظار میں ہزاروں نہیں لاکھوں قارئین منتظر ہوتے ہیں۔

"مدیر اسیر" نے بھی یہی کیا وہ افغانستان کے پہاڑوں میں بھی گئے' صومالیہ کے صحراؤں کی بھی قدم بوسی کی' خلیج سے لے کر یورپ تک بہت سی ریاستوں کو بھی دیکھا اور اسی "صحافتی جنون" کی بناء پر انہوں نے کشمیر کا رخ کیا۔

وہ باقاعدہ ویزا لے کر طیارے کے ذریعے دہلی گئے ا۔میگریشن کے تمام قواعد و ضوابط کو انہوں نے ملحوظ رکھا' ورنہ دہلی ایئرپورٹ پر ہی انہیں نہ روک لیا جاتا' پھر بذریعہ ہوائی جہاز ہی وہ سری نگر پہنچے وہاں بھی انہیں کسی نے نہ روکا حالانکہ انڈیا کی ۱۵ ایجنسیوں کے اہلکار ہمہ وقت سری نگر ایئرپورٹ پر موجود رہتے ہیں' وہاں تو وہ نظروں میں نہ آئے مگر جب نہتے کشمیریوں تک پہنچ کر' ان کی آہوں کو ٹیپ کرنے اور محفوظ کرنے لگے' ان کے الم کو آنکھوں کے راستے دل میں اتارنے لگے' اور ان کے جذبہ حریت کی داستان کو سپرد قلم کرنے لگے تو قانون کی تمام تر پابندی کرنے والے "قلم بدست صحافی" کو یکایک خود ساختہ جھوٹ کے زور پر "کلاشن بکف کمانڈر" بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا گیا' دنیا کا

کونسا قانون اور کونسا آئین ہے جو انڈیا کے اس اقدام کو جائز اور روا قرار دیتا ہو۔

محمد مسعود اظہر کی اسیری کا تاریک پہلو اگر یہ ہے کہ انہیں قواعد و ضوابط کو نظرانداز کرتے ہوئے انڈیا نے قید کیا ہے تو اس کا تاریک ترین پہلو یہ بھی ہے کہ گزشتہ ایک سال سے پاکستان کا دفتر خارجہ اس معاملے میں مکمل طور پر خاموش ہے' حالانکہ مدیر صدائے مجاہد' کسی اور ملک یا کسی دوسری سیارے کے باشندے نہیں بلکہ اسی پاکستان کی مٹی کے بنے ہوئے ہیں جس کی وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو' جس کے وزیر خارجہ سردار آصف احمد علی اور جس کے پارلیمنٹ کی خارجہ امور کی اسٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین' مولانا فضل الرحمان ہیں۔

مسلمانوں کی ماضی کی تاریخ اس امر کی شہادت دیتی ہے کہ جب غیر مسلم طاقتوں نے ان کے کسی شہری کو قید کیا تو ان کی افواج کے لشکر جرار حرکت میں آجاتے تھے حالانکہ معاملہ "پڑوس" کا نہ ہوتا بلکہ اس "کار خیر" کے لئے انہیں ہزاروں میل کا سفر کرنا پڑتا تھا' مگر پاکستانی حکومت کو نہ تو اس کی "دعوت" دی گئی ہے اور نہ ان سے اس کی امید ہے لیکن اس مسئلے پر انڈیا سے مذاکرات' یا انڈیا کے سفیر کو دفتر خارجہ میں طلب کر کے اسے احتجاجی مراسلہ پکڑانا' یا محترمہ بے نظیر بھٹو کی طرف سے کوئی اخباری بیان تو کجا' وزارت خارجہ کے ترجمان کی ہفتہ واری پریس بریفنگ تک میں یہ معاملہ جگہ نا پاسکا' اب اس پر دل وساوس کا شکار اور عقل آماجگاہ حیرت نہ ہو تو کیا ہو؟؟

بہرکیف خود کو زمین پر خدا سمجھنے والوں کو احساس نہ ہو تو نہ ہو لیکن کون ہے جو اس حقیقت سے انکار کرنے کی جسارت کر سکے کہ خدا ایک ہی ہے اور وہ وہی ہے جس کے بندہ گان ناتواں کے نالہ دل کو دنیا تک پہنچانے کی غرض سے اس کا

"بندہ" سری نگر میں اترا تھا' اور یہ وہی خدا تو ہے جو ساتوں زمین کے نیچے چکنے پتھر پر چلنے والی چیونٹی کے قدموں کی "آواز" بھی "سنتا" ہے۔

اسی لئے ہم نہ تو مایوس ہیں اور نہ ہی قارئین "صدائے مجاہد" اس گناہ کے مرتکب ہیں' محمد مسعود اظہر کو "لوہا" پہنادیا گیا تو کیا ہوا؟ آسمان سے "لوہا" اتارنے والا رب بھی تو ہمارا ہی ہے' اور اس نے ایسے ہی لمحوں کے لئے تو ہمیں **"لاتقنطوا من رحمتہ اللہ"** (اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو) کا حکم دیا ہے' اور پھر ہم اسی فاتح شمشیر بکف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا بھی ہیں۔ جنہوں نے سختیوں میں امید کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کی تعلیم دی ہے' چنانچہ ہندو بنئیے سے عرض ہے کہ ہم مایوس ہونے والے نہیں' تم اپنی جیلوں کی کوٹھڑیوں کی دیواریں سیسے کی' چھت پیتل کی' دروازے لوہے کے اور فصیلیں فولاد کی ہی کیوں نہ بنالو ہم اس قادر مطلق ذات پر ایمان رکھتے ہیں جس کے "کن" (ہوجاؤ) کہنے کے بعد "فیکون" (پس ہوجاتا ہے میں لمحے کی بھی تاخیر نہیں ہوتی۔

طول شب فراق ہے گھبرا نہ اے جگر
ایسی بھی کوئی شب ہے کہ جس کی سحر نہ ہو

زمانہ ساز شخصیت

تحریر / قاری نوید مسعود ہاشمی

شرافت و عظمت کا پیکر، مجسم خلوص و وفا، ماہنامہ "صدائے مجاہد" اور "صوت کشمیر" کے ایڈیٹر پاکستان کے مایہ ناز فرزند جناب محمد مسعود اظہر بھارت کی قید میں جکڑے ہوئے ہیں۔ —————— وہ باقاعدہ ویزہ لے کر بھارت گئے تھے اور پروگرام کے مطابق انہیں واپس بھی پہنچنا تھا مگر وہ خود تو واپس نہ پہنچ سکے البتہ ان کے بارے میں یہ المناک خبر ضرور پہنچ گئی کہ پاکستانی ایڈیٹر کو بھارتی فوج نے گرفتار کرلیا ہے اس خبر کو جس نے بھی سنا وہ دل تھام کر رہ گیا۔ ذہن سناٹے میں آگیا۔ علماء' طلباء' عوام اور صحافیوں کے حلقوں میں کہرام برپا ہوگیا کہ وہ مسعود اظہر جو قلم کا دھنی تھا آخر اس کو بھارت نے کس جرم میں گرفتار کرلیا ہے۔ وہ تو صرف لکھنے والا تھا۔ بھارت کے دانشوروں سے کوئی پوچھے کہ کیا تمہارے سیکولرازم میں پیشہ صحافت بھی دہشت گردی ہے۔ کیا تم لکھنے والوں کو بھی تخریب کار کہتے ہو؟ اور اگر لکھنا اور صحافیانہ فرائض سرانجام دینا واقعی دہشت گردی کے زمرے میں آتا ہے تو پھر بھارت میں موجود ہزاروں صحافی کیوں دندناتے ہوئے پھر رہے ہیں ان کو گرفتار کیوں نہیں کیا جاتا؟

محمد مسعود اظہر کی گرفتاری کی خبر جیسے ہی وطن عزیز میں پہنچی تو یہ خبر نہ صرف پاکستان بلکہ متحدہ عرب امارات' لندن' افریقہ' سوڈان' سعودی عرب' بنگلہ دیش اور دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اس لئے کہ مسعود اظہر کوئی معمولی شخصیت کے مالک نہ تھے بلکہ ان کی شخصیت عالمی طور پر

اپنے نامور صحافی اور ممتاز دانشور کی حیثیت سے جانی پہنچانی تھی۔ بھارت کی اس کھلی غنڈہ گردی کے خلاف پوری دنیا میں صدائے احتجاج بلند ہونا شروع ہوگئی خود پاکستان کے اندر عوامی حلقوں کی طرف سے جلوس نکلنے شروع ہوگئے۔ بھوک ہڑتالیں اور مذمتی بیانات کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ ملک کے تمام مقتدر علماء اور سیاسی زعماء اور صحافیوں کی تمام تنظیموں بالخصوص' سی پی این ای اور پی این ایس کی طرف سے بھی قراردادیں پاس ہوئیں اور حکومت پاکستان سے مسلسل مطالبہ کیا گیا کہ پاکستان کے ایک عظیم فرزند کو بھارتی حکمرانوں نے بلاجواز اور بے قصور گرفتار کر رکھا ہے نہ صرف یہ کہ گرفتار بلکہ اس پر مسلسل تشدد بھی کیا جا رہا ہے اور اسے دہشت گرد ظاہر کر کے مختلف جیلوں اور ٹارچر سیلوں میں گھمایا جا رہا ہے۔ اس لئے حکمران مسعود اظہر کی رہائی کے لئے بھارت پر دباؤ ڈالیں اور دنیا کے سامنے بھارت کے اس فریب کا پردہ چاک کریں کہ جو وہ دنیا کے سامنے پاکستان کو دہشت گرد کے طور پر بدنام کر رہا ہے انسانی حقوق کی پامالی کی زندہ مثال پاکستانی صحافی محمد مسعود اظہر کی بلاجواز گرفتاری ہے مگر مسلسل عوامی احتجاج کے باوجود علماء اور صحافیوں کے پرامن مطالبات کے باوجود ابھی تک تادم تحریر پاکستانی حکمرانوں نے پاکستان کے عظیم صحافی کی رہائی کے لئے بھارت سے کوئی رابطہ نہیں کیا' پاکستان کی وزارت خارجہ کے مہرے ابھی تک اپنی زبانوں کو تالے لگائے ہوئے ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ عوام' عوام کی رٹ لگانے والی عوامی حکومت کو عوام کے پرامن احتجاج کی کوئی پروا نہیں ہے اور یا پھر یوں سمجھ لیا جائے کہ محمد مسعود اظہر جیسے عظیم انسان کی گرفتاری سے پاکستانی حکمرانوں کو کوئی سروکار نہیں ہے۔

مسعود اظہر کوئی معمولی انسان نہ تھے بلکہ مسعود اظہر ایک تاریخ ساز دانشور' مفکر' متبحر عالم دین مایہ ناز ادیب شاعر بہترین اسکالر اور نامور خطیب بھی تھے۔

حکمرانو مسعود اظہر کو یہ سب کچھ جاگیرداری کی وجہ سے نہیں ملا تھا بلکہ ان پر یہ رحمتیں خدائے بزرگ و برتر کے احکامات کی بجا آوری اور سید دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے شدید ترین محبت کی وجہ سے تھیں' وہ کاسہ لیسی کرنے والے صحافی نہ تھے۔ مسعود اظہر' چند ٹکوں کی خاطر علم بیچنے والے عالم دین نہ تھے وہ کوئی ایسے ادیب نہ تھے کہ وہ اپنے نام و نمود کے لئے ادب جھاڑتے وہ کوئی ایسے مصنف نہ تھے کہ جو تجارت کے لئے تصانیف کرتے ہیں۔ وہ کوئی ایسے خطیب نہ تھے کہ جن کی خطابت کی قیمت لگ جایا کرتی ہے واللہ میں 4 برس تک رات اور دن اس عظیم المرتبت انسان کی خدمت میں رہا ہوں میں نے اس مرد قلندر کے ساتھ بے شمار سفر بھی کئے ہیں۔ اپنے چار سالہ شب و روز کی رفاقت کے سبب میں علی وجہ البصیرت' خدا کو حاضر ناظر جان کر کہہ سکتا ہوں کہ جناب محمد مسعود اظہر کی نماز' روزہ ان کی عبادت' ان کے شب و روز ان کی صحافت' ان کی تصانیف ان کی خطابت صرف اور صرف اپنے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہوتی تھی' وہ جب ہزاروں کے اجتماع میں کئی کئی گھنٹوں تک اپنی خطابت کے جوہر دکھاتے تو دلائل کے انبار لگا دیتے اور مسلمانوں کی پستی اور ذلت اور رسوائی کا علاج صرف اور صرف جہاد ہی کو قرار دیتے ان کے دلائل کو سن کر ان کی آواز کے سوز کو سن کر بڑے بڑے نامور علماء کرام کی آنکھیں بے اختیار چھلک پڑتیں۔ وہ جب مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا نقشہ کھینچتے' بوسنیا' برما' کشمیر اور فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کے حالات بیان کرتے تو بے اختیار ہو کر کہتے نوجوانو پوری دنیا کے کافر تو مسلمانوں کو ذبح کر رہے ہیں لیکن تم ہاکی اور کرکٹ کے میدان میں گم ہو چکے ہو پھر وہ مجمع سے سوال کرتے کہ بتاؤ اسرائیل کی کرکٹ ٹیم کا نام کبھی تم نے سنا ہے؟ تو اجتماع سے جواب ملتا "نہیں" کیا ان کے پاس دولت نہیں ہے؟ ہے۔ یہودی کرکٹ

نہیں کھیلتے بلکہ وہ تم مسلمانوں کی عزتوں سے کھیلتے ہیں اور تم نے اپنے آپ کو کافروں کے حوالے کر رکھا ہے۔ وہ مسلمانوں کی بیٹیوں کی لٹنے والی عصمتوں کا جب تذکرہ کرتے ہیں تو خود بھی سسکیاں لے لے کر رو پڑتے اور اجتماع میں بیٹھے ہوئے ہزاروں لوگ بھی دھاڑیں مار مار کر رو پڑتے۔ مولانا محمد مسعود اظہر نے بلا مبالغہ ملک کے طول و عرض میں کراچی سے لے کر کاغان کی چوٹیوں تک، آزاد کشمیر کے تمام اضلاع میں سینکڑوں بیانات کئے صرف لندن کے اندر اپنے دورے کے دوران اس عظیم خطیب نے چوالیس زبردست تقریریں کیں جن کو سن کر لندن کے مسلمان عش عش کر اٹھے اور انہوں نے بھی اپنی جہاد سے اب تک دوری پر خدا کے حضور توبہ کی جب بابری مسجد کو شہید کیا جا رہا تھا تو محمد مسعود اظہر نے اس موقعہ پر بھی ایسا تاریخ ساز خطاب کیا کہ ان کی صرف ایک تقریر کی تقریباً ایک لاکھ کیسٹیں پوری دنیا میں پھیل گئیں۔

راقم الحروف اس بات کا گواہ ہے کہ جب جناب محمد مسعود اظہر خطاب کے بعد کانفرنس سے فارغ ہو کر رہائش گاہ پر پہنچتے تو بے اختیار رو پڑتے اور کئی کئی گھنٹے روتے رہتے اور دعائیں مانگتے رہتے کہ الٰہی امت پر رحم فرما، الٰہی میرے گناہوں کی سزا مسلمانوں کو نہ دے الٰہی جو میں نے کہا ہے اس پر میں خود بھی عمل کر سکوں، یا اللہ کیا میرے گناہ بھی معاف ہو سکتے ہیں؟ اور پھر جب موڈ میں ہوتے تو مجھ سے کہتے کہ یار قاری نوید میں ابھی تک شہید کیوں نہیں ہوا، ہے یہ تعجب کی بات، میں ہنس کر کہتا کہ شہادت تو قسمت والوں کو ملتی ہے تو حسرت سے کہتے کہ واقعی میری قسمت ایسی کہاں؟ اپنے ساتھیوں سے بے حد پیار کرتے تھے، ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے بندہ کو یاد ہے کہ نور شاہ ضلع ساہیوال میں راقم الحروف کو اچانک شدید بخار ہو گیا تو راستے سے ناواقفیت کے باوجود مولانا عبدالجبار کی شادی کی تقریب کو چھوڑ کر خود کار ڈرائیو کرتے ہوئے

ساہیوال شہر میں ہسپتال میں لے گئے اور ڈاکٹر مسلسل دو گھنٹے تک ٹریٹ منٹ دیتا رہا اور محمد مسعود اظہر دو گھنٹے تک راقم کے سرہانے بیٹھے رہے اور قرآنی آیات پڑھ پڑھ کر دم کرتے رہے۔ الشیخ محمد مسعود اظہر اپنے قریبی احباب پر اتنی شفقت کرتے کہ اپنی رہائش گاہ اپنے احباب ہی کے لئے وقف کر رکھی تھی، بلکہ اگر یہ کہہ دوں تو جھوٹ نہ ہوگا کہ ہر چیز کو وہ اپنے ذاتی پیسوں سے خریدتے اور واللہ اس کے باوجود کوئی بھی چیز ان کی ذاتی نہ ہوتی تھی محمد مسعود اظہر کے اپنے ذاتی کاروبار بھی تھے اور ماہوار آمدنی بھی تھی اور ماہوار آمدنی ان کی ہزاروں تک تھی لیکن واللہ العظیم ان کی ذاتی کوئی چیز نہ تھی بلکہ تمام کا تمام اپنے قریبی احباب، یا پھر ماہنامہ صدائے مجاہد اور یا پھر علماء اور مجاہدین پر خرچ کر دیتے۔ رات 3،3 بجے تک مجلسیں لگتیں تھیں لیکن ان محفلوں میں ہوہا نہیں ہوتی تھی بلکہ ان کی مجلسوں میں وقار ہوتا تھا پاکیزگی اور تقدس ہوتا تھا بڑے بڑے دولت مند ان کی مجلسوں میں سر پر ٹوپی رکھے مودب ہو کر بیٹھے ہوتے تھے اور میرے عظیم شیخ ان کو نصیحت کر رہے ہوتے تھے۔ پاکستان میں علماء حق کی تمام خانقاہوں کے بزرگ علماء محمد مسعود اظہر سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور خصوصاً" دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی کے بزرگ حضرت اقدس مولانا رشید احمد لدھیانوی اور گلشن اقبال کراچی کے بزرگ ولی کامل حضرت مولانا حکیم اختر صاحب نے تو اپنی تمام محبتوں کو ان پر نچھاور کر رکھا تھا۔

جب کہ خود شیخ محمد مسعود اظہر مفتی اعظم پاکستان امام الاولیاء بقیۃ السلف حضرت اقدس مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی "مرحوم" کے مرید اور خلیفہ بھی تھے لیکن کبھی انہوں نے کسی سے اس کا ذکر نہ کیا تھا دنیا اور حب دنیا کی نفرت محمد مسعود اظہر کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ "صدائے مجاہد" کہ جو

اب پوری دنیا میں جہاد کی دعوت کو عام کر رہا ہے۔ مسلسل کئی برس تک اکیلے شیخ مسعود اظہر اس کے لئے محنت کرتے اور ان کے ساتھ راقم کے علاوہ ایک اور ساتھی ہوتے تھے۔ محمد مسعود اظہر جب بھی کسی موضوع پر لکھنے کے لئے قلم اٹھاتے تو سب سے پہلے وضو کرتے اور بعد میں لکھتے' متعدد مرتبہ میرے شیخ نے بندہ کو اس بات پر ڈانٹ پلائی کہ تم لکھنے سے پہلے باوضو کیوں نہیں ہوتے؟

محمد مسعود اظہر صرف اردو ہی کے ادیب' مصنف یا خطیب نہیں تھے بلکہ عربی زبان پر بھی ان کو مکمل عبور حاصل ہے۔ اس کے علاوہ وہ پشتو اور فارسی میں بھی قادر الکلام تھے۔ عرب ممالک میں جب کئی کئی گھنٹے عربی میں تقریر کرتے تو عرب مبہوت ہو جاتے' میں یہ بات دعوی کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان میں ان کے پائے کی عربی بولنے سمجھنے اور لکھنے والا خطیب اور ادیب ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا۔

صومالیہ کا مسئلہ جب زبان زدعام ہوا اور پاک فوج کے نوجوانوں کی بیسیوں لاشیں جب پاکستان پہنچیں تو شیخ محمد مسعود اظہر تڑپ اٹھے اور یوں گویا ہوئے کہ افسوس جن فوجی جوانوں کو دنیا کے مسلمانوں کا دفاع کرنا تھا آج وہی جوان اپنوں ہی کے ہاتھوں حکمرانوں کی غلط روش کی وجہ سے قتل ہو رہے ہیں چنانچہ صومالیہ کے حالات کا قریب سے جائزہ لینے کے لئے ہفت روزہ زندگی کے ایڈیٹر اور ملک کے ممتاز صحافی جناب مجیب الرحمان شامی صاحب کی ہمرکابی میں عازم سفر ہوئے مگر کینیا سے آگے نہ جانے دیا گیا پھر دوسری مرتبہ پاکستان سے جناب شامی صاحب۔اور ممتاز ایڈیٹر اور بزرگ صحافی جناب الطاف حسن قریشی کے علاوہ وہ دوسرے صحافیوں کے وفد کو لے کر پہنچے تو اقوام متحدہ نے پھر روک دیا۔ دوسرے سفر سے قبل راقم سے فرمانے لگے کہ میں اپنے صحافی بھائیوں کو مجبور کروں گا کہ وہ صومالیہ کے مسلمانوں کی حالت سے دنیا کو آگاہ کریں۔ واپسی پر

بڑے مطمئن تھے اور جناب شامی صاحب اور جناب الطاف قریشی کے ساتھ محفلوں کا بار بار ذکر کرتے تھے اپنے سفر کی داستان اور صومالیہ کے تازہ ترین حالات لکھ کر کئی ہزار کتابچوں کی شکل میں پورے ملک میں تقسیم کئے اور پھر یہ مردغازی بھارت کے سفر پر روانہ ہوگئے۔

کتنا عظیم انسان بلکہ علم کا بحر بے کنار مسلسل تیرہ ماہ سے بھارتی فوج کی درندگی کا نشانہ بن رہا ہے پوری دنیا کے مسلمانوں کے دل اس عظیم صحافی کی گرفتاری پر خون کے آنسو رو رہے ہیں۔ لیکن حکمرانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی آخر وجہ کیا ہے؟ پاکستان کے وزیر خارجہ کس مرض کی دوا ہیں۔ ابھی تک بھارت پر سفارتی دباؤ کیوں نہیں ڈالا گیا؟

حکمران یاد رکھیں کہ تم پاکستان پہ حکومت کرتے ہو اور اس مملکت کا بچہ بچہ محمد مسعود اظہر کی رہائی کا مطالبہ کر رہا ہے اور جناب محمد مسعود اظہر لاکھوں دلوں کے بے تاج بادشاہ بھی تھے۔ پاکستان میں موجود بھارتی سفارت خانہ بند کر دو یا پھر بھارت سے مسعود اظہر کو رہا کراؤ اور واللہ اگر اس عظیم المرتبت انسان کو بچانے کے لئے کوئی انتہائی قدم بھی تمہیں اٹھانے پڑے تو دریغ مت کرو اس لئے کہ مسعود اظہر جیسے بیٹے مائیں روز روز نہیں جنم دیا کرتیں۔

پاکستان کے صحافیو ؟ جناب شامی صاحب جناب الطاف قریشی صاحب۔آپ حکمرانوں کو مجبور کریں آپ تو مسعود اظہر کی عظمت سے واقف ہیں

پاکستان کے معروف صحافی

مدیر صدائے مجاہد

محمد مسعود اظہر

کی گرفتاری بین الاقوامی قوانین کی کھلی خلاف ورزی ہے

رابطہ جرائد اسلامیہ' کے سیکریٹری جنرل نے کہا ہے کہ ماہنامہ "صدائے مجاہد" "صوت کشمیر" اور ماہنامہ "الارشاد" کے مدیر اعلیٰ محمد مسعود اظہر کی گرفتاری بین الاقوامی قوانین کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ صحافیوں کی گرفتاری سے بھارت کشمیری مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے ظلم و تشدد کو چھپا نہیں سکتا ان خیالات کا اظہار "رابطہ جرائد اسلامیہ" کی طرف سے جاری کردہ ایک مشترکہ بیان میں کیا گیا۔ "رابطہ جرائد اسلامیہ" کی طرف سے جاری کردہ پریس ریلیز میں ماہنامہ "الفاروق" کے مدیر مولانا عبید اللہ خالد' "صدائے مجاہد" کے مدیر مولانا عبدالحمید عباسی ماہنامہ "الشریعہ" کے مدیر مولانا زاہد الرشدی ماہنامہ "الصیانہ" کے مدیر مولانا وکیل احمد شیروانی ماہنامہ "الحق" کے مدیر مولانا عبدالقیوم حقانی ماہنامہ "خدام الدین" کے مدیر مولانا اجمل قادری "نقیب ختم نبوت" کے مدیر سید عطا المحسن بخاری ماہنامہ "الاشرف" کے مدیر مولانا اسعد تھانوی ماہنامہ "الدعوۃ" کے مدیر محمد حمزہ ماہنامہ "الہادی" کے مدیر مولانا مشتاق احمد عباسی' ماہنامہ "المسعود" کے مدیر مولانا عبدالستار سالک' ماہنامہ "حق چاریار" کے مدیر

قاضی مظہر حسین ماہنامہ "تجلیات حبیب" کے مدیر مولانا فہیم صاحب' ماہنامہ "المبارز" کے مدیر علامہ ارشد حسن ثاقب صاحب ماہنامہ الفاروق کے نائب مدیر تحسین مظہر اشرفی ماہنامہ "صدائے مجاہد" کے نائب مدیر قاری نوید مسعود ہاشمی ماہنامہ "صوت المجاہد" کے مدیر مولانا طاہر محمود اشرفی اور ملک کے دیگر ممتاز صحافیوں نے محمد مسعود اظہر کی سری نگر میں گرفتاری کی مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ ممتاز صحافی کی گرفتاری کے بعد کشمیر میں انسانی حقوق کی پامالی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ انہوں نے حکومت پاکستان اور انسانی حقوق اور بین الاقوامی قوانین کے محافظ دوسرے اداروں سے اپیل کی ہے کہ وہ محمد مسعود اظہر کی رہائی کے لئے بھارت پر دباؤ ڈالیں انہوں نے کہا کہ بھارت نے رسوائی سے بچنے کے لئے انہیں "حرکۃ الانصار" کا کمانڈر ظاہر کیا ہے اور انہیں دہشت گرد قرار دیا ہے انہوں نے کہا کہ محمد مسعود اظہر کو نہ تو دوران جنگ گرفتار کیا گیا نہ ہی اس سے کوئی اسلحہ برآمد ہوا نہ ہی بھارت کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے کہ وہ کشمیر میں کسی کارروائی میں ملوث ہوئے ہیں وہ قانونی طریقہ پر محض کشمیر میں انسانی حقوق کی پامالی کا مشاہدہ کرنے گئے تھے اور انہیں اس وقت گرفتار کیا گیا جب وہ متاثرہ خاندانوں سے انٹرویو لے رہے تھے۔